



میرے ہم نفس میرے بہنوا

(پیا س)

فریحہ چوہدری

Season 2



Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novels mania .com

#میرے۔ ہم۔ نفس۔ میرے۔ ہمنوا 2

#از فریکہ چودھری

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

رحیم شاہ کا تعلق شاہ پور سے تھا پورے علاقے کے کرتادھرتا اور وسیع و عریض جائیداد کے مالک رحیم شاہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے حق کے سچے... بات کے کھرے رحیم شاہ جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ میں بھی شاہ خاندان میں اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے... وہ نہ صرف خود خوبصورت تھے بلکہ حسن و خوبصورتی کے دلدادہ بھی تھے یہی وجہ تھی کہ ان کی وسیع و عریض رقبے پر پھیلی شاندار حویلی دیکھنے والوں کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیتی تھی چھوٹی سی چھوٹی چیز میں بھی خوبصورتی و نزاکت کو مد نظر رکھنے والے رحیم شاہ کو جب ان کے والد نے ان سے آٹھ سال بڑی بیچازاد سے نکاح کا فیصلہ سنایا تو وہ دم بخود رہ گئے کسی ناپسند شے کو کمرے سے تو کیا حویلی سے در بدر کر دینے والے رحیم شاہ کو ساری عمر ایک ان چاہے بندھن میں باندھنے کی سزا سنائی گئی تھی یہ سزا تھی یا جزا مگر رحیم شاہ کو تو کم از کم سزا ہی لگی ایمنہ بیگم نہ صرف ان سے عمر میں بڑی تھیں بلکہ شکل و صورت اور قد و قامت میں بھی ان سے بہت کم تھیں... سانولی سے کچھ زیادہ گہری رنگت... اندر کو دھنسی آنکھیں... چھوٹا قد اور بڑھتی عمر وہ کہیں سے بھی رحیم شاہ کے مقابل کی نہ تھیں مگر چاہنے کے باوجود بھی باپ کے سامنے انکار کرنے کی ہمت رحیم شاہ نہ کر سکے وہ بہت محبت کرنے والے نہ سہی مگر ایک اچھے شوہر ثابت ہونے کی کوشش کر رہے تھے ایمنہ زبان کی تیز ہونے کے ساتھ ساتھ دماغ کی بھی تیز تھی بہت جلد حویلی کا سارا

نظام اپنے ہاتھ میں کرنے کے بعد انہوں نے بی بی (رحیم کی ماں) کو ہر کام سے علیحدہ کر دیا شہاب دو سال کا تھا جب ان کی زندگی میں ایک نیا انقلاب آیا جس کی امید شاید کسی کو بھی نہ تھی

☆☆☆☆☆☆

گہری ہوتی شام میں رحیم شاہ حویلی واپس آرہے تھے جب اچانک کوئی لڑکی ان کی گاڑی سے ٹکرائی ڈرائیور سے بھی پہلے وہ گاڑی سے باہر نکلے کہ اسے کہیں زیادہ چوٹ نہ آئی ہو وہ سیدھی ہو کر رحیم شاہ کو دیکھنے لگی نیلی شفاف آنکھوں میں غصہ کی جھلک رحیم شاہ کو کسی اور ہی دنیا میں لے گئی وہ ارد گرد سے غافل بس اس لڑکی پر نظریں جمائے ہوئے تھے انہیں کوئی حوش نہ تھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں ہیں ہوش تھا تو اتنا کہ سامنے کھڑی خوبصورت دوشیزہ بے دھڑک ان کے دل کے بند کواڑوں کو کھولتی سیدھی اندر جا گھسی ہے چونکے تو تب جب اس کی آواز کانوں کے پردے پھاڑتی محسوس ہوئی "ابے تجھے دکھائی نہیں دیتا کیا اندھا ہے تو یہ اتنی بڑی گڈی تجھے چلانی نہیں آتی تو نہ بیٹھا کر اس میں " وہ شاید رحیم شاہ سے واقف نہ تھی تبھی اتنی تیز تیز زبان چلا رہی تھی رحیم شاہ گڑبڑا گئے "آپ ٹھیک تو ہیں نا چوٹ تو نہیں آئی" ڈرائیور کی حیران نظروں کی پرواہ کیے بغیر وہ خلاف مزاج نرمی سے بولے

"لگ بھی گئی تو کیا تو ڈاکٹر ہے؟؟ نہیں نا تو پھر جادو ہو وقت نہ ضائع کر میرا " وہ نخوت سے سر جھٹکتی پراندہ جھلاتی اک ادا سے چلتی واپس مڑ گئی رحیم شاہ دھیرے سے مسکرا دیے "جتنا ہے یہ بھی... تم پر ہی جتنا ہے" ڈرائیور کو اس کی بڑبڑاہٹ تو سنائی نہیں دی مگر چہرے پر مستقل مسکراہٹ کسی انہونی کا پتہ دے رہی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"شاہ جی معاف کر دو یہ تو جھلی ہے کچھ بھی بول دیتی ہے اسے پتہ نہیں لگتا پہلی غلطی سمجھ کر معاف کر دو" بگی کی ماں نے رحیم شاہ کے پیروں کو ہاتھ لگایا جس کی نظریں بگی کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں بگی کے نام سے بھی وہ ابھی ابھی واقف ہوا تھا اس کی ماں کے پیر چھونے پر چونک گیا فوراً پیر پیچھے کر لیے

"کچھ نہیں ہوتا ماں جی" اس نے نرمی سے کہا

"حل فی تو بھی معافی مانگ اگر مجھے رجو (ڈرائیور) نہ بتاتا تو سوچ کیا ہوتا تیرا" ماں نے بگی کو ٹھوکا دیا وہ ہڑبڑا کر آگے بڑھی اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ جوڑتی رحیم شاہ نے ہاتھ اٹھا کر وہیں روک دیا "بس بس ایک بار کہہ دیا نا کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے غلطی ہماری ہی تھی" اس کے یوں غلطی مان لینے پر بگی کی ماں حیران ہو گئی

"دیکھا مانی میں کہا تھا نا تجھے کہ غلطی میری نہیں شاہ جی کی تھی" بگی مسکرا کر چہرہ ماں کی طرف موڑ کر کر کہنے لگی رحیم شاہ کو اس کی مسکراہٹ بے حد بھلی لگی

"بھو اس بند کر لے" مانی نے کھیچ کر ایک ہتھکڑی کی کمر پر مارا رحیم شاہ تو گویا ٹپ ہی گیا

"یہ کیا کر رہی ہو کیوں مارا اتم نے اسے ہم خود مان رہے ہیں کہ غلطی ہماری تھی اور اس کے لیے ہم بگی سے معذرت خواہ ہیں" بگی کھل کر مسکرا دی جبکہ اس کی ماں نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رحیم شاہ کا چہرہ دیکھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

دن بدن رحیم شاہ کی محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا پہلی نظر کی محبت اب جنون کی انتہا کو پہنچ چکی تھی ایندھ کو رحیم شاہ کے بدلتے رنگ ڈھنگ صاف محسوس ہو رہے تھے ہر وقت مسکراتے رہنا کہیں بیٹھے بیٹھے کھوجانا.... یہ سب ان کا دل ہولانے لگا تھا اس کا دل مختلف خدشات کا شکار تھا اور یہ خدشے بے جا بھی نہیں تھے والد کی وفات کے بعد وہ دن بہت جلد آگیا جب گاؤں کی ایک جھلی غریب کسان کی اولاد بگی آبلینے رحیم شاہ بن گئی اختلاف کی ہمت کسی میں بھی نہ تھی وہ اسے حویلی لے آیا ایندھ کے لیے یہ دھچکا کم نہ تھا مگر بی بی مطمئن تھیں آبلینے کی خدمت نے ان کا دل موہ لیا تھا ایندھ کا رویہ اس کا ساتھ تحقیر آمیز تھا رحیم شاہ کو ایندھ کا آبلینے کے ساتھ ہتک آمیز رویہ محسوس ہو گیا تبھی اس نے آبلینے کو شہر والی حویلی پہنچا دیا وہ خود بھی زیادہ تر شہر رہنے لگے آبلینے کی محبت میں پور پور ڈوبا رحیم شاہ اب ایک نیا رحیم شاہ بن گیا تھا نرم مزاجی ٹھٹھ کر بولنے والے رحیم شاہ میں پہلے والے رحیم شاہ کی کوئی جھلک نہ تھی ایندھ سے وہ محبت کرتا تھا یا نہیں مگر اپنی اولاد سے اسے بہت محبت تھی شہاب شاہ اور زمان شاہ میں ان کی جان بستی تھی

دوسری طرف آبلینے کے ہاں دو جڑواں بچوں نے جنم لیا فیضان شاہ اور تمینہ شاہ

وقت پر لگا کر اڑنے لگا ایندھ نے شہاب اور زمان کے ذہنوں میں سوتیلے بہن بھائی کے خلاف نفرت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی جبکہ دوسری طرف فیضان اور تمینہ... شاہ پور جانے کو بے تاب رہتے تھے شہاب نے رنگ روپ ماں کا لیا تھا مگر روبرو دبدبہ باپ والا تھا جبکہ فیضی ہو بہو باپ کی کاپی تھا وہی رنگت وہی وجاہت وہی گہری آنکھیں تھیں کی آنکھوں کا رنگ آبلینے جیسا تھا نیلی شفاف سحر آنکھیں آبلینے کی آنکھوں کی غیر معمولی خوبورتی نے شہاب اور زمان کو احساس کمتری میں مبتلا کر

دیا وہ لوگ جب بھی حویلی آتے شہاب اور زمان ان سے دور بھاگتے سخت رویہ بگڑے ہوئے زاویے فیضی کی محبت کے جواب میں بھی سرد مہر رویہ رحیم شاہ کو سب محسوس ہوتا تھا انہوں نے ایک دوبار بیٹوں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر ان کے ذہن ماں کی باتوں پر اس قدر پختہ ہو چکے تھے کہ باپ کی منت سماجت انہیں نظر ہی نہ آئی پھر وہ وقت بھی آگیا جب فیضان اور تہسی مستقل حویلی رہنے کے لیے آگے اور یہ وقت زمان کی نسبت شہاب کے لیے زیادہ کٹھن تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

فیضان اور سکندر کی دوستی کالج سے شروع ہوئی فیضان کا نواب والا میں بہت آنا جانا تھا حیات صاحب کا بھائیوں سا محبت بھر انداز سجاد درانی کا پر شفقت لہجہ اسے کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ وہ اس گھر کے لیے اجنبی غیر ہے اسی دوران آگینے دل کا دورہ پڑنے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں رحیم شاہ کو خود کو سنبھالنا بے حد مشکل تھا عزیز ازجان بیوی سے دوری نے انہیں کمزور کر دیا تھا یہ فیضان ہی تھا جو نرم لفظوں سے انہیں سمجھا بچھا کر زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کرتا رہتا

وہ شہاب اور زمان کی نفرت سے واقف تھے تبھی انہوں نے فیضی اور تہسی کو شاہ حویلی لے جانے کا فیصلہ کیا وہ نہیں چاہتے تھے کہ فیضان کو حویلی سے دور رکھ کر اسے اس کے حق سے محروم کر دیں یہ فیصلہ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا مگر کبھی بچھا ریا سا بھی تو ہوتا ہے ناکہ بہت سوچ سمجھ اور پھونک پھونک کر رکھا جانے والا قدم ہی انسان کو برزخ میں دھکیل دیتا ہے انہیں یقین تھا کہ اکٹھے رہنے سے دل کی کدورتیں ختم ہو جائیں گی مگر آنے والا وقت انہیں غلط ثابت کرنے والا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر فیضان کے شہر چھوڑنے پر بے حد اس تھا

"یار تو انکل کو سمجھانا" سکندر نے بے چاری سے صورت بنا کر کہا

"وہ نہیں مان رہے ویسے بھی ماما کے جانے کے بعد ان کی حالت بمشکل سنبھلی ہے میں انکار کر کے انہیں مزید دکھی نہیں کر سکتا" فیضی نے رسان سے اپنے جگری دوست کو سمجھایا اسے یہ دوست بہت پیارا تھا اس نے زیادہ دوست نہیں بنائے تھے سکندر اس کا واحد دوست تھا ٹین ایچ لڑکوں کی طرح اس میں چھچھوری حرکتیں مفقود تھیں جبکہ دوسری طرف سکندر عادات میں اس سے مختلف تھا رنگین آؤٹنگ کا شوقین پڑھائی سے کوسوں دور مگر ایک چیز دونوں میں کامن تھی دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے فیضان اگر حسن و وجاہت کا شاہکار تھا تو کم سکندر بھی نہ تھا ساری زندگی دوستی نبھانے کے وعدے کر کے کس نے اس راہ پر رنگ بدلنا تھا یہ کوئی نہ جانتا تھا

☆☆☆☆☆☆

فیضان اور تہمی حویلی شفٹ ہو گئے تھے ایندھن کو یہ سب بے حد ناگوار گزارا تھا مگر مخالفت ظاہر کرنے کی ہمت ان میں نہ تھی خاموشی سے صبح وقت کا انتظار کرنے لگیں پوری حویلی میں اگر کوئی ان کی آمد پر دل سے خوش تھا تو وہ بی اماں اور حمیرا تھی حمیرا کی آنکھوں میں فیضی کو دیکھ کر جو چمک اتری تھی وہ شہاب کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی جس کی نظریں ہمہ وقت حمیرا کی ہر سرگرمی پر ہوتی تھیں وہ کیسے اس کی آنکھوں میں اترتے رنگوں کو نہ پہچانتا اس سب نے اس کے دل میں موجود فیضان کی نفرت میں اضافہ کر دیا

☆☆☆☆☆☆

حمیرا اور ہما دو بہنیں تھیں والدین کی وفات کے بعد اینہ جوان کی خالہ تھیں انہیں شاہ حویلی لے آئیں حمیرا بے حد ماڈرن اور خوبصورت تھی اسی حسن نے اسے مغرور اور خود سر بنا دیا تھا اسے شاہ حویلی میں خود سے زیادہ کوئی حسین نظر نہ آتا تھا اور یہ حقیقت بھی تھی پھونک پھونک کر چلتی اکڑے سے تنی گردن حسن و خوبصورتی میں بے مثال دیکھنے والوں کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیتی یونی تو نہیں شہاب شاہ نے اس پر دل ہارا تھا جبکہ دوسری طرف ہما عام سی شکل و صورت کی رکھنے والی سادھی باجیا نیک سیرت اور اچھے دل کی مالک تھی

☆☆☆☆☆☆

حمیرا کا دل فیضان پر بری طرح آگیا تھا وہ ہر حال میں اس سے شادی کی خواہش مند تھی اور جب خواہشیں زور پکڑنے لگیں تو انسان اندھا ہو جاتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا اس نے بغیر کسی شرم و لحاظ کے اپنے دل کی بات اینہ کے سامنے رکھ دی وہ حق دق رہ گئیں

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" اینہ سنبھل کر غصے سے بولیں

"جی خالہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے آگے آپ جانیں آپ کا کام" وہ شان بے نیازی سے بولی

"تم جانتی ہو اسی ناگن کے بچے ہیں وہ جس نے میرا شوہر چھین لیا نفرت ہے ان دونوں سے مجھے اور تم کہہ رہی ہو" ابھی ان کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ درمیان میں بول پڑی

"یہ آپ کا مسئلہ ہے خالہ ویسے بھی آپ کی نفرت بے جاتھی آگئیں انٹی تو اتنی اچھی تھیں اگر آپ چاہتی تو آپ اپنے شوہر کو واپس موڑ سکتی تھیں تھوڑا سا دل بڑا کر لیتیں... قبول کر لیتیں ان کو مگر آپ نے تو ان کا حویلی میں رہنا حرام کر دیا" وہ بول رہی تھی اور اینہ کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں

"فیضان اور تہی دونوں آپ لوگوں کے آگے پیچھے پھرتے ہیں مگر آپ لوگ.... اف.... کس قدر سخت دل ہیں بہر حال اب اگر آپ کو ان سے نفرت ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں مجھے تو بہت محبت ہے اس سے اور مجھے اپنی محبت ہر حال میں چاہئے" اس کی خود سری سرچڑھ کر بول رہی تھی اپنے مطلب کے لیے وہ ایندھ کو حقیقت کی تلخیاں بھی بتا چکی تھی جبکہ کل تک وہ خود آہٹ کرنے کے خلاف تھی

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

ایندھ نے رحیم شاہ سے بات کی تھی اور خلاف توقع انہوں نے فوراً حامی بھر لی وہ حیران رہ گئیں "آپ ایک بار فیضان سے پوچھ تولیں" ایندھ نے اسی حیرت سے کہا رحیم شاہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے ایندھ کہ میں فیضان سے کچھ کہوں اور وہ نہ مانے" ان کے لہجے میں یقین اعتماد فخر سب تھا اور کچھ بے جا بھی نہیں تھا فیضی نے ایک لمحہ بھی نہ لگایا حامی بھرنے میں اسے مان رکھنے آتے تھے باپ کا سراونچا کرنا آتا تھا اسے محبت کرنا اور محبت کی قدر کرنا آتا تھا اس کی حامی نے شہاب کے تن بدن میں آگ لگا دی وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکار رہا تھا "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا" شہاب کی کرخت آواز گونجی ایاز خباثت سے ہنسا "کیا کرے گا تو اب تک کیا کر لیا تو نے" وہ گویا اس کی حالت سے مزہ اٹھا رہا تھا "تو بس دیکھتا جا میں کرتا کیا ہوں"

"اے یار کچھ نہیں ہوگا تجھ سے" وہ شراب کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے بولا

شہاب اور ایاز بچپن کے ساتھی تھے ایاز میں ہر قسم کی برائی موجود تھی وہ اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھا پیسے کی کمی نہ تھی غلط تربیت اور پیسے کی فراوانی نے اسے لالچی ہوس کا بیماری بنادیا تھا اب بھی وہ شہاب کو اٹے سیدھے مشورے دے رہا تھا حمیرا پر اس کی نظر شروع سے تھی وہ اپنے دوست کے دل کا حال بھی جانتا تھا مگر اپنی عادت سے مجبور تھا شہاب اس سے بے خبر اپنی دل کی بھڑاس نکالنے کو ایاز کا ہی سہارا لیتا تھا مگر کوئی وار کامیاب نہ ہونا تھا اور وہ وقت بھی آگیا جب شہاب کی شادی ہما اور فیضان کی دلہن حمیرا بن گئی اگر ہما کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی جو حمیرا سے زیادہ حسین ہوتی تو شاید شہاب حمیرا کو بھلا دیتا مگر اب یہ اس کے لیے ناممکنات میں سے تھا

☆☆☆☆☆☆

حمیرا کے ہاں بیٹے نے جنم لیا جبکہ ہما کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی رحیم شاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ تھا فیضان بھی بے حد خوش تھا گول مٹول سا جو جو ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن گیا شہاب نے غوزہ کو ایک نظر کے بعد دوبارہ دیکھنا بھی گوارا نہ کیا ہما کے لیے یہ ایک نئی اذیت تھی شادی سے لے کر اب تک وہ شہاب کی ایک نظر التفات کو ترستی رہی تھی اور اب یہ محرومی اس کی بیٹی کے مقدر میں بھی لکھی گئی تھی وقت اپنی رفتار پر چل رہا تھا رحیم شاہ کی خواہش پر مہر و اور جہانگیر کی منگنی کر دی گئی انہیں یقین تھا کہ اس بندھن سے شہاب کے دل میں موجود نفرت میں تھوڑی بہت کمی ہوگی مگر شہاب کی رگ و پے میں نفرت اور جلن کوٹ کوٹ کر بھری تھی دوسری طرف ایاز کی نظریں تہمی پر پڑ چکی تھیں وہ آئے دن شاہ حویلی کا چکر لگانے لگا آہستہ آہستہ اس کی دوستی فیضان سے ہو گئی اور پھر وہ وقت بھی آگیا جب فیضان اس پر اعتماد کرنے لگا

"کیا کرتے پھر رہے ہو تم آج کل ؟؟" شہاب نے غصے سے پوچھا

"کیا کیا میں نے ؟؟" وہ انجان بنا

"میرے دشمنوں سے دوستیاں پروان چڑھا رہے ہو" شہاب کی سیدھی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا

"ارے یار تمہارا دشمن تو میرا بھی دشمن"

"کیا مطلب ؟؟" شہاب ٹھٹھا

"تم بدلہ لینا چاہتے ہو نا فیضان سے"

"ہاں لیکن تم کیا کرو گے ؟؟"

"تہمی سے شادی" اس نے آنکھ مار کر شہاب کو دیکھا شہاب حیران سا پرسوج نظروں سے اس کا چہرہ

تکئے لگا

♡♡♡♡♡♡♡

"بڑے بابا بڑے بابا میں جیت گئی"

بے دھڑک دروازہ کھول کر ہنستی کھلکھلاتی صبحی اندر داخل ہوئی جہاں سجاد درانی فیضی اور سکندر کے

ساتھ موجود تھے کوئی اور ایسی جسارت کرتا تو یقیناً اسے سجاد درانی کے عتاب کا نشانہ بنا پڑتا مگر

سامنے کوئی اور نہیں صبی تھی ان کی بے حد لاڈلی جان سے پیاری صبی وہ کھل کر فخریہ مسکرا دیے

"ہمیں پتا تھا ہمارا بیٹا ہی جیتے گا" انہوں نے محبت سے کہتے ہوئے اس کے لیے بازو اکیے وہ بھاگ

کر ان کے گلے لگ گئی

"آخر میں بیٹی کس کی ہوں" وہ بھی ناز سے اتر کر ہنسی فیضی بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا جبکہ سکندر کے منہ کے زاویے بگڑ رہے تھے فیضی نے اسے آنکھ کے اشارے سے سمجھایا وہ سکندر کی صبی سے ناپسندیدگی جانتا تھا صبی اور سکندر کی ایک منٹ نہ بنتی تھی جہاں سکندر ہو وہاں کوئی اور اس سے زیادہ اہمیت لے جائے ایسا ممکن نہ تھا مگر صبی کی موجودگی میں وہ پس منظر میں چلا جاتا تھا وہ تھی ہی ایسی بلا کی خوبصورت خود اعتماد نیک سیرت باحیا وہ کسی کا بھی آئیڈل ہو سکتی تھی اسے خود کو منوانا آتا تھا

اسے گھڑ سواری کا بے حد شوق تھا سجاد درانی کبھی اس کے شوق میں رکاوٹ نہ بنے تھے وقار درانی نے پہلے پہل اعتراضات اٹھائے تھے مگر سجاد درانی کے جواب نے انہیں خاموش کر دیا

"یہ میری بیٹی ہے وقار اور اپنی بیٹی کے فیصلے میں خود کروں گا"

اب بھی اس نے رُانی جیتی تھی اور یہ خوشی کی بات وہ سب سے پہلے اپنے بابا کو بتانا چاہتی تھی

"ہونہ بڑا کوئی شاہی خزانہ ہاتھ لگا ہے جو اتنی چمک رہی ہو" سکندر کی جلن زبان پر آہی گئی سجاد درانی نے اسے گھر کا جبکہ صبی نے لاہرواہی سے ہاتھ جھٹکے

"تم خاموش رہو آگ والے دیو" اس کی بات پر سجاد درانی نے قہقہہ لگایا جبکہ فیضان نے اس کی غصے سے دہکتی رنگت دیکھ کر مسکرا نے پر ہی اکتفا کیا

"فیضی بھائی آپ سنائیں کیسے ہیں آپ؟؟" اب وہ فیضی کی طرف متوجہ ہوئی

"میں فٹ فاٹ بالکل تمہاری طرح" اس نے مسکرا کر نرمی سے کہا جس میں مزاق کی آمیزش بھی تھی تبھی ندرت چائے کی ٹرالی دھکیلتی اندر داخل ہوئی

"لو بھی چائے آگئی" وہ اٹھ کر صوفے پر سجاد درانی کے ساتھ آ بیٹھی ندرت کو یہ منظر بے حد ناگوار گزرا تھا سوائے صبی کے گھر میں یہ جرت کسی میں نہ تھی

"ندرت یہ دیکھیں آج کے کمپیٹیشن میں.. میں فرسٹ آئی ہوں" اس کو چہرے پڑھنے نہ آتے تھے تبھی خوشی خوشی تفصیل بتانے لگی وہ جوں جوں بول رہی تھی سکندر اور ندرت کے تاثرات میں اتار چڑھاؤ آنے لگے تھے سکندر کی آنکھوں میں جلن تھی جبکہ ندرت کی آنکھوں میں نفرت

☆☆☆☆☆☆

حرب کی پیدائش کے بعد فیضان اور سکندر بیرون ملک چلے گئے تبھی حمیرا کے دل میں بدگمانی نے جنم لینا شروع کیا

"میری تو کوئی ویلیو ہی نہیں فیضی کی نظر میں" حمیرا جلے پیر کی بلی کی مانند ادھر سے ادھر ٹل رہی تھی

"کیوں کیا ہوا؟؟" ہمانے حیرت سے اسے دیکھا

"میرے لاکھ روکنے کے باوجود وہ نہیں روکے حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی بھی" وہ غصے سے بولی ہما مسکرا دی

www.urdu novels mania.com

"دل نہیں لگ رہا کیا"

"ہونہ کیا سمجھتا ہے یہ حمیرا اب اس کی راہ تنگتی رہے پرانی عورتوں کی طرح اپنے شوہر کے فراق میں آہیں بھریں اتنی گرمی ہوئی تو ہرگز نہیں ہوں میں" اس کے لہجے میں کچھ تھا جس نے ہما کو چونکا دیا

"کیا مطلب حمیرا؟ فیضان تو بہت محبت کرتا ہے تم سے ایسے کیوں کہہ رہی ہو تم" ہما کا دل اپنی بہن کے لیے پریشان ہوا

"کچھ نہیں" حمیرا نے سر جھٹکا اور پاس سے گزرتی تھی کی طرف متوجہ ہو گئی
 "کہاں جا رہی ہو تم"

"جی میں کچن میں" وہ ہکلائی

"کیوں؟" حمیرا نے آنکھیں نکال کر پوچھا اس کا دویہ تھی سے ہمیشہ سخت ہوتا تھا وہ مزید سہم گئی
 "م مجھے بھوک لگی ہے"

"یہ اتنی معصوم شکل کیوں بنا لیتی ہو تم کتنی چالاک ہو میں جانتی ہوں بالکل اپنے بھائی کی طرح یسسی" وہ
 غصہ اس پر اتارنے لگی تھی کی آنکھیں باللب پانی سے بھر گئیں وہ عمر میں چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ
 بے حد معصوم بھی تھی مگر حمیرا کو وہ ایک آنکھ نہ بھاتی تھی کوئی اس سے زیادہ خوبصورت ہو یہ وہ
 برداشت نہیں کر سکتی تھی اور اب تو ایاز کی نظریں تھی پردیکھ کر اس کی جلن میں مزید اضافہ ہو گیا وہ
 اس سے بے خبر نہ تھی کہ ایاز اور شہاب اس کے لیے کیا سوچتے ہیں مگر وہ یہ بھی ہرگز برداشت نہیں
 کر سکتی تھی کوئی اسے نظر انداز کر کے کسی اور کو دیکھے چاہے وہ اس کی بہن کا ہی نصیب کیوں نہ ہو
 "جاؤ میرے لیے چائے لاؤ" اس نے آنکھیں نکال کر کہا وہ سرعت سے کچن کی طرف لپکی ہمانے
 تاسف سے اسے دیکھا

"ایسے کیوں کرتی ہو حمیرا"

"تم خاموش رہو" وہ بد لحاظی سے کہتی کمرے کی طرف بڑھ گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆

تہمی کے ساتھ حمیرا کا رویہ دن بدن تلخ ہوتا جا رہا تھا پہلے جو جو اور اب حرب کی بھی ذمہ داری تہمی پر آ گئی تھی رحیم شاہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی انہیں قلق تھا کہ وہ شہاب کے دل سے فیضان کی نفرت ختم نہ کر پائے انہی دنوں ایاز کا رشتہ تہمی کے لیے آگیا اور اس رشتے کا سب سے بڑا حامی شہاب تھا اس کے دل میں اپنی سادہ دل اور معصوم بہن کے لیے محبت تو دور کی بات ہمدردی کا بھی جذبہ تک نہ تھا فیضان سے بدلہ لینے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا تھا تبھی ایاز کی منصوبہ بندی پر آنکھیں بند کر کے عملدرآمد شروع کر دیا ایاز نے شہاب کو یقین دلایا تھا کہ شادی کے بعد وہ تہمی پر دباؤ ڈال کر فیضان سے حمیرا کو طلاق دلا دے گا اور فیضان اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ پائے گا شہاب مطمئن ہو گیا مگر ایاز کے دل میں کیا تھا یہ کوئی نہ جانتا تھا

رحیم شاہ نے اس رشتے سے صاف انکار کر دیا تھا وہ ایاز کو بخوبی جانتے تھے تو پھر کیوں اپنی معصوم پھولوں سی بیٹی کو دوزخ میں دھکیل دیتے شہاب ان کا انکار سن کر بھڑک اٹھا "کیوں بابا سائیں کیا کمی ہے اس رشتے میں؟" وہ تیز آوازیں بولا اسکے لہجے نے رحیم شاہ کو حیرت میں مبتلا کر دیا

"کوئی کمی نہیں ہے شہاب؟" انہوں نے عجیب سے لہجے میں پوچھا وہ نظریں چراگیا "وہ میرا دوست ہے" ایک کمزور سے دلیل آئی

"تو دوست کا کیا مطلب ہے کہ میں اپنی بیٹی واردوں اس بد معاش کو اپنی بیٹی دے دوں؟"

"کسی نہ کسی سے تو کرنی ہے ناشادی اور پھر آپ ہی تو کہتے ہیں کہ میں فیضان اور تہمینہ کے بارے میں اچھا سوچتا نہیں ہوں ان کا خیال نہیں رکھتا" ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ وہ غصے سے اس کی بات کاٹ کر دھاڑے

"یہ سوچا ہے تم نے؟؟ یہ خیال کیا ہے تم نے؟ اگر تم اسکو اپنی بہن سمجھتے تو ایسا کہنے سے پہلے ہزار بار سوچتے میری بیٹی میں کوئی کمی نہیں ہے جو تمہارے اس بدکردار دوست کے ساتھ بیاہ دوں اس کا باپ زندہ ہے ابھی لاوارث نہیں ہے وہ "کمزوری و نقاہت کے باوجود ان کے لہجے میں دبدبہ تھا ان کے سخت لہجے پر شہاب کو چپ لگ گئی

"تمہاری نیچ سوچ سے تو لگتا ہے کہ اگر تمہارا بس چلے تو ان کو نیچ دو" نیچ سوچ پر شہاب کا غصہ عود کر آیا اور اسی طیش نے سب لحاظ و ادب بھلا دیا

"ہاں ہاں نیچ دوں گا بلکہ مار دوں گا ان دونوں کو میرا دل چاہتا ہے آگ لگا دوں ان کی خوشیوں کو اور میں ایسا کر بھی جاؤں گا ایک وقت آئے گا تب جیت صرف میری ہوگی مجھے جاہل لوگوں کی طرح جانیدار سے عاق کرنے کی دھمکی مت دیجئے گا میری ماں کے پاس آپ سے زیادہ دولت موجود ہے" تیز آواز میں چنگھاڑتا دھمکتا انہیں گنگ کر گیا وہ صوفے پر ڈھکے گئے ایندھن جو سارا تماشا بڑی مسرت سے ملاحظہ کر رہی تھیں لپک کر انکی طرف آئیں

"جوان اولاد ہے شاہ جی کیوں اسکا دل برا کر رہے ہیں" انداز قائل کرنے والا تھار حیم شاہ نے ایک سخت نظر ان پر ڈالی اور دروازے کی طرف اشارہ کرتے رخ پھیر گئے

ایسا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا وہ ہمیشہ فیضان کو یہی کہتے رہے

"شہاب تمہارا بڑا بھائی ہے اس کی سخت باتوں کو دل پر مت لینا بس غصے کا تیز ہے کبھی کچھ کہے تو انکار کر کے مزید ناراض مت کرنا" اور فیضان نے ہمیشہ ان کا کہا مانا تھا وہ ساری رات اس کا نمبر ملا تے رہے جو بندل رہا تھا زندگی میں پہلی بار وہ خود کو اتنا بے بس محسوس کر رہے تھے وہ جو چاہے کر لیتے مگر شہاب کو ایمنہ کی شے حاصل تھی وہ یہ بھی جانتے تھے شہاب فیضان سے بات کرے گا اور وہ انکار نہ کر پائے گا وہ اسے باز رکھنا چاہتے تھے وہ کہنا چاہتے تھے کہ تمہی کو لے کر کہیں دور چلا جائے مگر وقت نے انہیں مہلت ہی نہ دی

اسی رات دل کا دورہ پڑنے سے وہ چل بسے

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

فیضان کو باپ کی موت کی خبر دے دی گئی وہ سکندر کے ساتھ پاکستان پہنچ چکا تھا اس کی باپ سے وابستگی کو سب جانتے تھے وہ خود بھی رویا تھا اور دوسروں کو بھی رلا رہا تھا اگر کوئی خاموش تھا تو وہ تھا شہاب وہ آگے کی سوچ رہا تھا اسے اپنی فتح بہت قریب نظر آرہی تھی حویلی کے معاملات سے فیضان کو کیسے الگ کرنا ہے یہ وہ بخوبی جانتا تھا اس کے ساتھ ساتھ اسے ایاز کی راہ بھی ہموار کرنی تھی اور یہ موقع اسے بہت جلد مل گیا چالیسویں کے بعد وہ خود چل کر فیضان کے پاس گیا فیضان حیران سا ہوتا احتراماً اٹھ کھڑا ہوا

"آؤ بیٹھو کچھ بات کرنی ہے" وہ سامنے ہی بیٹھ گیا

"جی"

"آگے کا کیا سوچا تم نے" شہاب نے بات کا آغاز کیا لہجہ مٹھاس سے لبریز تھا اور ہجرہ غمگین

"کیا مطلب؟؟" وہ نا سمجھی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا

"میرا مطلب ہے کہ جائیداد کے معاملات دیکھو گے یا وہیں باہر کی نوکری ہی کرو گے؟؟"

"میں نے ابھی کچھ سوچا نہیں اس بارے میں ابھی تو مجھے یقین ہی نہیں آ رہا کہ بابا مجھے چھوڑ کر چلے گئے

ہیں" فیضی کا لہجہ ٹوٹا بکھرا سا تھا

"زندگی میں رکا تو نہیں جاتا مرنے والوں کے ساتھ مرا بھی نہیں جاتا" وہ اپنی ناپسندیدگی چھپاتے

ہوئے اسے سمجھانے کے انداز میں بولا

"جی شاہد ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ یہاں کے معاملات آپ ہی دیکھ لیں مجھے تو کچھ پتا بھی نہیں ہے

"اس نے نرمی سے کہا شہاب کو لگا اسے ہفت قلم مل گئی ہو مگر اس نے خوشی کو ظاہر نہ ہونے دیا

اور ساتھ ہی تہمی کے رشتے کی بات شروع کر دی

"ایاز اور تہمی" فیضان حیران رہ گیا "یہ کچھ نامناسب نہیں ہے؟؟"

"نامناسب والی کیا بات ہے بابا نے خود کہا تھا مگر وقت نے انہیں مہلت نہ دی اور ایاز کو بھی تم

جانتے یو اچھا لڑکا ہے" شہاب نے بڑی روانی سے جھوٹ بولا جواب اسکی توقع کے مطابق آیا تھا

"بابا نے کہا تو میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا جو آپ مناسب سمجھیں" اس کی رضامندی نے

شہاب کی اگلی راہ بھی ہموار کر دی

☆☆☆☆☆☆

مجیب درانی اور ان کی بیگم کی وفات پر فیضان اور سکندر نواب ولاچلے گئے شہاب کو موقع مل گیا تھا کھل کر کھیل کھیلنے کا اس نے فوراً سے بیشتر ایاز اور تہسی کا رشتہ طے کر دیا نکاح کی تاریخ زمان کے نکاح کے ساتھ دو ماہ بعد کی رکھی گئی تھی ہما کو کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں شہاب ؟؟"

"کیا کیا ہے میں نے ؟؟" شہاب نے تیکھے لہجے میں پوچھا

"اتنی جلدی کیا ہے شادی کی ابھی تو خالو کی وفات کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا" اس کی سیدھی بات نے شہاب کا پارہ ہانی کر دیا

"بکواس بند کرو تمہیں کس نے اجازت دی میرے معاملے میں بولنے کی" شہاب نے اسے چٹیا سے پکڑ لیا

"میں تو" بات اس کے گلے میں ہی اٹک گئی دروازے پر دستک ہوئی شہاب نے جھٹکے سے اس کے بال چھوڑے

"آج کے بعد بکواس کی تو زبان کاٹ دوں گا" دھیمے مگر سخت لہجے میں تنبیہ کر کے وہ باہر کی سمت بڑھ گیا ہما آنسو پیتی خاموشی سے اس کی پشت دیکھتی رہ گئی

☆☆☆☆☆☆

فیضان نے اسے محبتوں کے سائے میں رخصت کیا اس کی دائمی خوشیوں کی دعا دیتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو بھی نہ سوچا تھا کہ اس کی معصوم بہن کو یہ دعائیں راس نہ آئی تھیں ہر لڑکی کی طرح وہ بھی نئی زندگی کے بہت سے سہانے سنپنے پلکوں پر سجا کر آئی تھی جسے ایاز نے بڑی بے رحمی سے پاؤں تلے روند دیا

پہلے ہی دن نشے میں دھت ایاز نے اس کی نسوانیت کے پر خچے اڑا دیئے اس نے صاف الفاظ میں تہمی کو باور کروا دیا کہ حمیرا کا نشہ اس کے سر چڑھ کر بول رہا ہے

"تجھے پتا مجھے کون پسند ہے؟؟" اس نے تہمی کے کندھے پر ہاتھ مارا وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی "تیری بھابی" اس نے تہمی کی طرف اشارہ کر کے بتایا

"حمیرا مجھے بھی پسند ہے اور تیرے بھائی کو بھی فیضان کو نہیں شہاب کو" اس حقیقت پر تہمی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں "ویسے ہے تو.. تو بھی بہت خوبصورت" اس نے اپنی لال آنکھوں سے اسے گھورا وہ خوفزدہ سی ہچکیوں سے رونے لگی

"روکیوں رہی ہے؟؟ ہاں؟؟ کون مر گیا تیرا؟؟ اب تو میری اجازت کے بغیر نہیں روے گی.. سنا تو نے... نہ ہنسے گی نہ روے گی.. سمجھی"

"جی" تہمی نے سہم کر سر ہلادیا

☆☆☆☆☆☆

فیضان ایک بار پھر چلا گیا حمیرا نے اس بار اسے روکنے کی کوشش نہ کی اسے فیضان سے جس قسم کی محبت چاہئے تھی وہ نہ مل رہی تھی فیضان کو بچوں سے شدید محبت تھی ہر روز سناپ پر جو جو سے گھنٹوں باتیں کرتا نہ تھکتا تھا فیضان نے کبھی حمیرا سے اونچی آوازیں بات نہ کی تھی وہ محبت سے زیادہ اس کی عزت کرتا تھا مگر حمیرا کو یہ سب نہ چاہئے تھا تبھی اس کی نظر التفات کا رخ ایاز کی جانب ہو گیا حمیرا کے ساتھ ایاز کی ملاقاتیں روز ہونے لگیں دوسری طرف تہمی پر دائرہ زندگی تنگ ہو گیا پہلے پہل بات صرف لفظی مار تک کی تھی اب ایاز ہاتھ اٹھانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا اب بھی ایسا ہی ہوا وہ باہر سے

لوٹا تو تہی کو چائے کا کہہ کر کمرے میں چلا گیا تہی نے چائے بنائی مگر چینی شاید کم تھی ایاز نے سارا کپ اس پر الٹ دیا گرم چائے نے اسے ٹپا کر رکھ دیا

"چائے بھی نہیں بنائی آتی تجھے جاہل کام چور عورت" ایاز نے اس کی تکلیف کو نظر انداز کر کے کہا

"سارا دن کرتی کیا رہتی ہے تو کہیں میرے پیچھے سے باہر تو نہیں نکل جاتی" وہ اس پر الزام لگا رہا تھا

مگر خود اپنے گریبان میں جھانکنے کی کوشش نہ کی تھی

وہ نفرتوں کا سوال کرے

مجتوں کا جواب مانگے

کہ میرے حصے میں کانٹے لکھ کر

وہ مجھ سے تازہ گلاب مانگے

یہ چاہتوں کے کڑی مسافت

چلیں ہے تنہا شکست خوردہ

کوئی تو میرا بھی درد جانے

کوئی تو اس سے حساب مانگے

☆☆☆☆☆☆

"کب شادی کرو گے مجھ سے؟" حمیرا نے ایاز کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا

"بہت جلد میری جان" وہ اس کا ہاتھ تھام کر مسکرایا

"کب تین ماہ سے یہی سن رہی ہوں جو جو بڑا ہو رہا ہے اب تو ملاقاتیں کرنے سے بھی ڈر لگتا ہے"

"افوہ یار بس یہ بچہ دنیا میں آجائے پھر تم سے شادی کر لوں گا"
 "تہی کو چھوڑ دو گے؟؟"

"نہیں وہ بھولی سی ہے ہمارے درمیان نہیں آئے گی"

"مگر میں کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی اور تمہیں بچے کی اتنی کیا ٹینشن ہے ایسا نہ ہو
 بچے کے بعد تمہارا دل میری طرف سے پھر جائے"

"ایسا ممکن ہی نہیں بس میں اپنا بیٹا کھونا نہیں چاہتا اور تہی کو ڈاکٹر نے ٹینشن فری رہنے کو کہا ہے
 بس کچھ ماہ صبر کر لو" وہ آنکھ دبا کر ہنس دیا حمیرا نے ذہن کو فیضان کی طرف کر لیا اب اسے سوچنا تھا کہ
 فیضان سے کیسے جان پھڑانی ہے جس کا دل اسکی سرد مہری کے باوجود بھی سخت نہ ہو پایا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

ندرت اور وقار کی شادی سے کچھ ہی دن قبل فیضی اور سکندر پاکستان آئے تھے فیضی سجاد درانی کے
 بے حد اصرار پر حمیرا اور بچوں کو لے کر نواب والا گیا جہاں ان کا شایان شان استقبال کیا گیا سب بہت
 اچھے سے ملے مگر صبی سب سے زیادہ چمک رہی تھی وہ فیضان کو اپنا بھائی سمجھ کر ٹریٹ کر رہی تھی مگر
 حمیرا کے دماغ میں شک کا کیڑا بیدار ہونا شروع ہو گیا اسے جہاں کوئی خود سے بہتر نظر آتا وہ یونہی جل
 جاتی تھی اب بھی ایسا ہی ہوا اور یہیں سے فیضان کی بربادی کا دور شروع ہوا

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سکندر بھائی مجھے آپ سے بات کرنی ہے" اس نے لاؤنج سے گزرتے سکندر کو مخاطب کیا
 "جی بھائی" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا

"یہ صبحی آئی مین آپ کی منگیتر ہے نا" سکندر ٹھٹھا کا

"جی ہاں آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟؟؟"

"آپ کی کوئی جذباتی وابستگی بھی ہے یا؟؟؟"

"آپ صاف صاف بات کریں کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟؟؟" اب کے سکندر نے لہجہ سخت کیا وہ سیدھی ہوتی تھوڑا آگے کو جھکی

"ایکچولی بھائی بات ایسی ہے کہ مجھے شرم آرہی ہے کہتے ہوئے لیکن اگر اب بھی نہ کہوں گی تو خاموشی میرے لیے عذاب بن جائے گی فیضان" وہ کی سکندر سانس روکے اسے سن رہا تھا "فیضی صبحی کو پسند کرتا ہے اور شاید صبحی بھی" اس کے چہرے پر جھوٹ کا شائبہ تک نہ تھا وہ اتنی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی کہ سکندر کو اس کا یقین کرنا ہی پڑا

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے بھابھی" وہ اب بھی بے یقین

ساتھا

"آپ نہ مانیں مگر میں یہ سب صرف آپ کو ہی بتا سکتی ہوں آپ صبحی کو روکیں اسے سمجھائیں میں اپنا گھر برباد نہیں کرنا چاہتی مجھے فیضان سے بے حد محبت ہے مجھے اکثر فیضی نے صاف صبحی کا نام لے کر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟؟؟" وہ بڑی مہارت سے شک کا بیج سکندر کے دل میں بو چکی تھی اسے ساکت چھوڑ کر مسکراتی ہوئی اٹھ گئی وہ سنبھل کر اٹھا اور باہر کی جانب قدم بڑھائے

جب اسے صبحی کے کھلکھلانے کی آواز آئی گردن موڑ کر دیکھنے پر اسے جھٹکا لگا صبحی کے ہاتھ میں پائپ تھا جس سے وہ فیضان کو گیل کر رہی تھی شک پر یقین کی مہر ثبت ہو چکی تھی اشتعال کو دل میں دباتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا

☆☆☆☆☆☆

اگلے دن فیضی اور حمیرا نواب والا سے واپس آگئے واپسی پر اسے سکندر کہیں نظر نہ آیا فیضان نے کال کی تو نمبر بند ملا وہ پریشان ہو گیا ایسا پہلی بار ہوا تھا

☆☆☆☆☆☆

تہی کو ایاز نے گھر سے نکال دیا تھا

"اگر تجھے اپنے بچے کو زندہ رکھنا ہے تو جا اپنے بھائی کے پاس اور اسے کہہ کہ حمیرا کو طلاق دے دے جا" وہ نشے میں تھا تبھی محسوس نہ ہوا کہ کیا بول رہا ہے روتی دھوتی تہی واپس شاہ حویلی آگئی یہاں اس نے کسی سے کوئی ذکر نہ کیا ہما اس کا بے حد خیال رکھنے لگی سردیوں کی ایک ٹھہرتی شام میں جازم ایاز اس کی گود میں آگیا وہ بے حد خوش تھی ننھے منے جازم کے وجود سے اسے کچھ عرصے کے لیے ہی سہی سارے غموں سے چھٹکارا مل گیا

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

"سکندر..... بیٹھو مجھے بات کرنی ہے" سجاد درانی نے سکندر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا "جی" وہ اکتائے ہوئے لمبے میں بولا سجاد درانی نے بغور اسے دیکھا

"کیا بات ہے اتنا کھڑے کھڑے کیوں رہتے ہو..... فیضان کا فون آیا تھا وہ شکایت کر رہا تھا کہ تم اس سے بات نہیں کرتے" آخری بات پر اس کے چہرے کے عضلات مزید تن گئے

"میں کر لوں گا بات جب دل چاہے گا آپ بتائیں کیا کہنا آپ کو" لہجہ اب بھی ہنوز تھا

"ہوں" انہوں نے گہری سانس بھری

"میں اور تمہاری مہیا چاہتی ہیں کہ تمہارا اور صبحی کا نکاح بھی وقار اور ندرت کے ساتھ ہی کر دیا جائے کیا خیال ہے تمہارا" اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا جیسے وہ بہت ضبط کر کے بیٹھا ہو

"آپ نے صبحی سے پوچھا" قدرے توقف کے بعد جواب موصول ہوا

"مجھے یقین ہے کہ وہ انکار نہیں کرے گی" انہوں نے پر یقین لہجے میں کہا وہ مزید تپ گیا

"تو کیا آپ کو مجھ پر ہی یقین نہیں تھا"

"مجھے تم پر بھی یقین ہے مگر...."

"اگر مگر کو چھوڑیں اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں انکار کر دوں گا تو بالکل ٹھیک لگتا ہے میں ایک بدکردار دھوکے باز اور منافق لڑکی سے ہرگز شادی نہیں کر سکتا" وہ بھڑک کر بولا اس کا چہرہ تپش چھوڑنے لگا

تھا اس کے لفظوں نے چند لمحوں کو تو سجاد صاحب کو ساکت کر دیا

"کیا بکواس کر رہے ہو"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں..... جانتے بھی ہیں آپ کس کو پسند کرتی ہے آپ کی اعلیٰ ذہین دماغ والی بیٹی فیضان کو... آج کل اسی کے ساتھ چکر چلا رہی ہے... آئی م سوری میں کسی ایسی لڑکی کو اپنا ہمسفر نہیں بنا

سکتا جس کے دل میں کوئی اور ہو" وہ دو ٹوک انکار کر گیا تھا نہ صرف انکار بلکہ اس کے کردار کو داغدار بھی کر گیا تھا سجاد صاحب کے پاس لفظ ختم ہو گئے تھے

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے سکندر... میں نہیں مانتا... میں نہیں مانتا" وہ نفی میں سر ہلاتے صوفے پر سے اٹھے وہ بغیر کچھ کسے لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا

☆☆☆☆☆☆

"تمہی ایاز جازم کو دیکھنے کیوں نہیں آیا... نام بھی تم نے اکیلی نے رکھ لیا" ہما کے پوچھنے پر اس کے چہرے پر سایہ سالہرایا

"یہ میرا بیٹا ہے آپ... میں خود ہی نام رکھوں گی" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی فیضان جو جازم کو پیار کر رہا تھا چونک گیا

"کیا بات ہے تمہی" وہ پریشان سا پوچھنے لگا
 "کچھ نہیں بھائی می..... وہ بس ایسے ہی" وہ گڑبڑا گئی اپنے بھائی کی کو دل کے پھپھو لے دکھا کر دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی

www.urdu novels mania.com

"مجھے بتاؤ کیا بات ہے" وہ اٹھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھا
 "وہ بس بابا کی یاد آ رہی تھی" اس نے بروقت بہانہ تراشا تبھی جو جو کی شرارتی آواز نے اس کی توجہ کھینچ لی

"پھوپھو دیکھیں جازم کا نوز بالکل میرے اور بابا جیسا ہے نا" اس نے جازم کی ناک چھو کر کہا تمہی سب بھلا کر ہنسے لگی اسے اپنا یہ بھتیجا بہت پیارا تھا بے اختیار ہی اسے کھینچ کر گلے سے لگایا

☆☆☆☆☆

سکندر کا انکار سب کے لیے کسی شک سے کم نہ تھا صبی تک بھی اس کا انکار پہنچ چکا تھا اختلافات اور لڑائی می اپنی جگہ مگر بچپن سے لے کر اب تک اس کی خوابوں کی دنیا کا شہزادہ اگر کوئی می تھا تو صرف سکندر تھا اس کے انکار نے اسے ہلا کر رکھ دیا پھر سب سے زیادہ حیرت اسے تب ہوئی می جب سجاد صاحب نے اسے ہلا کر اسکی پسند پوچھی

"بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" وہ سنبھل کر بولی

"جو پوچھا ہے وہ بتاؤ" وقار نے غصے سے کہا سجاد صاحب کو برا تو لگا مگر خاموش رہنا مجبوری تھی "مجھے کوئی می پسند ہوتا تو پہلے ہی بتا دیتی.... ایسی کوئی می بات نہیں ہے بابا یقین کریں" اس کے لہجے کی پختگی نے سجاد صاحب کو پھر سے زندہ کر دیا جو وہ سوچ رہے تھے ایسا کچھ نہ تھا یقیناً سکندر کو غلط فہمی ہوئی می ہے مگر ان کے سمجھانے کے باوجود سکندر نے ہامی نہ بھری بے حد طیش اور غصے میں آ کر انہوں نے ندرت کی جگہ صبحی کو ہاشم کے سنگ رخصت کرنے کا فیصلہ سنا دیا سب دم بخود رہ گئے "میری بیٹی کوئی می گری پڑی نہیں ہے جو تمہاری منتیں کروں اسی دن رخصت کر کے دکھاؤں گا جس دن کا طے کیا ہے جاؤ دفعہ ہو جاؤ.. دور ہو جاؤ میری نظروں سے" انہوں نے سکندر کو دھکا دے کر پیچھے دھکیلا وہ ایک تلخ اور سلگتی نگاہ صبحی پر ڈال کر باہر نکل گیا

☆☆☆☆☆

"نہیں مافی نا تم نے میری بات" آج ایاز حویلی آیا تھا اور سیدھا تہمی کے کمرے میں چلا آیا وہ جو جازم کو سلار ہی تھی فوراً اٹھی

"کون سی بات" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا اب وہ اپنے بھائی کے گھر تھی تو کیسا
ڈر

"بڑی ہمت آگئی ہے تجھ میں ہوں" اس نے بے دردی سے تہمی کے بال جکڑے وہ چیخ پڑی
"ابھی بتاتا ہوں تجھے" اس نے کھینچ کر تھپڑ اس کے منہ پر مارا وہ پیچھے کو گری اس کی چیخ سن کر ہما
کمرے میں آئی سامنے کا منظر دیکھ کر اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا وہ بے دریغ اسے مارنے لگا ہما جو
ساکت کھڑی تھی فوراً ہوش میں آئی اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی کسی نے ایاز کو گریبان سے
تھام لیا

"ہمت کیسے ہوئی تمہاری میری بہن پر ہاتھ اٹھانے کی" آواز بلاشبہ فیضان کی تھی تہمی نے چونک کر
سر اٹھایا سرخی چھلکاتی رنگت لیے غمیض و غضب کی تصویر بنایا اس کا نیاروپ تھا ایاز کو ایک لمحہ لگا تھا
سنسنی میں

"میری بیوی ہے یہ جو مرضی کروں تو کون ہوتا ہے..." بات پوری ہونے سے پہلے ہی فیضان کا ہاتھ
اٹھا اور اس کی زبان بند کروا گیا اس کے تھپڑ نے ایاز کو مزید مشتعل کر دیا
"مجھے چھوڑ اپنی بہن سے پوچھ کس کے ساتھ یاریاں لگاتی پھر رہی ہے ایک بدکردار".....

"خاموش" فیضان نے اس کا جبراً پکڑ لیا "خاموش ایک لفظ مت بولنا.... تو کہے گا اور میں مان لوں گا...
میری بہن پر ساری دنیا بھی الزام لگائے تو میں نہ مانوں.... اتنا یقین ہے مجھے... اگر تم بابا سائیں کی
پسند نہ ہوتے تو شوٹ کر دیتا تھیں" وہ پھنکار رہا تھا ایاز کو نیا خیال سوجھا وہ اس کے ہاتھ جھٹکتا دو قدم
پیچھے ہوا

"ہاہاہا... تیرے بابا.... وہ تو اس شادی کے حق میں ہی نہ تھا ہاہاہا" وہ اونچی اونچی ہنسنے لگا اور فیضان کو اپنے اوپر چھت گرتی محسوس ہوئی

"تیرے سوتیلے بھائی نے جھوٹ بولا تھا تجھ سے.... صرف بدلہ لینے کے لیے" وہ سارے رازا گل رہا تھا حمیرا کے ہاتھ پیر کا نپنے لگے اس سے پہلے کہ وہ مزید گل افشانی کرتا تھی دھڑام سے زمین بوس ہوگئی سب کو تھی کی طرف متوجہ دیکھ کر ایاز نے جازم کو اٹھایا اور خاموشی سے نکل گیا جت تک انہیں خبر ہوئی دیر ہو چکی تھی

☆☆☆☆☆☆

سکندر کو جب یہ خبر ملی تھی وہ اشتعال کو چھونے لگا یہ بات اس کی غیرت پر تازیانہ تھی کہ وہ جس سے شادی کرنے والا تھا اس کی ہونے والی بیوی کسی غیر مرد سے تعلقات بڑھا رہی تھی اور غیر بھی وہ جو اس کا دوست تھا جگری یار تھا اس نے ایک بار بھی بات کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کی تھی سچ کو پرکھنا نہ چاہا تھا بس آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا اسے صبحی سے چڑھتی جلن تھی مگر نفرت نہ تھی لیکن اب وہ اس سے نفرت کرنے لگا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ اس نے صبحی سے شادی نہیں کرنی مگر اسے معاف بھی نہیں کرنا وہ شادی سے انکار تو کر آیا تھا مگر صبحی اور فیضان کا راستہ صاف نہیں کرنا چاہتا تھا وہ ان دونوں کو سخت سے سخت سزا دینا چاہتا تھا ایسی سزا جس سے اسکے دل میں لگی انتقام کی آگ سرد ہو جائے اور یہ موقع اسے بہت جلد میسر آ گیا تھا

☆☆☆☆☆☆

ایاز لاپتہ ہو چکا تھا فیضان اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسے ڈھونڈ نہ پایا جازم کی گمشدگی نے تہی کو ذہنی مریضہ بنا دیا فیضان بہن کی حالت پر کڑھتا رہتا وہ بیٹھے بیٹھے کھو جاتی کبھی چیخنے چلانے لگتی اس کی حالت ابتر تھی دوسری طرف سکندر فیضی سے بات کرنے کا روادار نہ تھا اس کا اجنبی انداز فیضان کو کچھ کے لگا رہا تھا حمیرا بھی اکھڑی اکھڑی رہنے لگی تھی اگر کوئی می اس کا اپنا تھا تو وہ صرف جو جو تھا جو رات دیر تک اس کے گھٹنوں پر سر رکھے اپنے باپ کے درد کو محسوس کیا کرتا تھا

☆☆☆☆☆☆

وہ گہری سوچ میں گم تھی جب ندرت دروازہ کھول کر اندر آئی می غصے کی زیادتی سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا صبحی چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی

"کیا ہوا"

"کتنی معصوم شکل ہے تمہاری کوئی می جان ہی نہیں سکتا کہ کیسی کینہ پرور عورت ہے تمہارے اندر... ارے ڈائےن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے مگر تم... تم سے اپنی بہن کی خوشیاں برداشت نہ ہوئی ہیں

"وہ اپنی بھڑاس نکال رہی تھی صبحی گم صم سی اس کا چہرہ دیکھے گئی وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس کے اندر کیسی توڑ پھوڑ ہو رہی ہے جس شخص کے خواب بچپن سے آنکھوں میں سجے ہوں وہ ایک پل میں بکھر جائیں تو انسان نہ زندوں میں رہتا ہے نہ مردوں میں

☆☆☆☆☆☆

وہ شہر جا رہا تھا جب اسے سکندر کی کال موصول ہوئی می اس نے سرعت سے کال پک کی

"ہیلو سکندر یا رکھیے ہو... اتنا مس کیا میں نے تمہیں... اب بھی میں تم سے ملنے ہی آرہا تھا" کوئی ی گلہ شکوہ کیے بغیر وہ شروع ہوا لہجہ خوشی سے لبریز تھا مگر مقابل کو اس سے سروکار نہ تھا

"ہاں میں بھی تم سے ملنا چاہ رہا تھا" سکندر کا لہجہ ہر احساس سے عاری تھا مگر فیضان اپنی خوشی میں محسوس ہی نہ کر سکا

"ہاں ہاں کیوں نہیں بتاؤ کہاں ملیں"

"میں ذرا بڑی ہوں سب شادی کی تیاریوں میں مصروف ہیں تم یوں کرو صبحی کو کالج چھوڑ دو اس کی آج ایوننگ کلاس ہے پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ملنا ہے" سکندر نے بات پوری کرتے ہی کال کاٹ دی اس کے ذہن میں کیا چل رہا تھا اس سے بے خبر فیضان نے مسکراتے ہوئے گاڑی نواب والا کی طرف موڑ لی

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

سکندر کے پلان کے مطابق فیضان صبحی کو لینے نواب والا پہنچ گیا مرد حضرات گھر سے نکلے ہوئے تھے صبحی نے جلدی میں ماریہ بیگم سے اجازت لی اور فیضان کے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھ گئی اصل بات سے وہ بھی انجان تھی دوران سفر ہی فیضان کو اطلاع ملی کہ تہی کی طبیعت خراب ہوگئی ہے اس نے صبحی کو کالج کے گیٹ پر اتارا اور زن سے گاڑی دوڑالے گیا صبحی کالج تک پہنچ چکی تھی اب آگے کا کام سکندر لے لیے کوئی مشکل نہ تھا

☆☆☆☆☆☆

اسے جب ہوش آیا تو وہ بیڈ پر تھی ذہن پر زور ڈالنے سے یاد آیا کہ وہ کالج کے عین سامنے تھی جب کسی نے اس کے منہ پر رومال رکھ کر اپنی جانب کھینچ لیا یہ خیال ہی سوہان روح تھا کہ وہ اغوا ہو چکی ہے وہ پھرتی سے بیڈ سے اتری سامنے صوفے پر سکندر کو بیٹھے دیکھ کر اسے اطمینان ہوا

"سکندر وہ کالج کے گیٹ کے سامنے..." بات کرتے کرتے اس نے نظر گھمائی می درواہ بند تھا اور کمرہ نیم تاریک

"یہ ہم کہاں ہیں سکندر" اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا

"تم... تم محفوظ ہو آرام سے بیٹھو" سکندر نے اطمینان سے کہتے ہوئے سگریٹ کو الیش ٹرے میں مسلا "کیا مطلب سکندر.... مجھے کالج کے گیٹ سے آپ نے" وہ خوفزدہ سی کہہ رہی تھی سکندر نے سر تا پیر اسے دیکھا بے شک وہ بے حد خوبصورت تھی اس کے اندر کا شیطان جا گئے لگا تھا

"اگر تم میری نظروں میں دھول جھونک سکتی ہو تو میں بھی ایسا کرنے کا حق رکھتا ہوں میڈم"

"کیا... میں نے کیا کیا ہے" اسکی آنکھوں میں حیرانی درآئی

"تم نے کیا نہیں کیا... میرے ہی دوست سے چھپ کر چکر چلاتی رہی... اتنا بڑا دھوکہ دیا تم دونوں نے مجھے... مجھے لا علم رکھ کر اتنا بڑا کھیل کھیلے رہے" وہ بھڑک کر صوفے سے اٹھا صبحی حیرت سے منہ کھولے اسے سن رہی تھی

"کیا سمجھتے تھے مجھے کچھ پتا نہ لگے گا تم دونوں اتنی آسانی سے مجھے بے وقوف بناؤ گے اس فیضی کو تو میں بعد میں پوچھوں گا آج تم سے نمٹ لوں اپنی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ محترمہ" وہ خباثت سے کہتا اس کی

طرف بڑھا

"کیا کہہ رہے ہیں آپ...مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی" وہ چیخ اٹھی

"فیضان سے کیا رشتہ ہے تمہارا ہوں بولو کیا لگتا ہے تمہارا جو اس سے تنہا بیویوں میں ملتی رہی تم" وہ اس کے شفاف کردار کی دھجیاں بکھیر رہا تھا نفرت بھرے جملے اس کی سماعتوں کی نذر کر رہا تھا

"آپ کو مجھ سے شادی سے انکار کرنا تھا کر دیا اتنا گھٹیا الزام لگا کر ذلیل کرنے کا کوئی می حق نہیں آپ کو سمجھے" صبحی کو بھی غصہ آگیا

"حق حاصل کر بھی کون رہا ہے تم جیسی لڑکیوں پر حق نہیں تسلط جمایا جاتا ہے ذلت سے نوازا جاتا ہے

"سکندر نے دھاڑتے ہوئے اسے بیڈ پر دھکیلا اس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا وہ اشتعال کی حدوں کو چھوٹا اس کی طرف پیش رفت کر چکا تھا وہ فرار کی ہر راہ مسدود پارہی تھی منتیں کر رہی تھی کمرہ اس کی فریاد کناں چیخوں سے گونج رہا تھا اور وہ اس کی ہر فریاد کو ٹھوکروں پر رکھتا اس کی عزت کو پامال کر چکا تھا اپنے مزموم عزائم میں کامیاب ہوتے اس نے تنفر سے ایک نظر صبحی پر ڈالی اور منکٹا چلا گیا

☆☆☆☆☆☆

شادی سے دو دن قبل صبحی کی گمشدگی نے نواب ولایت میں قہر برپا کر دیا سکندر شام میں گھر لوٹا وہ بے حد خوش تھا خوشی کو دل میں دباتے اس نے لاؤنج میں بیٹھے نفوس پر نگاہ دوڑائی حیات کے علاوہ سب موجود تھے

"کیا بات ہے آپ لوگ پریشان کیوں ہیں ?? اور ماما آپ روکیوں رہی ہیں" اس نے سب سے سوال کرتے آخر میں ماریہ بیگم کو دیکھا

"صبحی.... میری بچی نہ جانے کہاں ہے۔۔۔ دوپہر کی نگلی ابھی تک گھر نہیں لوٹی" ماریہ بیگم نے روتے ہوئے بتایا سکندر نے چونکنے کی کمال اداکاری کی

"کی کہاں تھی وہ"

"کالج" جواب ندرت کی طرف سے آیا سب کی نسبت اس کا چہرہ پر سکون تھا

"تو وہیں ہوگی"

"نہیں ہے حیات نے پتا کروایا ہے وہ کالج کی ہی نہیں" فتنہ بیگم نے شرمندہ لہجے میں نظریں جھکا کر کہا سکندر نے ماتھے پر بل ڈال لیے

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا اسے اتنی ڈھیل مت دیں مگر کسی نے سنی ہی نہیں میری" اس نے سجاد صاحب کی طرف دیکھ کر طنز کیا "کون چھوڑنے گیا تھا اسے" سب کچھ اس کے پلین کے مطابق ہو رہا تھا وہ دل ہی دل میں خوش تھا مگر چہرے کو سنجیدہ ہی رکھا

"فیضان" کئی لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے جب ماریہ بیگم نکلے لبوں نے حرکت کی

"واٹ۔۔۔ اسے کس نے گھر میں آنے دیا اور غیر مرد کے ساتھ اسے کیسے جانے دیا کس نے

اجازت دی اسے" وہ چنگھاڑتا ہوا بولا

"میں نے۔۔۔ مجھ سے پوچھا تھا اس نے" ماریہ بیگم کے جواب پر وہ خاموش ہو گیا چند لمحے لاؤنج میں خاموشی چھائی رہی سکندر سجاد صاحب کے سامنے جا رکا

"کہا تھا میں نے آپ کو۔۔۔ آپ نے یقین نہیں کیا تھا دیکھ لیا انجام بھاگ گئے وہ دونوں ہماری عزت کو نیلام کر گئے"

"سکندر" سجاد صاحب ٹپ کراٹھے

"میں سچ کہہ رہا ہوں بابا آپ مانیں یا مانیں حقیقت یہی ہے" وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا
"میں نے بلوایا ہے فیضان کو ابھی معلوم ہو جائے گا" سجاد رانی نے لاؤنج میں چکر لگاتے ہوئے کہا وہ
سب کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہے تھے

"اور آپ کو لگتا ہے وہ مان جائے گا" ابھی بات سکندر کے منہ میں ہی تھی جب ملازم نے فیضان کے
آنے کی اطلاع دی سجاد صاحب نے اسے یہیں بھیجنے کا حکم دیا ساتھ ہی سکندر کو خاموش رہنے کی تنبیہ
کی وہ لب بھیتار رخ پھیر گیا فیضان سلام کرتا آگے بڑھ آیا خلافت معمول کسی نے بھی گرم جوشی سے
جواب نہیں دیا جو کہ اسے بے حد محسوس ہوا وہ حیران ہوتا سب کے چہرے تنکے لگا
"کیا بات ہے آپ لوگ اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں" سجاد صاحب نے جانچتی نظروں سے اسے
دیکھا

"صبحی کو تم لے کر گئے تھے"

"جی۔۔۔۔ میں ہی اسے کالج چھوڑنے گیا تھا" اس نے مدہم سا جواب دیا

"کس کی اجازت سے لے کر گئے تھے تم" وقار غصے سے بولا

"مجھے سکندر نے کہا تھا کہ۔۔۔۔۔" وہ ابھی بات کر ہی رہا تھا جب بے حد طیش میں سکندر پلٹا اور کھینچ کر

ایک تھپڑ فیضان کے منہ پر مارا وہ اس کے لیے تیار نہ تھا لڑکھڑا گیا صوفے پر ہاتھ رکھ کر بمشکل خود کو
گرنے سے بچایا

"جھوٹ۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔۔۔ شرم آنی چاہیے تمہیں خود کو بچانے کے لیے تم اس حد تک بھی گر سکتے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا" سکندر کے الفاظ نے اسے گنگ کر دیا تھپڑ سے زیادہ اس کی باتوں نے دل دکھایا تھا اس کی آنکھوں سے چھلکتی نفرت اور اجنبیت کی چنگھاڑیاں اسے بھسم کر گئی تھیں وہ نمی چھپانے کو نظریں جھکا گیا اسکی اس حرکت نے شک پر یقین کی مہر ثبت کر دی

"دیکھا۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں صبحی اسی کے پاس ہے اور بے غیرتی دیکھیں کتنی ڈھٹائی سے ہمارے سامنے کھڑا ہے" اس پر الزام لگانے میں سکندر سب سے آگے تھا وہی دوست جو کبھی جان چھڑکتا تھا آج جان لینے کے درپے تھا سجاد صاحب شکستہ قدموں سے چلتے فیضان کے سامنے آ کر کے

"تم صبحی کو یہاں لے آؤ میرا وعدہ ہے تم دونوں کی شادی خود کرواؤں گا مگر میری عزت کا جنازہ مت نکالو یہ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں" انہوں نے سچ مچ میں ہاتھ جوڑ دیے فیضان حق دق رہ گیا اس نے سرعت سے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے

"ایسا کچھ نہیں ہے آپ مجھ سے قسم لے لیں پر میرا یقین کریں ایسا کچھ نہیں ہے" وہ ان کے ہاتھوں پر سر رکھ کر بلک پڑا جہاں سجاد درانی کو اس کی بے گناہی کا یقین آیا وہیں سکندر کو اپنا پلان فیل ہوتا نظر آ رہا تھا تبھی سجاد صاحب کے جاتے ہی بے حد مشتعل ہو کر اس نے فیضان کا گریبان تھام لیا

"لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے" یہ کہہ کر اس نے پیٹنا شروع کر دیا فیضان نے اس کا ہاتھ نہ روکا تھا سب خاموش تماشا بنے ہوئے تھے جب مار مار کر تھک گیا تو اسے کالر سے پکڑ کر گھسیٹنا

شروع کر دیا اور دروازے سے باہر دھکیل دیا فیضان نے سر اٹھا کر ایک آخری نظر اس پر ڈالی دروازہ بند کرنے سے پہلے جو آخری الفاظ سکندر نے سنے تھے وہ اسے ساکت کرنے کو کافی تھے

"سکندر... میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ مگر ایک وقت آئے گا جب تمہیں میری بے گناہی کا یقین آئے گا تب یہ دوست تمہیں بہت یاد آئے گا مگر ڈھونڈنے سے بھی کہیں نظر نہ آئے گا" استین سے ہونٹوں کے کناروں سے خون پونجھتا نمکین پانیوں سے بھری آنکھوں سے دیکھتا وہ الوداعی ہاتھ ہلاتا لڑکھڑاتا ہوا پلٹ گیا سکندر کتنی ہی دیر خالی الذہنی کے عالم میں وہیں کھڑا رہا

♡♡♡♡♡♡♡♡♡♡

صبحی دودنوں سے بے ہوش تھی اتنا بڑا شاک اس کا دماغ برداشت نہ کر پایا تھا سکندر نے اسے ہوش میں لانے کی پوری کوشش کی تھک ہار کر وہ اسے قریبی ہاسپٹل لے گیا نفرت اور تلخیاں اپنی جگہ مگر وہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرواتے وقت اسے ان کی فیملی ڈاکٹر۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فرزانہ غفور نے دیکھ لیا چونکہ وہ صبحی اور سکندر کو جانتی تھیں تبھی انہوں نے نواب والا اطلاع دی سجاد صاحب دوڑے چلے آئے صبحی کی حالت سیریس تھی سکندر اس سب سے انجان اپنے کمرے میں بیٹھا آگے کا سوچنے میں مصروف تھا یہ تو بہر حال طے تھا کہ اسے صبحی سے کوئی رشتہ کوئی تعلق نہ رکھنا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ماہ ہسپتال میں گزارنے کے بعد صبحی نواب و لا واپس آگئی اجڑی اجڑی سی بکھری بکھری سی... ماریہ بیگم اس کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گئیں.. سکندر اسے ہسپتال چھوڑنے کے بعد منظر عام سے غائب ہو گیا تھا وہ جانتا تھا کہ نواب ولایت تک خبر پہنچ چکی ہے تبھی گھر آنے سے ہچکچا رہا تھا صبحی کی حالت سجاد صاحب کو خون کے آنسو رلا رہی تھی خاموش ہونٹوں پر جامد چپ۔۔۔۔۔ ماریہ بیگم نے اس سے محبت سے پوچھنا چاہا مگر اس کی ویران آنکھوں میں اترتی وحشت نے انہیں خاموش کر دیا اور پھر وقار کی سختی اور سجاد صاحب کی نرمی بھی اس کی زبان نہ کھلوا پائی وہ بولنا بھول گئی تھی ہنسنا چھوڑ گئی تھی آنکھیں سوکھ گئی تھیں تبھی سکندر چلا آیا خلاف توقع اس سے کوئی سوال جواب نہ کیا گیا وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی تھا مگر یہ خوشی اس وقت غارت ہو گئی جب سجاد صاحب نے اسے کمرے میں بلا کر نکاح کا حکم صادر کیا

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ" وہ بے یقینی کے عالم میں بولا

"وہی جو تم سن رہے ہو۔۔۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو مگر جواب ہاں میں ہی ہونا چاہیے۔۔۔ اس سب کا قصور وار جو بھی ہے مگر میں اب صبحی کے معاملے میں کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کر سکتا.... اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لو چاہے ہنس کر کرو یا رو کر" وہ حکم صادر کر رہے تھے بے حد کرختگی سے۔۔۔ سکندر اپنے ہی پچھائے جال میں پھنسنے لگا

"ایک۔۔۔ ایک ایسی لڑکی جس کا دامن داغدار ہے وہ آپ میرے سر منڈھ رہے ہیں ہرگز نہیں بابا جان ہرگز نہیں..."

وہ نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہٹ رہا تھا

"آپ اسکو بلوائیں جو اس سب کا قصور وار ہے" سجاد صاحب نے آگے بڑھ کر اسے گریبان سے تھام

لیا

"میں نے تم سے رائے نہیں مانگی حکم سنایا ہے اور میرے حکم سے انحراف تمہیں نواب والا سے در بدر کر دے گا سمجھے" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہے گئے حکمیہ الفاظ اسے دنگ کر گئے وہ جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ کر باہر نکل گئے وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسا بس یہ سوچتا رہ گیا کوئی پرانی بیٹی سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے کہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال دے

☆☆☆☆☆☆☆☆

اور پھر اسے ماننا پڑا اتنی پر آسائش زندگی کو چھوڑنا اس کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا صبحی نے غائب دماغی سے نکاح نامے پر دستخط کر دیئے وہ انجان تھی کہ جو شخص اس کی تباہی و بربادی کا ذمہ دار ہے وہی اس کا نصیب بنا دیا گیا ہے نکاح کے بعد صبحی کو بے ہوشی کا دورہ پڑا اور اس دوران جو خبر ڈاکٹر نے سنائی وہ نواب والا پر قبر بن کر اتری فتنہ بیگم پورے قد سمیت زمین بوس ہو گئیں یہ دن اسکے لیے اذیتوں بھرا تھا جہاں ایک طرف ماں یہ دنیا چھوڑ گئی وہیں سارے خونی رشتوں نے منہ موڑ لیا وقار اسے دیکھ کر آپے سے باہر ہونے لگتا ماریہ بیگم کو چپ لگ گئی ماہی اور ندرت کے طنز میں ڈوبے الفاظ اور نفرت بھری نگاہیں ہمہ وقت اسکے وجود سے لپٹی رہتیں مگر وہ وہاں موجود ہی کب تھی جو محسوس کرتی اس کے دوہی سائبان تھے جو مضبوط دیوار بنے اس کے آگے کھڑے تھے سجاد صاحب اتنا سب کچھ ہو جانے بعد بھی اس سے منہ نہ موڑ پائے تھے شاید سگا باپ بھی ہوتا تو اس موقع پر ساتھ چھوڑ جاتا مگر نہ جانے کیسی محبت تھی ان کی کہ ایک سخت لفظ نہ نکلا تھا لبوں سے ۔۔۔

حیات نے بھی بڑے بھائیوں کا سا کردار ادا کیا۔۔۔ سکندر سب جانتے بوجھتے انجان بنا ہوا تھا اس کا لگایا الزام سچ ثابت ہو گیا تھا سب کو یقین تھا کہ یہ بچہ جو دنیا میں آیا بھی نہیں فیضان کا ہی ہے۔۔۔ اور پھر وہ دن بھی آ گیا جب سکندر یہ ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا جانے سے پہلے وہ باپ کے پاس آیا تھا

"میں جا رہا ہوں بابا آپ نے اپنی ضد پوری کر لی اب میری باری ہے آپ کی یہ بیٹی جسے آپ نے سگی اولاد پر ترجیح دی ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اکیلی رہے گی یہی سزا ہے اس کی... نہ میں اسے آزاد کروں گا نہ ہی کوئی تعلق رکھوں گا" وہ چاچا کرکتنا سجاد صاحب کو اندر تک ہلا گیا وہ بے اختیار ہی اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئے وہ صبحی کی خوشیوں کی بھیک مانگ رہے تھے اس شخص سے جو خود اس کی تباہی کا ذمہ دار تھا

"میری بیٹی کی جھولی میں خوشیاں ڈال دو جو چاہے لے لو۔۔۔ میں اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا خدا کا واسطہ ہے سکندر۔۔۔ اپنے باپ کے جوڑے ہاتھوں کو دیکھو" وہ شذرہ گیا ایک لمحے کو تو سکندر کی گرفت بیگ پر ڈھیلی پڑی اس کا باپ اس لڑکی کے لیے اس کی منتیں کر رہا تھا جس سے وہ نفرت کرتا تھا کیسی محبت تھی ان کی۔۔۔ حد و جلن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اگر وہ جان جاتے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے تو جانے وہ کیا کرتے یہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری سی آگ

"ایک بار۔۔۔ ایک بار بھی اسے برا نہ کہا آپ نے۔۔۔ ایک لفظ اس کے خلاف نہ نکلا۔۔۔ اوپر سے آپ مجھے سمجھا رہے کہ میں وہ گناہ بھی قبول کر لوں۔۔۔ میرے پاس اتنا ظرف نہیں بابا جان۔۔۔ میں نہیں رک سکتا کیونکہ میں رکنا ہی نہیں چاہتا" اور پھر وہ واقع ہی نہیں رکا تھا وہ چلا گیا تھا

سجاد صاحب دروازے تک اس کے پیچھے گئے مگر وہ ہر التجا کو پاؤں تلے روندنا نواب والا کی دہلیز پار کر گیا اور اسی دن سجاد صاحب کو پہلا ہارٹ اٹیک ہوا تھا

☆☆☆☆☆☆

"بھابی۔۔۔ پلیز بھابی میرا جازی مجھے واپس لادیں۔۔۔ میں مرجاؤں گی اس کے بغیر" تہی روتے ہوئے بولی حمیرا گڑبڑا گئی

"میں کہاں سے لاؤں۔۔۔ پاگل ہو گئی ہو تم،" حمیرا نے اسے پرے دھکیلا

"آپ جانتی ہیں ایاز کہاں ہیں مجھے یقین ہے آپ کو معلوم ہے۔۔۔ میں بھیا سے بات کروں گی پلیز آپ اسے کہیں جازم مجھے۔۔۔۔"

"اوہ۔۔۔ آئی سی۔۔۔ تو تم سب جانتی ہو۔۔۔ اچھا ہوا تمہیں پتا لگ گیا ایک نہ ایک دن تو لگنا ہی تھا" وہ تنفر سے ہنس کر بولی "ہاں میں جانتی ہوں جازم کہاں ہے ایاز کہاں ہیں ویسے شوہر وہ تمہارا ہے لیکن دیکھو میرے ہاتھ میں ہے اپنی انگلی پر نچا سکتی ہوں اسے" وہ اس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے طنز کے تیر چلا رہی تھی

"میرے۔۔۔ بھائی سے زیادہ اچھا تو نہیں ہے وہ" اس کے سوکھے پیڑی زدہ ہونٹوں نے جنبش کی تھی وہ قبضہ لگا کر ہنسی

"تمہارا بھائی۔۔۔ رشتوں میں بٹا ہوا۔۔۔ دوستوں۔۔۔ محبتوں۔۔۔ عزتوں کے پیچھے بھاگنے والا شخص۔۔۔۔ نفرت ہے ایسے لوگوں سے مجھے" وہ زہرا گل رہی تھی مگر فیضان کو لگا بھری محفل میں کسی نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا ہو یہ احساس ہی ذلت آمیز تھا کہ اس کی بیوی جس کی وہ بہت عزت کرتا تھا جس

کی سردمہری اور اکتاہٹ کو بھی اس کی ادا سمجھ کر نظر انداز کر دیا کرتا تھا وہ ایک دھوکے باز عورت ہے وہ اس کی امانت میں خیانت کرتی رہی ہے حمیرا بات کرتے کرتے پلٹی تو دروازے میں ایستادہ سرخ چہرے لیے فیضان کو دیکھ کر گھبرا گئی ماتھے پر پسینہ نمودار ہو گیا فیضان دھیرے دھیرے چلتا اس تک آیا تھی اس کی آنکھوں سے چھلکتی سرخی دیکھ کر سم سی گئی مگر وہ اسے نہیں حمیرا کو دیکھ رہا تھا چند لمحے اس کے خوبصورت چہرے پر نظریں جمائے رکھیں

"وہ۔۔۔۔۔ فیضی۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔" حمیرا کو سمجھ نہ آئی کیا بولے اچانک فیضان کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال پر نشان ثبت کر گیا وہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے تکنے لگی

"خاموش ہو جاؤ" وہ درشتی سے کہہ کر صوفے پر جا بیٹھا اور اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ لیا یہ اس کے ضبط کی انتہا تھی وہ ایک غیرت مند شخص تھا کسی عورت کو بری نظر سے نہ دیکھنے والے شفاف کردار کے حامل شخص کے نصیب میں کیسی عورت لکھی تھی اس کی معصوم بہن۔۔۔ کے معاملے میں کتنی بڑی بھول ہو گئی اس سے۔۔۔ اضطراری انداز میں وہ اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا کسی نتیجے پر پہنچ کر وہ حمیرا کی طرف پلٹا

www.urdu novelsmania.com

"بلاؤ ایاز کو۔۔۔ اسے کہو جازم کو لے آئے اور تمہیں لے جائے بے فکر ہو کر آئے مجھے دشمنیاں پالنا نہیں آتیں تمہیں آذا د کرنے میں لمحہ نہیں لگاؤں گا" لہجہ بے چک اور انداز دو ٹوک تھا زندگی میں پہلی بار فیضان نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا وہ پیر پختی باہر نکل گئی فیضان تھی کو سینے سے لگائے ضبط کھو بیٹھا

"مجھے معاف کر دو تھی۔۔۔ مجھے معاف کر دو"

☆☆☆☆☆☆

"معلوم کرو! سکندر کہاں ہے" سجاد صاحب نے حیات کا ہاتھ تھام کر کہا آواز نکلتا تھا زردہ تھی وہ آج ہی ڈسپارچ ہو کر گھر آئے تھے دونوں اس وقت کمرے میں اکیلے تھے

"جی بابا میں پتہ کروا تا ہوں" حیات نے تابعداری کا مظاہرہ کیا

"اسے واپس آنا ہوگا۔۔۔ ہر قیمت پر۔۔۔ ہر حال میں۔۔۔ جانتا ہوں یہ اس کے لیے مشکل ہے مگر اپنوں کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے جانے کیوں میرا دل نہیں مانتا کہ صبحی۔۔۔۔ بات کرتے کرتے ان کی آنکھیں بھیگ گئیں لب کپچا گئے حیات نے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا

"بابا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ آرام کریں" اس نے موضوع بدلنا چاہا مگر وہ اس کی سن ہی کہاں رہے تھے

"میں نے ریحان سے وعدہ کیا تھا کہ صبحی کو بیٹی سے بڑھ کر چاہوں گا آج کیسے کیسے چھوڑ دوں اسے اکیلا۔۔۔۔ کیسے تنہا کر دوں۔۔۔ آج اس کے سگے چھوڑ گئے ہیں ندرت اور وقار نے منہ پھیر لیا ہے۔۔۔ اور سکندر چاہتا ہے کہ میں بھی اس پر لعنت ملا مت کروں۔۔۔ میں نہیں کر سکتا مجھے بھروسہ ہے اپنی صبحی پر۔۔۔۔ یقیناً کچھ غلط ہوا ہے۔۔۔ تم دیکھنا حیات ایسا ہی ہوا ہوگا۔۔۔ تم۔۔۔ اسے ڈاکٹر کو دکھاؤ اسے ٹھیک ہونا چاہیے وہ بتائے گی۔۔۔ وہ سب بتائے گی" وہ شاید تھک گئے تھے تبھی آنکھیں موند گئے حیات صاحب نے سنجیدگی سے صبحی کے علاج کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ساتھ ہی وہ فیضان سے ملاقات کا بھی سوچ رہا تھا اسکی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کہیں کچھ گر بڑ ضرور ہے

☆☆☆☆☆☆

فیضان اس دن سے گھر نہ آیا تھا حمیرا بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی اس انتظار کے پیچھے کیا مقصد تھا اس سے کوئی واقف نہ تھا

"تم نہیں جانتی ہما۔۔۔ فیضان نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔ مجھ پر.... حمیرا پر۔۔۔ اچھا نہیں کیا اس نے" حمیرا غصے سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی ہما نے حیرت سے اس کو دیکھا

"کیسے بات کر رہی ہو حمیرا۔۔۔ شوہر ہے تمہارا۔۔۔ اگر مار بھی لیا۔۔۔"

"کیسے۔۔۔ کیسے مار لیا" وہ بات کاٹ کر چلائی "اس کی ہمت کیسے ہوئی ذلیل انسان۔۔۔ چھوڑو گی نہیں اسے میں"

"اچھا اچھا تم غصہ ٹھنڈا کرو۔۔۔ سزا ہی دینی ہے تو یوں کرو زمان کے پاس شہر چلی جاؤ دیکھنا فیضان خود لینے آئے گا تمہیں" ہما نے مسکراتے ہوئے حل پیش کیا زمان پسند کی شادی کے بعد شہر شفٹ ہو گیا تھا

"بات ماننے منانے کی حدور سے باہر نکل گئی ہے۔۔۔ اب صرف فیصلہ ہوگا۔۔۔ ایسا فیصلہ جو کبھی کسی نے نہ کیا ہو میں اسے برباد کر دوں گی پچھتائے گا وہ بہت پچھتائے گا" وہ بے خونی سے بول رہی تھی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی ہما نے دل کر اسکا انداز دیکھا ایسی کون سی طاقت تھی جو حمیرا کو اس حد تک لے کر جا رہی تھی وہ وجہ جاننے سے قاصر تھی

☆☆☆☆☆☆

جب دلوں میں شک پیدا ہو جائے تو زندگی سے سکون رخصت ہو جاتا ہے حمیرا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا وہ اچھے برے کی پہچان بھول چکی تھی ضد.. خود سری.. احساس برتری نے اسے اندھا کر دیا تھا

اور اب جو جلن و حسد کی آگ اسکے سینے میں دہک رہی تھی اس میں نہ صرف اسے خود دہکتا تھا بلکہ اپنے ساتھ جڑے رشتوں کو بھی جلانا تھا

فیضان جازم کو لے آیا تھا تہی کی خوشی کا کوئی میٹھا نہ تھا وہ والہانہ انداز میں اسے چومنے لگی "کیسے ڈھونڈا بجائی می آپ نے اسے" تہی نے یکدم سر اٹھا کر پوچھا فیضان گہری سانس بھر کر صوفے پر جا بیٹھا

"یہ مت پوچھو تہی بس اتنا جان لو کہ اس بدکردار شخص سے تمہارا اب کوئی می رشتہ نہیں"

"لیکن بجائی می ... " اسنے کچھ کہنا چاہا مگر فیضان نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا

"نہیں تہی کچھ مت کہنا اس کی اصلیت سامنے آگئی ہے اور اب میں تمہیں اس جہنم میں نہیں جھونک سکتا بہتر یہی ہے کہ اسے بھول جاؤ" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی ۔۔۔ بات اگر صرف کردار کی ہوتی تو وہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے ضرور سوچتا مگر وہ ایک نیچ اور لالچی فطرت کا شخص تھا جسکے نزدیک کسی کی کوئی می اہمیت نہیں

ایاز اپنے فارم ہاؤس پر تھا جب فیضان بذات خود وہاں گیا تھا ایاز نے اس شرط پر جازم اس کے حوالے کرنے کا کہا کہ وہ تہی کے حصے کی ساری جائیداد اس کے نام کر دے فیضان محض اسے دیکھ کر رہ گیا اور آج جب وہ دوبارہ وہاں پہنچا تو ایاز موجود نہ تھا تبھی ملازمہ کو ساتھ ملا کر وہ جازم کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا اب وہ حمیرا کے بارے میں سوچ رہا تھا یہ تو بہر حال طے تھا کہ اب حمیرا کی جگہ اس کی زندگی میں کہیں نہ تھی

□□□□□□□□□□□□□□□□

"یہ آپ نے کیا کیا سجاد" ماریہ بیگم کے سوال پر سجاد صاحب نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا
"کہا کہنا چاہ رہی ہیں آپ" وہ سمجھ نہ سکے

"آپ نے یہ گھر اور اپنا حصہ صبحی کے نام کر دیا... کیوں؟؟؟

چلیں سکندر نہ سہی مگر حیات تو ہمارے ساتھ ہی ہے آپ کے بعد سب کچھ اسے ہی سنبھالنا ہے وہ
اس سب کا زیادہ حقدار تھا "ان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ انہیں یہ سب ناگوار گزرا ہے سجاد صاحب تلخی سے
مسکرا دیے

"تم نہیں سمجھو گی ماریہ - - - - مگر میں نے بہت سوچ کر ایسا کیا... آنے والا وقت ثابت کرے گا کہ
میرا فیصلہ صحیح تھا یا غلط" وہ مزید کچھ کہنا نہ چاہتے تھے تبھی کروٹ بدل گئے اور زندگی میں پہلی بار ماریہ
بیگم کو صبحی سے نفرت محسوس ہوئی جس نے ان کے لاڈلے بیٹے کو نہ صرف ان سے دور کر دیا
تھا بلکہ جائز حق سے بھی محروم کر دیا تھا

□□□□□□□□□□□□□□□□

حمیرا نے اپنا کمرہ الگ کر لیا تھا فیضان سے اس کا اب تک سامنا نہ ہوا تھا وہ ابھی کمرے میں آیا ہی تھا
کہ حمیرا ابھی وہیں چلی آئی اسے دیکھ کر فیضان کے ماتھے پر بل پڑ گئے مگر لب خاموش ہی رہے حمیرا
کو اپنی یہ توہین بے حد محسوس ہوئی تھی تبھی چٹ کر بولی

"کیا فیصلہ کیا ہے میرے بارے میں" سوال پر جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتا اسکا ہاتھ ایک لمحے کو
ٹھٹھکا تھا

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا" وہ مختصر سا جواب دے کر رخ پھیر گیا حمیرا بھڑک اٹھی
 "تم سمجھتے کیا ہو خود کو بولو"

"آواز نیچی رکھو" جواباً فیضان بھی دھاڑ کر بولا حمیرا نے رک کر اس کا یہ انداز دیکھا
 "مجھے قطعاً نہیں پسند کہ کوئی می مجھ پر چلائے" لہجہ خالص جاگیر دارانہ تھا حمیرا طنزیہ ہنسی
 "اوہ اچھا۔۔۔ تو تمہیں غصہ بھی آتا ہے میں تو سمجھی تھی کہ شاید غیرت عزت نام کی چیز سے تم
 واقف ہی نہیں" اس نے اس کے گزشتہ دھیمے نرم لہجے پر چوٹ کی فیضان کا ہاتھ اٹھتا اٹھتا رہ گیا اس
 نے بمشکل خود کو کچھ سخت سست کہنے سے روکا

"چلی جاؤ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ" وہ پھنکارا تھا

"جاری ہوں اس کمرے سے تو کیا اس گھر سے بھی چلی جاؤں گی ویسے بھی مجھے یہ قید نما زندگی بالکل
 نہیں پسند۔۔۔ لیکن یاد رکھنا اکیلی نہیں جاؤں گی اپنے بچوں کو ساتھ لے کر جاؤں گی"

"ہرگز نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں میرے بچوں پر تمہارا سایہ پڑے یہ میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا تم
 اکیلی جاؤ گی اگر تم نے ان کی طرف دیکھا بھی تو تمہیں جان سے مار دوں گا میں" اس کی آنکھوں سے
 شرارے پھوٹ رہے تھے ایک پل کو تو حمیرا کو خوف محسوس ہوا مگر اگلے ہی لمحے وہ خود کو مضبوط کر
 چکی تھی

"میں تمہیں ایسا کر کے دکھاؤں گی" یہ کہہ کر وہ رکی نہیں تھی فیضان نے بے حد طیش میں آ کر گلاس

دیوار پر دے مارا

□□□□□□□□□□

حیات نے فیضان کو اپنے آفس بلوایا تھا اور خلاف توقع وہ چلا آیا تھا حیات حیران ہونے کے ساتھ ساتھ مزید الجھ گئے اسکے چہرے پر ڈھونڈنے سے بھی کوئی سی سخت تاثر نہ مل سکا تھا "مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" وہ فوراً سے پیشتر اصل موضوع کی طرف آئے "جی" وہ سمجھ گیا تھا کہ ضرور کوئی سی خاص بات ہے حیات نے تفصیل بیان کرنا شروع کیا جوں جوں وہ بولتے جا رہے تھے اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا آخری بات پر اسے جھٹکا لگا اتنا سب ہو گیا اور اسے خبر بھی نہ ہو سکی

"اب بتاؤ تم اس میں کتنا سچ اور کتنا جھوٹ ہے"

"آپ یقین کریں حیات بھائی سی ایسا کچھ نہیں ہے میں نہیں جانتا یہ سب کون کر رہا ہے ہمارے درمیان کون اختلافات کی وجہ بنا ہے سکندر کا گزشتہ رویہ بھی میری سمجھ سے باہر ہے لیکن میں ہر طرح کی قسم اٹھانے کو تیار ہوں میں اس سب میں بے قصور ہوں۔۔۔ صبحی میری بہن جیسی ہے بلکہ میری بہن ہی ہے بالکل تہی جیسی ہے میرے لیے۔۔۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا اور سکندر کیا اسے مجھ اتنا بھی یقین نہیں تھا۔۔۔" بولتے بولتے اس کا گلہ رندھ گیا۔۔۔ حیات صاحب نے اس کا کندھا تپتھپایا

"ہوں۔۔۔ تو پھر یہ معلوم کرنا ہو گا کہ صبحی کو اغوا کس نے کیا تھا تب ہی یہ گتھی سلجھ سکتی ہے" وہ کچھ سوچ کر بولے

"آپ صبحی سے پوچھیں وہ تو جانتی ہوگی"

"وہ یہ بتا سکتی تو کب کا یہ معاملہ ختم ہو جاتا۔۔۔ اس کا علاج چل رہا ہے یقین ہے بہت جلد وہ اپنے حواسوں میں لوٹ آئے گی"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں" اس کے لہجے میں کچھ تجاحیات نے بغور اس کا چہرہ دیکھا کسی قسم کی کوئی فریبی مکاری انہیں نظر نہ آئی تھی تبھی ہامی بھر بیٹھے

"ہوں ٹھیک ہے جیسے ہی اس کی کنڈیشن بہتر ہوتی ہے میں تمہیں بتاؤں گا" جواب لے کر وہ خاموشی سے وہاں سے نکل آیا تھا مگر ذہن اب بھی ان کی باتوں میں الجھا ہوا تھا

□□□□□□□□□□

فیضان کو حمیرا کے ارادوں نے خوفزدہ کر دیا تھا وہ سب کچھ کھوسکتا تھا مگر اپنی اولاد سے دوری اس کے لیے ناقابل قبول تھی تبھی بے حد سوچ سمجھ کر اس نے یہ ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اسی مقصد کے تحت وہ شہاب کے پاس آیا

"کہاں جاؤ گے" شہاب نے اشتعال کو دل میں دباتے ہوئے پوچھا اس کی بات نے شہاب کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی

"کہیں بھی۔۔۔ مگر اب مزید یہاں نہیں رک سکتا۔۔۔ پلیز بھائی می میری مجبوری سمجھیں" اذیت

۔۔۔ دکھ۔۔۔ تکلیف اس کے چہرے پر کیا کیا رقم نہ تھا مگر شہاب کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا

اس کے لیے کچھ اہم تھا تو وہ دولت تھی فیضان اور تہمی کا حصہ دینے کا مطلب تھا آدھی جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھنا

"ہم مسمم ٹھیک ہے مجھے کچھ وقت دو میں وکیل سے بات کروں گا" شہاب نے ہانا گھڑا جو فیضان کو مطمئن کرنے کو کافی تھا

□□□□□□□□□□

"بابا یہ کون ہیں ؟؟" جو جو نے سامنے دیوار پر لٹکتی تصویر کی طرف اشارہ کیا وہ آج فیضان کے ساتھ شہر کی حویلی آیا تھا فیضان تھک گیا تھا اسے سکون کی تلاش تھی تبھی وہ یہاں چلا آیا یہاں اس حویلی میں اس کی ماں کی یادیں تھیں باپ کی خوشبو تھی

"یہ تمہاری دادو ہیں" وہ نم آنکھوں سے مسکرایا

"اوہ۔۔۔ مطلب دادو۔۔۔ میری دو دادو ہیں واؤ میں مہر کو بتاؤں گا" وہ بے طرح خوش ہوا تھا فیضان بغیر جواب دئیے آگے بڑھ گیا ہر شے کو سفید کپڑوں سے ڈھکا گیا تھا وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا پورا کمرہ اندھیرا میں ڈوبا ہوا تھا لائٹ آن ہونے کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں بہت سی یادیں تازہ ہونے لگیں کمرے کے وسط میں سامنے ہی پیانو پڑا تھا اسے یاد تھا رحیم شاہ نے اس کے موسیقی کے شوق کو دیکھتے ہوئے یہ پیانو اسے گفٹ کیا تھا وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس تک آیا ہاتھ پھیر کر کچھ محسوس کرنا چاہا ایک جگہ اسکا ہاتھ رک گیا یہ وائٹ کی تھی وہ بے اختیار ہی دھن چھیر بیٹھا

میرے ہم نفس میرے ہم نوا
مجھے دوست بن کر دغا نہ دے
میرے داغ دل سے ہے روشنی

اسی روشنی سے ہے زندگی
 مجھے ڈہے اے میرے چارہ گر
 یہ چراغ تو ہی بجھانہ دے
 مجھے اے چھوڑ دے میرے حال پر
 تیرا کیا بھروسہ ہے چارہ گر
 یہ تیری نوازش مختصر
 میرا درد اور پرہانہ دے
 میرے ہم نفس میرے ہمنوا
 مجھے دوست بن کر دغانہ دے
 میرا عزم اتنا بلند ہے
 کہ پرانے شعلوں کا ڈر نہیں
 مجھے خوف آتش گل سے ہے
 یہ کہیں چمن کو جلانہ دیں
 وہ اٹھے ہیں لے کے ہوم و صُبو
 ارے او شکیل کہاں ہے تو
 تیرا جام لینے کو یرم میں
 کوئی اور ہاتھ پرہانہ دے



میرے ہم نفس میرے ہمنوا

مجھے دوست بن کر دغا نہ دے

ذہن میں ہر طرح کی یادیں گردش کر رہی تھیں سکندر کے ساتھ گزرے لمحات ۔۔۔ ماں باپ کا پر
شفقت انداز۔۔۔ حمیرا کی سنگت میں گزرے دن۔۔ ایک ایک لمحہ کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں
کے سامنے آ رہا تھا اس کے لب ہل رہے تھے دکھ لفظوں سے ٹپک رہا تھا جو اس کے پیچھے کھڑے
جو جو کے دل میں اتر رہا تھا مگر وہ بے خبر تھا کہ اسکے یہ الفاظ اس کے بیٹے کے معصوم ذہن پر کیا اثر
ڈال رہے تھے

□□□□□□□□□□

شہاب بے چینی سے ادھر سے ادھر اٹھل رہا تھا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا فیضان اور تسمی کے
ساتھ اب اسے ایاز کو بھی رستے سے ہٹانا تھا ایاز کی دغا بازی اس کی نظروں میں آ چکی تھی وہ اس کے
ارادے بخوبی جان گیا تھا مگر فی الحال چپ تھا کچھ سوچ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔۔ وہ ایک تیر
سے دو شکار کرنے والا تھا تاکہ دولت بھی مل جاتی اور حمیرا بھی

□□□□□□□□□□

"جو جو مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے بیٹا" فیضان نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا

"جی بابا" وہ خوش ہوتا ان کے ساتھ سیڑھیوں پر بیٹھ گیا

"لیکن آپ کو مجھ سے دو وعدے کرنا ہیں جو جو کپے والے وعدے" وہ اسکے سامنے اپنی چوڑی پیشانی

پھیلاتے ہوئے بولے

"اور آپ کو پتہ ہے ناپکا والا وعدہ وہ ہوتا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹتا کسی بھی حال میں نہیں"

"جی بابا" اس نے تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے اپنا ننھا ہاتھ ان کی ہتھیلی ہر رکھ دیا وہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کافی دیر سوچتے رہے جیسے لفظوں کو ترتیب دے رہے ہوں اور پھر مسکرا کر اسکی طرف دیکھنے لگے

"آپ تو میرے بہت بہادر بیٹے ہیں نا"

"جی بابا" وہ معصومیت سے بولا

"آپ وعدہ کریں جو جو آپ جازم کا بہت خیال رکھیں گے اسے کبھی نہیں بتائیں گے کہ وہ "وہ رکے" جو جو جازم اب ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔۔۔ وہ آپ کا بھائی ہے بیٹا ہمیشہ اسے اپنا بھائی سمجھنا اسے کبھی مت بتانا کہ وہ جازم ایاز ہے۔۔۔ جازم فیضان نہیں"

"لیکن بابا وہ تو تہمی پھوپھو کا بیٹا ہے" اس نے معصومیت سے سوال داغا

"تہمی ہمیشہ تو ہمارے ساتھ نہیں رہے گی نا۔۔۔ لیکن جازم ہمارے ساتھ رہے گا" وہ اسے اپنے ارادے بتا رہا تھا جو جو نے سمجھداری سے سر ہلایا

"ٹھیک ہے بابا میں کبھی نہیں بتاؤں گا" اس نے وعدہ کر لیا تھا ایسا وعدہ جسے آخری سانس تک نبھانا تھا

"اور ہاں دوسری بات کبھی کسی کو دھوکہ مت دینا خصوصاً ان لوگوں کو جو آپ سے مخلص ہوں۔۔۔ دھوکہ بہت تکلیف دیتا ہے بیٹا" وہ اب نصیحت کر رہا تھا بے حد نرمی و محبت سے جینے کے گر سکھا رہا تھا زندگی کا درس دے رہا تھا جانے اس کے دل میں کون سا ڈر تھا اور جو جو اپنے باپ کے چہرے پر

نظریں جمائے یہ سوچنے میں مصروف تھا کہ اس کے بابا اسے یہ سب کیوں بتا رہے ہیں کیا وہ کہیں جا رہے ہیں "یہ سوچ محض دماغی تھی جو زبان تک کا سفر نہ کر سکی تھی

ہر کشتی کا کوئی می کنارا نہیں ہوتا

جسے ہم کرتے ہیں پیار بس وہ ہمارا نہیں ہوتا

روتا ہو گا سا گر بھی کسی کے پیار میں

ورنہ سمندر کا پانی اتنا کھارا نہیں ہوتا

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صبح کی حالت کچھ بہتر ہونے لگی تھی وہ بولنے لگی تھی مگر اس کے مکمل صحت یاب ہونے تک سجاد صاحب اس سے کسی قسم کی کوئی پرانی بات نہ کرنا چاہتے تھے وہ منتظر تھے کہ صبحی خود بتائے

ماریہ بیگم اس سے بات کرنا پسند نہ کرتی تھیں باقی سب کے رویے دیکھ کر وہ کمرے میں بند ہو کر رہ گئی پرانی تلخ یادیں اس کا پیچھا نہ چھوڑتی تھیں اپنے اندر ہونے والی تبدیلی سے بھی وہ بخوبی واقف ہو چکی تھی تبھی فیضان چلا آیا۔۔۔۔۔ سب کسی شادی میں شرکت کے لیے گھر سے باہر تھے اسی لیے حیات نے ملاقات کی اجازت دی۔۔۔۔۔ صبحی اسے دیکھ کر نظریں جھکا گئی جو بھی ہوا بہر حال اسے فیضان سے کوئی می گلہ نہ تھا

"میں سب جان گیا ہوں" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد فیضان کی آواز آئی "صبحی میں نہیں جانتا ایسا کیوں ہوا مگر۔۔۔۔۔"

"مگر میں جانتی ہوں" صبحی بات درمیان میں کاٹ کر بولی لہجہ سرد جبکہ نظریں زمین پر تھیں فیضان نے چونک کر اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا

"کو۔۔۔ کون ہے وہ"

"سکندر" جواب بالکل غیر متوقع تھا فیضان کو جھٹکا لگا صبحی نے نظریں اٹھا کر فیضان کی بے یقین آنکھوں میں جھانکا

"ہاں سکندر اس نے مجھے اغوا کیا اسنے میرے شفاف کردار کو داغ دار کیا۔۔۔ اس نے میری نسوانیت کی توہین کی ہے۔۔۔ وہ ذمہ دار ہے میری بربادی کا قاتل ہے میری خوشیوں کا"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ کبھی اس بچے کو۔۔۔" فیضان بولتے بولتے رک گیا

صبحی کے بدلتے تاثرات نے اسے خاموش ہونے پر مجبور کر دیا

"آئی م سوری مجھے شاید یہ نہیں کہنا چاہیے تھا" وہ شرمندہ سا بولا صبحی نے سختی سے لب بھیج لیے

چند لمحے یونہی گزر گئیے جب اچانک صبحی اٹھی اور سٹڈی ٹیبل تک گئی پلٹی تو ہاتھ میں ایک کاغذ اور پنسل تھی

"ٹھیک کہا آپ نے۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس بچے کو اپنا نام دیتا مگر اس نے یہ گناہ آپ پر تھونپ دیا" صبحی نے بے رحمی سے گویا خود کی ہی نفی کی تھی وہ دنگ رہ گیا

"میں یہ راز کبھی آشکار نہیں کروں گی یہ بات میرے اور آپ کے درمیان رہے گی" وہ مزید بولی

"مگر کیوں" فیضان الجھا وہ اس کے سامنے صوفے پر براجمان ہو گئی

"کیوں کہ کوئی اعتبار نہیں کرے گا بابا کو بہت محبت ہے مجھ سے مگر وہ کبھی نہیں مانیں گے وہ بھی یہی سوال کریں گے جو کچھ دیر قبل آپ نے کیا" اس کے چہرے کا رنگ یکدم سے بدلا ساتھ ہی انداز بھی بدل گیا تھا جسے فیضان کوئی نام نہ دے سکا

"اور میں ۔۔۔ میں کیا جواب دوں گی کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس ہر ایک کے سامنے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے روتی تڑپتی رہوں گی مگر کوئی یقین نہیں کرے گا مجھے انتظار کرنا ہے اس وقت کا جب وہ ظالم شخص خود آئے گا اور اپنے منہ سے اپنے جرم کا اعتراف کرے گا تب میں سرخرو ہو جاؤں گی" وہ بولتے بولتے سانس لینے کو رکی

"میں جاؤں گا سکندر کے پاس ۔۔۔ میں اسے سب بتاؤں گا مجھے یقین ہے وہ ضرور آئے گا" فیضان نے پر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا صبحی تسخیرانہ ہنسنے لگی

"وہ نہیں آئے گا۔۔۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔۔۔ جب تک اسے خود احساس نہ ہوا۔۔۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔۔۔ میں دعا کرتی ہوں خدا سے بیٹی دے اور اس کی بیٹی بھی وہی سب برداشت کرے جو اس نے میرے ساتھ کیا۔۔۔ تب تب وہ تڑپے گا بالکل اسی طرح جس طرح میں تڑپتی ہوں پھر... وہ آئے گا۔۔۔ تب... اسے اس خون کی کشش محسوس ہوگی جس کے وجود سے آج وہ انکاری ہے۔۔۔ مگر میں چاہتی ہوں تب وہ وجود اسے نظر نہ آئے وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے در بدر کی خاک چھانتا پھرے بھٹکتا پھرے مگر سکون نصیب نہ ہو وعدہ کریں آپ۔۔۔ آپ وعدہ کریں آپ اسے لے جائیں گے۔۔۔ آپ اسے نواب والا کی دہلیز پر کبھی آنے نہ دیں گے

وعدہ کریں آپ مجھ سے "وہ وحشت کے عالم میں ایک ہی بات بار بار دہرا رہی تھی فیضان کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہوا اس کا سر بے اختیار ہی اثبات میں ہل گیا جسے دیکھ کر صبحی کے چہرے پر سکون اتر آیا اس نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے نوٹ پیڈ اس کی طرف بڑھایا وہ سمجھ گیا تھا اس نے تسلی کی خاطر ایک کی بجائے دو تحریریں لکھی تھیں

"یہ میری امانت ہے جسے بہت جلد لینے آؤں گا۔۔۔۔۔ فیضان"

اس کے بعد وہ وہاں رکا نہیں تھا صبحی کی حالت نے اسے اندر تک دکھی کیا تھا اسے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ یہ وہی صبحی ہے جسے وہ جانتا تھا دل ہی دل میں سکندر کو ڈھونڈنے کا عہد کرتا واپسی کے لیے روانہ ہو گیا مگر کون جانتا تھا کہ اس وعدہ کو وفا ہونا ہی نہ تھا

★★★★★

شام ڈھل چکی تھی وہ کمرے میں بیٹھا زندگی کے اتار چڑھاؤ کے بارے میں سوچ رہا تھا تبھی دروازہ ناک ہونے پر سیدھا ہوا ہما کو اندر آتا دیکھ کر اسے حیرت ہوئی جسے چھپاتا خوش اخلاقی سے حال احوال پوچھنے لگا

"مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے" ہما نے اصل بات کی طرف آنا ضروری سمجھا

"جی"

"میں حمیرا کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں وہ دوست کی طرف گئی ہے تبھی موقع مل سکا"

"میں سن رہا ہوں" حمیرا کے ذکر پر اس کے چہرے پر ناگواری در آئی لیجہ خود بخود تلخ ہو گیا

"وہ نا سمجھ ہے میں جانتی ہوں کہ اس سے انجانے میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں آپ درگزر کر دیا کریں" وہ رسان سے کہہ رہی تھی فیضان نے سر جھٹکا

"انجانے میں کی گئی غلطیاں قابل معافی ہوتی ہیں بھابھی مگر جو غلطیاں جان بوجھ کر کی جائیں وہ غلطی نہیں گناہ ہوتا ہے اور گناہ کی سزا ضرور ملتی ہے۔۔۔۔۔ آپ جانتی ہیں وہ ایسا کیوں کر رہی ہے" اس کے سوالیہ انداز پر ہمانے نفی میں سر ہلایا

"وہ ایاز سے شادی کرنا چاہتی ہے" وہ بمشکل یہ تلخ حقیقت کہہ پایا تھا ہمانے منہ پر ہاتھ رکھ لیا

عین اسی لمحے دھاڑ سے دروازہ کھلا اور شہاب سرخ چہرہ لیے ملازموں کے ہمراہ اندر داخل ہوا ساتھ ہی ہانپتی کانپتی ایندھی تھی فیضان اور ہمانے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا شہاب نے آگے بڑھ کر ہما کو گردن سے دبوچ لیا

"بے حیا عورت تجھے شرم نہ آئی میرے ہی ناک لے نیچے اتنا بڑا ڈرامہ کرتی رہی" وہ غمیض و

غضب کی تصویر بنا ہوا تھا منہ سے الفاظ کی بجائے شعلے نکل رہے تھے

"بھائی" فیضان نے کچھ کہنا چاہا مگر منہ پر لگنے والے تھپڑ نے کھلے لبوں کو خاموش کروا دیا آنکھوں

میں حیرانی در آئی

"خاموش.... تم دونوں مجرم ہو تم دونوں سزاوار ہو مجھ کو دھوکہ دینے کی قیمت چکاؤ گے تم دونوں....

لے جاؤ دونوں کو اور ہمارے مخصوص قید خانے میں ڈال دو" وہ منصف بنا بے رحمی سے حکم سناتا

ان کی آہوں سسکیوں پکاروں کو نظر انداز کرتا اپنے پلان کی کامیابی پر اندر ہی اندر خوش ہو رہا تھا

★★★★★

حمیرا یاز کے ساتھ رات گئے حویلی لوٹی تھی اسی لیے اس واقعے سے لاعلم تھی وہ بے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی جہاں حرب اور جو جو سو رہے تھے چند لمحے جو جو کے معصوم صورت کو دیکھتی رہی وہ اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اس کی خاطر قربانی بھی نہیں دے سکتی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر حرب کو اٹھایا وہ دروازے سے چند قدم دور ہی تھی جب جو جو کی آواز آئی

"مما کہاں جا رہی ہیں آپ" وہ گھبرا گئی

"آ۔۔۔ کہیں نہیں تم سو جاؤ"

"مگر آپ گڑیا کو کہاں لے کر جا رہی ہیں" وہ مطمئن نہ ہوا تھا

"جہنم میں" وہ ترخ کر بولی

"مما پلیز آپ میرے پاس سو جائیں" جو جو نے آگے بڑھ کر حمیرا کا ہاتھ تھام لیا وہ گڑبڑا گئی

"جو جو مجھے تنگ مت کرو تم چھوٹے بچے نہیں ہو کہ تمہیں ساتھ سلایا جائے" اس نے غصے سے جو جو کے ہاتھ جھٹکے وہ سہم گیا "جاؤ سو جاؤ آرام سے" وہ آگے بڑھنے لگی مگر اسے رکنا پڑا جو جو اس کا آنچل تھام چکا تھا

"مما پلیز" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی مگر حمیرا کا دل پھر بھی نہ پگھلا "بابا بھی نہیں ہیں روم میں۔۔۔ آپ تو مت جائیں" حمیرا نے اسے دھکا دے کر سائیڈ پر کیا اور خود کمرے سے نکل گئی

وہ وہیں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا

★★★★★

"پلیز شہاب بھائی۔۔۔۔۔ میری بات سن لیں۔۔۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے بھیا ایسے نہیں ہیں" تہی گرگڑا رہی تھی مگر شہاب کو کوئی فرق نہ پڑا وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بڑے کروفر سے گردن اکڑاے بیٹھا تھا ایندھنے بھی اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا وہ شہاب کے قدموں میں بیٹھ گئی

"آپ کو خدا کا واسطہ ہے انہیں چھوڑ دیں۔۔۔۔۔ رحم کریں بھائی۔۔۔۔۔ میں آپ کے پاؤں کو۔۔۔۔۔" وہ اس کے پیروں کو ہاتھ لگانے لگی شہاب جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا

"بند کرو یہ ڈرامہ" وہ غصے سے چلایا تہی کی زبان کو بریک لگا

"جاؤ فائل لے کر آؤ" شہاب نے دائیں طرف کھڑے ملازم کی طرف اشارہ کیا وہ خاموشی سے پلٹ گیا ملازمین کو سختی سے زبان بند رکھنے کا حکم ملا تھا وہ مجبور تھے شہاب رحیم شاہ کی جگہ تھا وہ چاہ کر بھی اس کے فیصلے کے خلاف سر نہ اٹھا سکتے تھے

"یہ پکڑو فائل۔۔۔۔۔ اگر چاہتی ہو کہ تمہارے بھائی کی جان بخشی کی جائے تو اس پر سائی ان کر دو ورنہ" شہاب نے فائل اس کے منہ پر مارتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں انگلی اٹھا کر سفاکی سے کہا

"میں کر دوں گی سائی ان" وہ منمنائی

"ابھی کرو" شہاب نے پنسل اس کی طرف اچھالی اس نے کانپتے ہاتھوں سے فائل کھول اس سے پہلے کہ وہ سائی ان کرتی ملازم کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا

شہاب بھائی۔۔۔۔۔ میری بات سن لیں۔۔۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے بھیا ایسے نہیں ہیں "تہمی گڑگڑا رہی تھی مگر شہاب کو کوئی فرق نہ پڑا وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بڑے کروفر سے گردن اکڑائے بیٹھا تھا ایندھن نے بھی اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا وہ شہاب کے قدموں میں بیٹھ گئی "آپ کو خدا کا واسطہ ہے انہیں چھوڑ دیں۔۔۔۔۔ رحم کریں بھائی۔۔۔۔۔ میں آپ کے پاؤں کو۔۔۔۔۔ "وہ اس کے پیروں کو ہاتھ لگانے لگی شہاب جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا

"بند کرو یہ ڈرامہ" وہ غصے سے چلایا تہمی کی زبان کو بریک لگا

"جاؤ فائل لے کر آؤ" شہاب نے دائیں طرف کھڑے ملازم کی طرف اشارہ کیا وہ خاموشی سے پلٹ گیا ملازمین کو سختی سے زبان بند رکھنے کا حکم ملا تھا وہ مجبور تھے شہاب رحیم شاہ کی جگہ تھا وہ چاہ کر بھی اس کے فیصلے کے خلاف سر نہ اٹھا سکتے تھے

"یہ پکڑو فائل۔۔۔۔۔ اگر چاہتی ہو کہ تمہارے بھائی کی جان بخشی کی جائے تو اس پر سائن کر دو ورنہ" شہاب نے فائل اس کے منہ پر مارتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں انگلی اٹھا کر سفاکی سے کہا "میں کر دوں گی سائن" وہ منمنائی ہی

"ابھی کرو" شہاب نے پنسل اس کی طرف اچھالی اس نے کانپتے ہاتھوں سے فائل کھول اس سے پہلے کہ وہ سائن کرتی ملازم کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا صاحب قید خانے میں آگ لگ گئی ہے "خبر تھی یاد دھماکہ وہ جھٹکے سے اٹھی

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ میرے بھیا ہیں وہاں۔۔۔ نکالو وہاں سے انہیں..... مدد کرو ان کی.... بچاؤ انہیں" وہ وحشت کے عالم میں ملازم کو دھکے دینے لگی اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر وہ ننگے پیر ہی باہر کو دوڑی شہاب کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آگئی سب کچھ اس کے پلان کے مطابق تھا

★★★★★

"کھولو دروازہ کھولو۔۔۔ آگ لگی ہے میرے بھائی جی جل جائیں گے رحم کرو وہ مر جائیں گے" وہ زار و قطار روتے ہوئے قید خانے کے ملازم سے درخواست کر رہی تھی وہ بے بسی کی تصویر بنا کھڑا تھا کہ اسے ایسا کرنے کا حکم نہ تھا

"کھولو دو دروازہ" شہاب کی آواز پر ملازمین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا دروازہ کھول دیا گیا تہمی بغیر سوچے سمجھے تہ خانے کی طرف دوڑی

"بند کر دو" اس کے اندر جاتے ہی شہاب نے نیا حکم دیا ملازم نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا "سنا نہیں بند کر دو۔۔۔ جب تک ہم نہ کہیں کھلنا نہیں چاہئیے" اس کے اس سفاک حکم پر جہاں ملازمین کی آنکھیں نم ہوئی تھیں وہیں اس کے عین پیچھے کھڑے جو جو کے دل میں نفرت اور انتقام کا جذبہ زور و شور سے اٹھ کر آیا تھا اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا ایک ادھیڑ عمر ملازم نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی آواز کو وہیں دبا دیا

★★★★★

"بھاگ جائیں چھوٹے صاحب یہاں سے۔۔۔ دور چلے جائیں یہ جگہ آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہے یہ آپ کو بھی مار دیں گے جس طرح آپ کے بابا اور چھوٹی بی بی کو مارا" وہ رحیم شاہ کا وفادار ملازم تھا تبھی جو جو کو چھپا کر اپنے کواٹر میں لے آیا تھا

"میں اپنے بابا کا بدلہ لیے بغیر نہیں جاؤں گا" اس کی آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے شاہوں کا خون جوش مار رہا تھا اپنے باپ کی اتنی بے درد موت وہ بھی سکے تایا کے ہاتھوں.... اس سب نے اسے نڈر کر دیا تھا

"ابھی آپ کم عمر ہیں اس کے لیے آپ کو طاقت چاہیے جو جو بیٹا۔۔۔۔ اپنے بابا کا بدلہ لینے کے لیے آپ کو زندہ رہنا ہے اور زندگی کے لیے آپ کو یہ حویلی چھوڑنی ہوگی۔۔۔۔" وہ اسے نئی راہ دکھا رہا تھا

"لیکن میں کہاں جاؤں گا" وہ مایوسی سے بولا ملازم کی آنکھیں بھیسنے لگیں

"میں آج رات آپ کو اپنے کسی رشتہ دار کی طرف چھوڑ آؤں گا تب تک آپ یہیں رہیں"

www.urdu novels mania .com

"اور جازم" اسے جازم کا خیال آیا

"ان کو بھی"

★★★★★

اور پھر رات کی تاریکی میں وہ یہ حویلی چھوڑ گیا تھا حویلی سے نکلتے ہوئے اسے اپنے بابا کی شدت سے یاد آئی می بار بار اس کی آنکھیں بھیکتیں جب جب فیضان کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا اسکے انتقام کا جنون مزید پختہ ہو جاتا۔۔۔ وہ ایک چھوٹے سے گھر میں آگئی تھی کچ نیم پختہ مکان تھا جس میں

درجنوں لوگ رہائش پذیر تھے اسے گھٹن ہونے لگتی کھانا بھی نہ ملنے کے برابر تھا جازم بھی بھیرا اور گرمی سے گھبرا کر دن رات روتا رہتا وہ سارا دن اسے کندھے سے لگائے رکھتا وہ عورت جسے سب اماں کہتے تھے ایک چالاک اور تیز طرار عورت تھی جازم کا رونا اسے قطعی برداشت نہ ہوتا تھا تبھی جازم کے رونے کے ساتھ ہی اسے بھی صلواتیں طعنے شروع ہو جاتے تھے اور پھر وہ مزدوری پر جانے لگا تھا۔ سونے کا چھج منہ میں لے کر پیدا ہونے والا جہانگیر شاہ آج زندگی کے لیے خود لڑ رہا تھا۔ اتنے بڑے گھرانے کا چشم و چراغ آج دو وقت کی روٹی کے لیے مارا مارا پھر رہا تھا وقت گزرنے لگا تھا زمانے کی ٹھوکروں سے اس کا ذہن بھی پختہ ہونے لگا اور پھر وہ وقت بھی جلد آ گیا جب اسے یہ چار گز کا مکان بھی چھوڑنا پڑا

★★★★★

"ارے کیا مصیبت ہے تجھے ہاں۔۔۔ اس جو نک کو اپنے ساتھ ہی لگائے رکھے گا کیا" عورت جس کا نام حمیدہ تھانے جو جو کو دو ہتھر مارے ساتھ ہی زبان بھی فراٹے بھرنے لگی تھی

"آپ کچھ بھی کہہ لیں مگر میں جازم کو کبھی نہیں جانے دوں گا" وہ بھی ضد پر آ گیا تھا حمیدہ کا پارہ مزید ہائی ہو اس چھوٹے سے بچے کی وجہ سے اتنی بڑی رقم ہاتھ سے منگلتی دکھائی دے رہی تھی وہ جازم کو پچاس ہزار کے عوض ایک بے اولاد جوڑے کو دینے کو تیار تھی مگر جہانگیر مان کر نہ دے رہا تھا

"تو ٹھیک ہے پھر۔۔۔ اگر تجھے اس گھر میں رہنا ہے تو میری بات ماننا ہوگی ورنہ" وہ خاموش ہو گئی تھی مگر جہانگیر اسکی چھوڑی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا اس نے پہلے اس ادھیڑ عمر عورت کو دیکھا پھر اس گھر کو

"یہ چھت مجھے جازم سے زیادہ عزیز نہیں" آواز دل سے آئی تھی اور اسے دل کی ماننی پڑی تھی

★★★★★

"صبح کیسی ہے نواب صاحب" ڈاکٹر فوزیہ نے مسکرا کر سجاد صاحب سے پوچھا وہ آج ایک شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے جہاں ان کی ملاقات ڈاکٹر فوزیہ سے ہوئی تھی

"پہلے سے بہت بہتر ہے" انہوں نے رمان سے کہا

"دیس گریٹ۔۔۔ شادی ہوگئی کیا اس کی" انہوں نے مزید سوال کیا

"جی ہاں۔۔۔ کچھ ماہ قبل ہوئی۔۔۔ سکندر سے" وہ جلد از جلد بات ختم کرنا چاہتے تھے مگر وہ

جانے کیا کیا پوچھنا چاہتی تھیں

"تو میرا اندازہ ٹھیک تھا" وہ فخریہ مسکرائی سجاد صاحب چونکے

"کون سا اندازہ"

"بھئی میں تو تب ہی سمجھ گئی تھی جب سکندر صبحی کو ہسپتال لے کر آیا تھا اس کی پریشانی دیکھ کر مجھے کچھ اندازہ تو ہو گیا تھا مگر۔۔۔" وہ اپنی دھن میں ہی بول رہی تھی مگر سجاد صاحب تو پہلی بات پر اٹکے ہوئے تھے

"سکندر صبحی کو۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔ کیا آپکو نہیں معلوم۔۔۔ سکندر ہی صبحی کو لے کر آیا تھا پھر وہ جانے کہاں غائب ہوا مجور مجھے نواب والا کال کرنی پڑی غالباً آپ کے بڑے بیٹے سے بات ہوئی تھی "وہ واقعے کی تفصیل بتا رہی تھی اور سجاد صاحب کے لیے وہاں ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا

★★★★★

وہ اس رات جازم کو لے کر وہاں سے نکل آیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ اب اسے کہاں جانا ہے وہ سسنان سڑک پر تنہا چلتے ہوئے دل ہی دل میں خوفزدہ بھی تھا مگر خود کو حوصلہ دیتا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا تبھی اسے اپنے پیچھے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اس کا دل پسلیوں میں دھڑکنے لگا اس نے بغیر پیچھے دیکھے جازم کو مضبوطی سے تھاما اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا وہ بلند آواز رو رہا تھا بھاگتے بھاگتے وہ دور نکل آیا تھا کتے بہت پیچھے رہ گئے تھے سڑک کے عین وسط میں کھڑا لمبے سانس لیتا چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھ رہا تھا عین اسی لمحے ایک تیز رفتار گاڑی اسے اپنی طرف آتی دکھائی دی اس کی تیز ہیڈ لائٹس آنکھیں چبھتی ہوئی محسوس ہوئی مگر اس نے وہاں سے ہٹنے کی کوئی می کوشش نہ کی

★★★★★

"حیات۔۔۔ کہاں ہے حیات" سجاد صاحب نے بلند آوازیں پوچھا "کمرے میں ہوگا" ماریہ بیگم کو انہونی کا احساس ہوا سجاد صاحب کا چہرہ غصے کی تپش سے سرخ ہو رہا تھا وہ پریشان ہوئی یں

"جی بابا آپ نے بلایا "حیات فوراً نیچے آیا

"اتنی بڑی بات چھپائی ہی تم نے۔۔۔ کیوں" وہ دھاڑے تھے
"کون سی بات بابا"

"صبحی کو ہاسپٹل کون لے کر آیا تھا حیات"

"بولو" اسے ہنوز خاموش دیکھ کر ان کے اشتعال میں مزید اضافہ ہوا

"سکندر" وہ بے حد دھیملے میں بولا تھا کہ سجاد صاحب بمشکل سن پائے "لیکن بابا یقین کریں میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا مجھے لگا کہ یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں"

"کیسے اہم بات نہیں۔۔۔ اگر وہ اسے لایا تھا تو یقیناً اس کا اس سب سے کوئی نا کوئی تعلق تو تھا
"وہ بہت دور کی سوچ رہے تھے

"اگر ایسا ہوتا تو وہ صبحی کو چھوڑ کر نہ جاتا۔۔۔ وہ یہ سب نہ کرتا جو اس نے کیا "حیات کی بات نے
ان کی سوچوں کو نیا موڑ دیا

"رابطہ کرو سکندر سے اسے کہو کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ اور صبحی کو میرے کمرے میں بھیجو"
وہ سختی سے کہتے کمرے میں چلے گئیے حیات گہری سانس بھر کر رہ گیا

★★★★★

"بیٹا آپ کون ہیں اور وہاں سڑک پر کیا کر رہے تھے" اس نے آنکھیں کھولی تو ایک عورت کو خود پر

جھکے پایا وہ نرمی سے استفسار کر رہی تھی

"میں۔۔۔۔ پتہ نہیں" وہ رونے لگا تھا

"ارے بھئی یہ کیا بات ہوئی می۔۔۔ آپ تو اتنے پیارے بچے ہیں۔۔۔ بالکل شہزادے کی طرح۔۔۔ اور شہزادے تو بالکل نہیں روتے۔۔۔ وہ تو بہت بہادر ہوتے ہیں" وہ مسکرائی می تھی وہ خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگا

"آپ کون ہیں"

"میں عائشہ ہوں۔۔۔ میں ہی تمہیں ہاسپٹل لے کر آئی ہوں۔۔۔ تم میری گاڑی کے سامنے آ گئی۔۔۔ تمہیں شکر ہے زیادہ چوٹیں نہیں آئی ہیں۔۔۔ لیکن میں حیران ہوں تم رات کے اس پہر سنان سڑک پر کیا کر رہے تھے" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پیار سے کہنے لگیں ان کی شخصیت میں ایک وقار تھا ٹھہراؤ تھا آواز میں نرمی تھی

"جازم۔۔۔ جازم۔۔۔ کہاں ہے۔۔۔ وہ میرے ساتھ تھا" وہ بے قراری سے کہتے اٹھنے لگا
 "لیٹے رہو۔۔۔" انہوں نے کندھے پر دباؤ ڈال کر اٹھنے سے روکا
 "اینڈ ڈونٹ وری ٹل پرنس۔۔۔ وہ گھر پر ہے اور وہاں بالکل محفوظ ہے۔۔۔ تم مجھے اپنے گھر کا
 ایڈریس یا فون نمبر دو تاکہ میں تمہارے پیرنٹس کو کال کروں"
 "میرا کوئی گھر نہیں ہے" وہ پھر سے مایوسی میں گھرنے لگا
 "ایسا کیسے ہو سکتا ہے" وہ حیران ہوئی اس سے پہلے کہ مزید سوال کرتی نرس کے آنے پر خاموش
 ہونا پڑا مگر نظریں جو جو پر ہی تھیں

★★★★★

"جی آپ نے بلایا" صبحی نے سلام کرنے کے بعد پوچھا

"ہاں آؤ بیٹھو" وہ خلاف معمول بے حد سنجیدہ تھے وہ خاموشی سے سامنے پڑے صوفے پر براجمان ہو گئی

"کیسی طبیعت ہے تمہاری"

"ٹھیک ہوں" مدھم سا جواب آیا

"ہوں" وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی

"حیات نے مجھے بتایا کہ تم فیضان سے ملی ہو" صبحی نے نظریں اٹھائیں وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے

"جی"

"کس کی اجازت سے" لہجہ میں ٹھہراؤ تھا مگر نرمی مفقود تھی۔۔۔ صبحی نے حیرت سے ان کا یہ انداز دیکھا یہ شاید پہلی بار تھا کہ وہ اس سے یوں بات کر رہے تھے

"تم جانتی بھی ہو کہ"

"جی ہاں میں جانتی ہوں۔۔۔۔۔ آپ کو اپنے بیٹے کی زبان پر بہت یقین ہے۔۔۔۔۔ لیکن مجھے خود پر

یقین ہے اور جو میں نے کیا وہ سوچ سمجھ کر کیا" وہ بھی پھٹ پڑی تھی

"یہ کس انداز میں بات کر رہی ہو صبحی" سجاد صاحب کو اس کا انداز ناگوار گزرا تبھی ٹوک گئی

"کیا چاہتے ہیں آپ.. آپ کا بیٹا میرے دامن میں کانٹے بھر جائے اور تب بھی میرے منہ سے پھول

ہی جھڑیں وہ میرے کردار پر کچھڑا چھالے۔۔۔ مجھے رسوا کرے برباد کرے اور میرا انداز پھر بھی نہ

بدلے... مجھ سے نکاح کرے اور ہمیشہ کے لیے چھوڑ جائے میں تب بھی خاموش رہوں کیسے

بتائیے کیسے"

"کیا مطلب ہے" وہ ٹھٹھکے تھے

"مطلب اسی سے پوچھیں۔۔۔ پکڑیں اس کا گریبان اور مانگیں اس سے حساب۔۔۔ میری تذلیل کا۔۔۔ میرے لہو لہو ہوئے وجود کا" آنسوؤں کا گولہ اس کے گلے میں پھنس گیا وہ سرعت سے باہر کو

لپکی وہ کچھ نہ کہہ کر بھی سب کہہ گئی تھی سجاد صاحب کو سر چکراتا ہوا محسوس ہوا

"بابا" تبھی حیات کمرے میں داخل ہوا "آپ ٹھیک ہیں" وہ باپ کی طرف لپکا

"ہاں میں ٹھیک ہوں" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے روکا

"بات ہوئی سی سکندر سے فون کیا تم نے" ماتھے سے پسینہ پونجھتے وہ بمشکل بولے

"جی مگر وہ گھر پر نہیں تھا" وہ نظریں چرا گیا

"کیا چھپا رہے ہو حیات" وہ دور کی نظر رکھتے تھے

"بابا وہ۔۔۔۔"

"جھوٹ مت بولنا"

"وہ شادی کر چکا ہے" حیات نے بغیر انہیں دیکھے جواب دیا تھا سجاد صاحب کا چہرہ سفید پڑ گیا وہ سینے پر

ہاتھ رکھے زمین پر گرتے چلے گئے تھے

عائشہ ایک مشہور بزنس مین غضنفر علی کی بیوی تھی دونوں کی پسند کی شادی تھی شادی کے دس سال

بعد بھی وہ اولاد کی نعمت سے محروم ہی رہے مگر قدرت سے مایوس نہ ہوئے

دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں خوش تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ایک کار حادثے میں غضنفر علی اس جہاں سے کوچ کر گئی عائی شہ اکیلی رہ گئی۔۔۔۔۔ ان کی والدہ حیات تھیں بھائی اور بہن کا بھی سہارا تھا ان کے بھرپور اصرار پر بھی وہ دوسری شادی کے لیے راضی نہ ہوئیں خود کو مصروف رکھنے کے لیے وہ بزنس سنبھالنے لگیں اس دن ڈنر پارٹی سے واپسی پر دیر ہو گئی تھی جب انہیں سڑک پر ایک ڈرا سہما بچہ نظر آیا۔۔۔ انہیں یقین تھا کہ کار کو آتا دیکھ کر وہ پیچھے ہو جائے گا مگر اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر انہوں نے بریک پر پاؤں رکھا مگر دیر ہو چکی تھی وہ باوجود کوشش کے بھی اسے زخمی ہونے سے نہ بچا سکیں وہ اسے لے کر ہاسپٹل پہنچیں تھیں معمولی چوٹیں تھیں جازم معجزاتی طور پر بالکل صحیح سلامت تھا حفاظت کی خاطر اسے ملازمہ کے ہمراہ گھر بھجوا دیا عائی شہ کو یہ معصوم سا بچہ بے حد اچھا لگا تھا وہ اس سے اس کی فیملی کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھیں مگر جو جواب اس نے دیا وہ اسے الجھا گیا تھا وہ ڈسچارج کروا کر اسے گھر لے آئی تھیں جو جو جس والہانہ انداز میں جازم کی طرف بڑھا وہ بے اختیار پوچھ بیٹھیں

"یہ تمہارا بھائی ہی ہے" وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوا

"جی یہ میرا بھائی ہی ہے" اس کا لہجہ اتنا مضبوط تھا کہ شک کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ بچی تھی

★★★★★

سجاد صاحب یہ صدمہ برداشت نہ کر پائے تھے جس دن نواب ولایت ان کا جنازہ اٹھا اسی دن صبحی کے ہاں نوائی م نے جنم لیا کسی کو اس سے سروکار نہ تھا اسے آخری دفعہ اپنے باپ کا چہرہ دیکھنے کی بھی اجازت نہ ملی تھی وہ دل ہی دل میں اپنی بدتمیزی ہر پشیمان تھی اس سب میں سجاد صاحب کا کیا قصور تھا

وہ خود کو جتنا کوستی کم تھا وقت کے ساتھ ساتھ اس کی حیثیت ایک ملازمہ سی ہوگئی حیات صاحب چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکے صبحی نے بھی اپنی یہ حیثیت قبول کر لی تھی ندرت امریکہ شفٹ ہوگئی ماہی اور وقار اسے دیکھ کر رخ پھیر لیتے ماریہ بیگم بھی شوہر کی جدائی کی زیادہ دیر برداشت نہ کر پائیں اور ایک شام چپ چاپ یہ دنیا چھوڑ گئیں اب اس کے دو ہی بھدر درہے تھے حیات اور سمعیہ مگر وہ خود کو سنبھال چکی تھی اس نے سمجھوتہ کرنا سیکھ لیا تھا اسے کسی شے کی چاہ نہ تھی نوائی م کو اس نے ایک کمرے تک محدود رکھا تھا وہ نہ چاہتی تھی کہ جو طعنے اس کے مقدر بنے وہ اس کی بیٹی سنے جو تزیل اسکے حصے میں آئی وہ اس کی بیٹی بھی سے اسے شدت سے انتظار تھا کہ کب فیضان آکر اپنا عہد پورا کرے اور اسے اطمینان نصیب ہو

وہ سکندر کو سوچنا نہیں چاہتی تھی وہ اسکی ہر یاد کو دل سے کھرچ کر پھینک دینا چاہتی تھی شاید وہ ایسا کر بھی لیتی مگر جو زخم اسکے نام سے جڑ کر اسکے وجود میں گڑ چکے تھے کیا کرتی وہ ان کا.... جب جب بدکرداری کا طعنہ اسکے منہ پر لگتا جب جب اسے دیکھ کر منہ موڑا جاتا وہ ٹرپ اٹھتی... زخموں سے لہو پھر سے رسنے لگتا اور اسے لہو لہان کر جاتا اسکا دل شدت سے چاہتا کہ وہ سکندر کا گریبان پکڑ کر اس سے اپنا قصور تو پوچھے... اپنے ساتھ ہوئے اس ظلم کی وجہ پوچھ سکے اور وہ منتظر تھی اس دن کی بڑی شدت سے.... وہ اسے بھولی نہ تھی.... بھلا ہی نہ سکتی تھی ایسے لوگ بھلا یادداشت سے کب نکلتے ہیں جو خود اپنے ہاتھوں سے نفرتوں کے بیج بودیں.... ہاں اسے نفرت تھی شدید نفرت.... اسی شخص سے.... جو کبھی اسکے روح میں خوشبو بن کر بسا کرتا تھا عہدِ نارسائی میں، خوابِ زندگی لے کر

دور تک بھٹکتے تھے

جانتے تو تم بھی تھے

راکھ راکھ ہو کر بھی، خاک خاک ہو کر بھی

ہاتھ کچھ نہیں آتا

خواب کی مسافت ہے، ہاتھ خالی رہتے ہیں

مانتے تو تم بھی تھے

اور باوجود اس کے نیند کو لٹا کر بھی

چین کو گنوا کر بھی

ہر شبِ عبادت میں، زار زار اکھیوں کے

اشک رکھ ہتھیلی میں

چمکیوں کے پھندے میں، میرا نام لے لے کر

مجھ کو اپنے مولا سے

مانگتے تو تم بھی تھے

عشق کے عقیدے میں، فہم کیا؟ فراست کیا؟

کارِ عقل کیا معنی؟

عشق کے مخالف گرا لاکھ ہی دلیلیں ہوں

جس قدر حوالے ہوں، مستند نہیں ہوتے

مانتے تو تم بھی تھے

اور ساری دنیا سے، پھر چھڑا کے دامن کو

میری ذات میں آکر، خود کو سوئپ دینے کا

سوچتے تو تم بھی تھے!

اب کی بات چھوڑو تم

اب میں کچھ نہیں کہتی

کچھ نہیں کہوں گی میں

اب فقط سہوں گی میں

اب تو چپ رہوں گی میں

کچھ گلہ نہیں تم سے

یاد بس دلایا ہے

اس طرح سے ہوتا تھا

عہدِ نارسائی میں

اب میں کچھ نہیں کہتی

★★★★★

جہانگیر نے عائشہ کو اپنی آپ بیتی سنا دی تھی وہ فطری طور پر رحم دل عورت تھی اسے جہانگیر پر بے

تحاشہ پیار آیا

"آج سے تم میرے بیٹے ہو۔۔۔ بھول جاؤ سب۔۔۔ بس اب تم میرے پاس رہو گے شاید خدا نے مجھے اسی لیے اولاد نہیں دی تھی مگر مجھے کیا پتا تھا کہ مجھے اتنا پیارا بیٹا مل جائے گا" وہ اس کا ماتھا چوم کر خوشی سے بولیں

"اور جازم" اسے جازم کی فکر تھی

"آف کورس وہ بھی ہمارے پاس رہے گا تمہارا بھائی ہی ہے نا" جو جو اس عرصے میں پہلی بار مسکرایا تھا یہ واحد چیز تھی جو اس نے عائشہ سے چھپائی تھی اور وہ اسے تا عمر چھپانا چاہتا تھا۔۔۔ وہ اب جاناگیر بن گیا تھا جو جو سے جاناگیر کا یہ سفر بے حد کٹھن اور خاردار تھا

★★★★★

سکندر نے اپنی کولیگ سے شادی کر لی تھی وہ اپنی زندگی میں آسودہ اور مطمئن تھا اس کے ہاں دو جڑواں بچیوں نے جنم لیا جہاں اسے خوشی ملی تھی وہاں غم بھی ساتھ آیا تھا اس کی بیوی پیدائش کے عمل کے دوران چل بسی تھی فاطمہ شکل و صورت کے علاوہ عادتوں میں بھی باپ پر تھی خود سر ضدی گھمنڈی جبکہ انامتہ اس کے برعکس تھی صابروشا کر اور خوش اخلاق۔۔۔۔۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سکندر کو صبحی کی یاد آنے لگی تھی اسے کبھی کبھی پچھتاوا ہونے لگتا اسے محسوس ہوتا کہ وہ قصور وار ہے

مگر نواب والا کے مکینوں سے اس کا رابطہ مکمل طور پر قطع تھا

اسے ماں باپ کی وفات کی خبر ملی تھی مگر وہ جانہ سکا یا شاید جانا ہی نہیں چاہتا تھا اور اب وہ عمر کے اس حصے میں آگیا تھا جہاں اپنوں کی خواہش زور پکڑنے لگتی ہے تب وہ خود کو اکیلا محسوس کرنے لگتا۔۔۔ انا متہ اس کا درد سنتی تھی محسوس کرتی تھی مگر کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی

فاطمہ کی دوستیاں ہر حد پھلانگنے لگی تھیں وہ نشے کی عادی بنتی جا رہی تھی اور یہی نشہ اس کی جان لینے کا سبب بنا تھا یہ صبحی کی بددعاؤں کا ہی اثر تھا۔۔۔۔ اس نے اسی خوف سے انا متہ کو پاکستان بھجوا دیا وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ اسے کبھی نہ دھتکاریں گے اس نے انا متہ کو صبحی سے ملنے کا بصد اصرار کہا تھا "تم وہاں جاؤ تو صبحی سے ضرور ملنا اور اپنی بہن سے بھی"

"کیا میری بہن بھی ہے"

"پتہ نہیں بہن ہے یا بجائی میں تو یہ بھی نہیں جانتا.... مگر میرا دل کہتا ہے کہ...." وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا اس کی آنکھیں بھیسنے لگیں کیا کچھ نہ یاد آیا تھا اسے۔۔۔۔۔ وہ خود نواب والا لوٹنا چاہتا تھا جو بڑے کروفر سے کہہ کر آیا تھا کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں کبھی نالوٹنے کے لیے اور آج خود ہی اس گھر میں قدم رکھنے کو ٹپ رہا تھا

★★★★★

قید خانے میں تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی تھی یہ ایک حادثہ قطعی نہ تھا بلکہ سوچی سمجھی سازش تھی شہاب کا منصوبہ بڑی کامیابی سے مکمل ہوا تھا اس نے نہ صرف اپنا مقصد پورا کیا تھا بلکہ پورے علاقے کی ہمدردیاں بھی حاصل کی تھیں فیضی اور ہما کی بدکرداری کا قصہ سر عام تھا لوگ تو بہ تو بہ کرتے کانوں کو ہاتھ لگاتے اس سب میں وہ تہمی کو یکسر فراموش کر جاتے

شہاب نے حمیرا کو ڈھونڈنے کی جان توڑ کوشش کی تھی مگر کوئی سی سراغ نہ مل سکا غوزہ کے دماغ میں بھی اس نے وہی بات بھر دی تھی جو سارے گاؤں کی زبان پر تھی غوزہ اپنی ماں کا پر تو تھی وہی سانولی صورت اور صابر و شاکر۔۔۔ شہاب نے اس دوران ہما کی کزن سے بیاہ کر لیا جو کہ پہلے سے شادی شدہ تھی مگر شوہر ایک حادثے میں مارا گیا تھا

حمیرا اور ایاز بھی شادی کر چکے تھے انہیں فیضان کی موت کی خبر ملی تھی شہاب کا وفادار ملازم ایاز کو بھی جانتا تھا اسی کے توسط سے ساری بات ان تک پہنچی جس کے مطابق جازم بھی اس آگ میں جل کر مارا گیا تھا حمیرا کو فیضان سے زیادہ ہما کا دکھ ہوا تھا کتنے ہی دن وہ اسی غم میں پڑی رہی مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے اسے بھی صبر آ ہی گیا ان کی ایک بیٹی ہو چکی تھی زیبا۔۔۔ اس دوران ایاز نے اپنے رنگ دکھانا شروع کر دیے پہلے پہل تو بات صرف لفظی طنز و طعنوں تک تھی مگر آہستہ آہستہ ایاز ہر حد سے بڑھنے لگا وہ اپنی ساری دولت جوئے میں لگا چکا تھا حتیٰ کہ گھر بھی چھن گیا حمیرا کو قدم قدم پر فیضان کی یاد آتی جب ایاز اسے پیٹتا اسے فیضان کی نرم خوئی شدت سے یاد آتی اسے اپنا ہر گناہ یاد آنے لگتا ہر جگہ فیضان کی صورت نظر آتی۔۔۔ اکثر اوقات وہ راتوں کو پھپھ کر روتی حرب اب بڑی ہوگئی تھی وہ محسوس کر سکتی تھی حمیرا کو اب جو جوگی یاد ستانے لگی تھی وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی ملنا چاہتی تھی مگر کسی سے کہہ نہ سکتی تھی پر شاید خدا نے اس کی سن لی تھی وہ خود چلا آیا تھا ہو بوباپ جیسا تھا اسے دیکھ کر اس کی متاسکی تھی تڑپتی تھی وہ اسے گلے لگانے کو بے قرار ہوئی تھی مگر جنانگیر نے اسے ایسا کوئی حق نہ دیا تھا وہ کتنے ہی دن بستر سے لگی رہی تھی اپنے اندر نواب ولا جانے کی ہمت کرتی رہی کیسے جاتی وہ وہاں جہاں پہلی بار فیضان اس کے ہم قدم تھا کیسے کرتی وہ صبحی کا سامنا

۔۔۔ کیسے بتاتی سکندر کو وہ جان لیوا حقیقت ۔۔۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر اسے جانا تھا ہر حال میں
 ۔۔۔ ہر قیمت پر ۔۔۔ اور اب یہ وقت آگیا تھا ۔۔۔ وہ بے خبر تھی جس بیٹے کو دیکھنے کے لیے اس
 کی ممتا بے چین تھی وہ اس سے منہ موڑتا ہوا بہت دور چلا گیا تھا.....

تم اداس اداس سے لگتے ہو
 کوئی ی ترکیب بتاؤ منانے کی
 میں زندگی گروی رکھ سکتا ہوں
 قیمت بتاؤ منانے کی

وہ ناک کر کے کمرے میں آیا تو حرب کو کھڑکی کے پاس ارد گرد سے بیگانہ کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک گیا
 پچھلے کچھ دن سے اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی مغیث اور حیات صاحب نے اس کی دبوئی میں
 کوئی ی کسر نہ چھوڑی تھی مگر جہانگیر کی موت نے اسے گم صم سا کر دیا تھا اور یہیں وہ چونک جاتا تھا
 اسے محسوس ہوتا تھا کہ حرب اور جہانگیر کے درمیان کوئی ی بہت گہرا تعلق تھا مگر کیا ۔۔۔ یہ جاننے
 سے وہ قاصر تھا دو ماہ کے اس عرصے میں وہ پوچھ پوچھ کر تھک گیا تھا مگر حرب بغیر جواب دئیے
 پلٹ جاتی اور اس کی سوچوں کا دھارا وہیں ہر آجاتا جہاں سے شروع ہوتا تھا
 "حرب" اس نے قریب جا کر پکارا وہ چونکی جیسے گہری نیند سے جاگی ہو
 "آپ" سرعت سے دوپٹہ درست کیا

"تم رو رہی تھی" مغیث نے اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکا وہ نظریں چرانے کے ساتھ ہی رخ بھی پھیر گئی

"مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا تم سمجھتی کیوں نہیں" وہ زچ ہو کر بولا
"اور آپ یہ بات بتا کر کیوں نہیں تھکتے" آواز دھیمی پر لہجہ کٹھن تھا مغیث کے اندر تک کڑواہٹ کھل گئی

"جانے کس ڈھیٹ مٹی کی بنی ہو تم" کہتے ساتھ ہی اس کا بازو پکڑ کر رخ اپنی جانب کیا "یہاں تو سگے مر جاتے ہیں اور لوگ بھول بھال کر اپنی زندگی میں مگن ہو جاتے ہیں تم کیوں روگ لگا کر بیٹھی ہو یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے" مغیث کو غصہ آنے لگا تھا جسے چھپانے کی اس نے کوئی می کوشش بھی نہ کی تھی
"چھوڑیں مجھے کتنی بار کہا ہے فاصلہ پر رہ کر بات کیا کریں" وہ بھی تڑخ کر بولی ساتھ ہی بازو چھڑوانے کی ناکام کوشش کی

"کب تک ناراض رہو گی۔۔۔ ہوں" اب کے مغیث کے لہجے میں نرمی تھی مگر اس نے نظر اٹھا کر دیکھنا ضروری نہ سمجھا

"مجھے اپنے گھر جانا ہے" جواب غیر متوقع تھا مغیث کے ماتھے پر بل پڑ گئے
"اور اگر میں نہ جانے دوں تو"

"تو میں پھر بھی چلی جاؤں گی" اس کی ہٹ دھرمی عروج پر تھی مغیث نے گرفت مضبوط کی

"تمہیں بہت سی خوش فہمیاں ہیں میڈم۔۔۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ گھر تمہارا اصلی گھر ہے۔۔۔ جب جہانگیر نہیں رہا تو اس گھر سے کیا رشتہ اب" وہ چپا چپا کر کہہ رہا تھا جہانگیر کے ذکر پر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں دل میں کہیں درد سا ہوا تھا تبھی بغیر سوچے سمجھے بول گئی

"وہ میرا بھائی ہی ہے سگا بھائی ہی۔۔۔ کیسے ختم ہو سکتا ہے اس گھر سے میرا رشتہ۔۔۔ کیسے چھوڑ دوں میں وہاں جانا۔۔۔ وہ بھائی ہی جس نے تب مجھے سہارا دیا جب ساری دنیا منہ موڑ چکی تھی آج میں اس کی یاد میں آنسو بھی نہ بہاؤں۔۔۔۔۔ کیسے۔۔۔۔۔ کیسے بھول جاؤں" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی بولتی چلی گئی تھی مغیث کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی حرب جھٹکے سے اپنا بازو پھڑپھڑاتی اسے حیران پریشان چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی

★★★★★

جازم شام ڈھلے گھر میں داخل ہوا تو بی جان کو اپنا منتظر پایا جہانگیر کی موت کی خبر سن کر انہیں دھچکا لگا تھا مگر وقت سب بڑا مرہم ہوتا ہے انہیں بھی صبر آ گیا تھا جازم اپنی زندگی میں مگن ہو چکا تھا اس نے بی جان سے غوزہ کے متعلق کوئی ہی ذکر نہ کیا تھا نہ ہی جہانگیر سے اپنے اختلاف کی بھنک پڑنے دی تھی

"جازم اتنی دیر کر دی آنے میں" وہ پک کر اس کی طرف آئی ہیں

"جی بس دوستوں کے ساتھ نکل گیا تھا" اسنے لا پرواہی سے کہتے ٹیبل پر پڑا گلاس لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا بی جان نے اسکی یہ حرکت خصوصاً نوٹ کی

"جازم یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم ایسے تو نہ تھے" بی جان حقیقتاً پریشان ہو گئی تھیں

"کیا۔۔۔ کیا ہے میں نے" وہ حیران سا بولا

"رات دیر سے گھر آنا۔۔۔ سارا سارا دن دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کرنا بیٹا ایسے تو زندگی نہیں گزرتی" وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھیں

"فن۔۔۔ فن کرنا چاہئیے لائیو کو اپنی مرضی سے گزارنا چاہیے" وہ عجیب طرح سے ہنسائی جان کو

گڑبڑ کا احساس ہوا تھا وہ جو نہی قریب ہوا عجیب سی بدبو انکے نتھے سے ٹکرائی اور انہیں ساکت کر گئی کتنے ہی لمحے لگے تھے لگے تھے انہیں یقین کرنے میں

"ایک بات بتاؤں" وہ اپنی دھن میں بولنے لگا

"تم۔۔۔ تم نے ڈرنک کی ہے جازم" بی جان نے حیرت کے صدمے کے زیر اثر

بغور اسکے لڑکھڑاتے قدموں کو دیکھ کر پوچھا وہ قہقہہ لگا کر ہنسا

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے میں تو روز کرتا ہوں" وہ بغیر شرمندہ ہوئے ڈھٹائی سے کہتا پلٹ کر جانے لگا تھا

"جازم کیا ہو گیا ہے تمہیں سوچو اگر جمانگیر زندہ ہوتا اور تمہیں اس حال میں دیکھتا تو۔۔۔۔"

"تو۔۔۔" اس نے تیزی سے چہرہ موڑ کر بات کاٹ کر پوچھا "کیا کر لیتا وہ"

"جازم تم جمانگیر....."

"جمانگیر۔۔۔۔۔ جمانگیر۔۔۔۔۔ جمانگیر کیا ہے یہ جمانگیر۔۔۔۔۔ اچھا ہوا مر ہی گیا۔۔۔۔۔ نہ مرتا تو میں خود مار دیتا اسے" وہ بات کاٹ کر بدتمیزی سے چلایا تھا بی جان کو اس کے تلخی سے بھرپور الفاظ نے دنگ کر دیا

"میری زندگی ہے یہ.... اپنی مرضی سے گزاروں گا میں..... جاناں گھر جیسی جونک کی لصیحتیوں کو ساتھ لے کر نہیں جی سکتا میں" جاناں گھر کے لیے اتنی نفرت اتنی حقارت تھی اس کے لہجے میں کہ بی جان چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ پائی وہ سر جھٹکتا تن فن کرتا سیڑھیاں چڑھ گیا

★★★★★

فابیان ادھر سے ادھر چکر لگاتا اپنے اندرونی خلشار کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اتنے عرصے میں وہ باوجود کوشش کے بھی نوائی م کی ایک جھلک نہ دیکھ پایا تھا ادینہ دور سے ہی اس کی پریشانی بھانپ گئی تبھی تیز تیز قدم اٹھاتی اس تک پہنچی

"کیا بات ہے اتنے پریشان کیوں ہو" عقب سے آتی آواز پر وہ پلٹا اس کے عین پیچھے بازو سینے سے باندھے بغور اسے دیکھتی ادینہ موجود تھی

"کچھ نہیں" اس نے بے رخی سے جواب دیتے ساتھ ہی جانے کے لیے قدم بڑھا دیے

"تم نہ بھی بتاؤ میں جانتی ہوں" ادینہ کے لہجے میں پختگی تھی وہ بے اختیار ٹھٹھک کر پلٹا

"کیا جانتی ہو"

www.urdu novels mania.com

نوائی م۔۔۔ نوائی م ہے تیاری پریشانی کی وجہ۔۔۔۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تمہارا مسئلہ حل کر سکتی ہوں" وہ دو قدم آگے بڑھی اور براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی

"کیا مطلب" وہ نا سمجھی سے اس کے مسکراتے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا

"مطلب صاف ہے مسٹر فابیان ہاشم۔۔۔ تمہیں نوائی م چاہی ہے اور مجھے مغیث.... میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں اگر تم میرا ساتھ دو" وہ معنی خیزی سے مسکراتی فابیان کو آگے کا پلان بتانے لگی...

اب تیری یاد سے وحشت نہیں ہوتی مجھ کو

زخم ملتے ہیں اذیت نہیں ہوتی مجھ کو

اب کوئی ہی آئے چلا جائے میں خوش رہتا ہوں

اب کسی شخص کی عادت نہیں ہوتی مجھ کو

اتنا مصروف ہوں جینے کی ہوس میں

سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہوتی مجھ کو

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سامنے دیوار پر لگی بڑی سی پینٹنگ پر نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں

غرق تھی ذہن وہاں ہو کر بھی وہاں نہیں تھا باپ کے گزر جانے کے بعد دو ماہ اسپتال کے بستر پر گزار کر

مکمل علاج اور دیکھ بھال کے باوجود وہ پہلے والی غوزہ نہ بن پائی تھی دو ماہ کے اس عرصے میں

گزارا ہر لمحہ اسے زندگی کا مشکل ترین وقت لگا تھا بچپن میں وہ مہر تھی رشتوں محبتوں کی پیاسی جس کے

دل میں جو جو کی محبت کی بھی سی کو نپل اس وقت کھلی تھی جب وہ لفظ محبت سے بھی نا آشنا تھی مگر

پروان چڑھنے سے پہلے ہی سفاک وقت نے اسے قدموں تلے روند دیا پھر ایسی آندھی چلی کہ وہ مہر

سے غوزہ بن گئی بچپن کا نام ہی نہ چھینا تھا بلکہ اسے بہت سے رشتوں کو بھی کھونا پڑا تھا فیضی چاچو جن

کی شفیق صورت اسے بہت عزیز تھی اسے کہیں نظر نہ آئے جو جو اس کے بچپن کا دوست نہ جانے

کہاں کھو گیا تھا ہما اس کی ماں اس کی پناہ گاہ اس کے لیے ایک سایہ دار درخت کی مانند تھیں۔۔۔ باپ

کی محبتوں کو ترسی وہ لڑکی ہر رشتے سے محبت پانے میں ہلکان ہو جاتی مگر آہستہ آہستہ اس کے پاس

سوائے باپ کے کوئی نہ بچا تھا ایندھ کچھ عرصہ قبل شدید علالت کے باعث انتقال کر گئی تھیں پہلے پہل وہ غزوہ کو کسی قابل نہ جانتی تھیں مگر ان کے آخری ایام میں جب ہر رشتہ نے منہ موڑ لیا تو صرف غزوہ ہی تھی جو دن رات ان کی خدمت میں لگی رہتی وہ اسے کچھ بتانا چاہتی تھیں بہت ہی کوئی ہی اہم بات مگر قدرت کی طرف سے موقع نہ مل سکا بچپن میں جو بات اس کے باپ نے جھوٹ سچ ملا کر اس کے کانوں میں ڈالی تھی وہ وقت کے ساتھ ساتھ پختہ ہو گئی تھی جو جو کا باپ اس کی ماں کا قاتل تھا اور ایک قاتل کے بیٹے سے اسے کوئی رشتہ نہ رکھنا تھا اس نے چھ سالہ مہر کو اپنے اندر ہی مار دیا اسے غزوہ بننا تھا اور وہ بن گئی تھی مگر باوجود کوشش کے وہ جو جو کو دل سے نہ نکال سکی اسے ہر سرسراہٹ پر کسی کا گمان ہوتا ہر نشان پر کسی کے قدموں کی دھول جمی نظر آتی ہر چہرے پر ایک چہرے کا گمان ہوتا مگر وہ دعا کرتی تھی یہ گمان گمان ہی رہے کبھی سچ بن کر اس کے سامنے نہ آئے مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کے باپ نے خود اسے جہانگیر کے ساتھ رخصت کر دیا مگر وہ تو جہانگیر تھا جو جو نہیں۔۔۔ وہ اس کا جو جو ہر گز نہ تھا ابھی وہ اس جھٹکے سے ہی نہ سنبھل پائی تھی کہ فاریہ کے منہ سے تلخ حقیقت سن کر وہ خود پر قابو نہ رکھ پائی تھی اور ایک محبت کو دوسری محبت پر قربان کر گئی

★★★★★

"انکل مجھے گھر جانا ہے" حرب نے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی کہا حیات صاحب نے حیرت سے پہلے اسے پھر تپے تپے سے مغیث کو دیکھا جو اس کے پیچھے ہی آیا تھا

"کیا بات ہے بیٹا" انہوں نے نرمی سے استفسار کیا

"بلاوجہ کی ضد کر رہی ہے۔۔۔ گھر جانا ہے گھر جانا ہے۔۔۔ جیسے ہم نے محترمہ کو اغوا کر لیا ہے" جواب مغیث کی طرف سے آیا تھا جو ماتھے پر بل ڈالے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے کڑے تیوروں سے گھور رہا تھا

"بابائیں" حرب نے کچھ کہنا چاہا مگر حیات صاحب نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر پاس بٹھالیا "میری بات غور سے سنو بیٹا۔۔۔ آپ کی والدہ سے میری بات ہوئی ہے انہیں میں نے یہیں بلوایا ہے ڈرائیور کے ہمراہ آج شام تک پہنچ جائیں گی ایسے میں آپ کا گھر رہنا بہتر ہے" وہ رسان سے کہہ رہے تھے حرب کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں "آپ نے انہیں کیسے ڈھونڈا" حرب کے جانے کے بعد ایاز نے اپنا ٹھکانہ بدل لیا تھا تبھی حرب اور حمیرا کا رابطہ نہ ہو پایا تھا "اور آپ نے بجائی کا بھی بتا دیا" وہ سوال پر سوال کر رہی تھی حیات صاحب نے نفی میں سر ہلایا "ابھی نہیں۔۔۔ وہ یہاں آجائیں پھر بتا دیں گے" وہ دھیمی آوازیں اسے کچھ سمجھا رہے تھے مغیث نے جل کر دونوں کو دیکھا "میری کوئی ویلیو نہیں" وہ میز پر پاؤں سے ٹھوکر مارتا تن فن کرتا کمرے سے نکل گیا

★★★★★

"بی جان میری بات تو سنیں" جازم نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روکا وہ چہرے کا رخ پھیر گئی "بی جان پلیز۔۔۔ آئی م سوری۔۔۔ رٹی ملی سوری۔۔۔ مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا میں اوور ریکٹ کر گیا" وہ مسکین سی صورت بنائے کھڑا تھا بی جان نے ایک اجنبی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی

"کیا تم نہیں جانتے تمہیں کیا ہو گیا تھا" ان کا انداز دھیمہ مگر لہجہ سرد تھا جازم چونک گیا
 "میں آئی نہ نہیں کروں گا پراس"

"کل کس نے دیکھی ہے جازم۔۔۔۔ کل رات جو کچھ ہوا اور جو الفاظ تم نے جہانگیر کے لیے استعمال کیے وہ ہرگز بھلانے کے قابل نہیں۔۔۔ تم حقیقت سے ناواقف ہو۔۔۔ تمہاری تربیت میں نے نہیں جہانگیر نے کی ہے بالکل ایک ماں کی طرح پرورش کی ہے اور ایک باپ کی طرح سئیابان بنا رہا اور اس کا صلہ یہ دے رہے ہو تم مجھے بہت افسوس یو ا جازم۔۔۔۔ بے حد افسوس "ان کی آنکھوں میں نمی آٹھری جازم کو مزید شرمندگی نے آگھیر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے "بی جان آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دیں "اس کی نظریں جھکیں ہوئی تھیں بی جان نے اس کا کندھا تھپتھپایا

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں" جازم بے اختیار ان سے لپٹ گیا
 "یو آر گریٹ"

"جازم۔۔۔ حرب کی طرف کب گئے تھے" کچھ یاد آنے پر وہ اس کے بازو ہٹا کر پوچھنے لگیں وہ
نظریں چرا گیا

"آ۔۔۔ آج جاؤں گا نا۔۔۔ بلکہ آپ بھی چلیں" وہ فوراً تیار ہو گیا

"نہیں تم جاؤ میں ڈرائیور کے ساتھ پھر کسی دن چلی جاؤں گی" وہ اس کا گال تھتپا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی میں جازم گہرا سانس بھر کر رہ گیا

★★★★★

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں" غوزہ کمرے سے باہر آئی تو ملازموں کو سامان باہر لے جاتے دیکھ کر ٹھٹھک گئی

"ہم یہ حویلی چھوڑ کر جا رہے ہیں" جواب فند کی طرف سے آیا تھا وہ گھوم کر اس کی طرف دیکھنے لگی "مگر کیوں اور ہم کہاں جائیں گے"

"ہم نہیں صرف میں اور فند جا رہے ہیں" اس کی سوتیلی ماں سامنے کھڑی تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہہ رہی تھیں

"کیا مطلب" وہ مزید حیران ہوئی

"مطلب صاف ہے۔۔۔۔۔ تمہارا باپ تو مر گیا۔۔۔۔۔ تو ہم اس قید خانے میں کیوں رہیں اس لیے ہم نے سوچا کیوں ناساری جائی یا دیانچ کر اپنا کاروبار کیا جائے"

"میں کہاں جاؤں گی" اس کی سرسراہتی آواز پر فند قہقہہ لگا کر ہنسا

"یہ تمہارا مسئلہ ہے میڈم ویسے بھی بہت اکڑ تھی نا تم میں۔۔۔۔۔ اب بھگتو" فندات مکمل کر کے پلٹ گیا اس کی بے یقین نظریں سامنے کھڑی عورت پر جم گئی

"اپنے رہنے کا بندوبست کرو یہ گھر دو دن میں خالی کر دینا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ وکیل کے پاس جانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ وہ اپنا حصہ لے کر جا چکا ہے اس لیے کوئی می فائی وہ نہ ہوگا" وہ چالاکی سے

کہتی دہلیز پار کر گئی غوزہ کو زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہوئے اس کی بے خبری کے دنوں میں وہ ماں بیٹا وکیل کے ساتھ مل کر بڑی چالاکی سے سارا حصہ اپنے نام کر وا چکے تھے اور اسے اس دنیا کی بھیر میں تنہا چھوڑ کر اپنی دنیا بسانے نکل گئی تھے

★★★★★

بلیک لینڈ کروزر بڑے سے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور ڈرائیو سے ہوتی ہوئی عین اس کے سامنے آکر رکی تھی گوہر نے نظر اٹھا کر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے جازم کو دیکھا یکدم جھانگیر کا شاندار سراپا اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا دل میں سویا ہوا غم انگڑائی می لے کر بیدار ہونے لگا بمشکل آنکھوں کو غم ہونے سے روکتے ہوئے وہ جازم کی طرف متوجہ ہو گیا جو بالکل اس کے سامنے آکر رکا تھا رائی ل بلیو جینز پر سرمئی شرٹ پہنے آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے تھا گوہر نے خوش اخلاقی اس کا ہاتھ تھام لیا

"کیسے ہو۔۔۔ آج کیسے راستہ بھول گئی ہے یہاں کا" حال احوال پوچھتے ہوئے مسکرا کر شکوہ بھی کر ڈالا

"بس فرصت ہی نہیں ملتی" وہ سر کھجانے لگا "حرب آپنی کیسی ہیں"

"ٹھیک ہے تم آؤ" وہ اسے لیے اندر بڑھنے لگا جہاں حیات صاحب سمعیہ اور صبحی کے ساتھ حمیرا بھی موجود تھی دونوں ٹھٹھک کر کے وجہ اجنبی چہرہ نہ تھا بلکہ زار و قطار روتی حمیرا کی وہ غم ناک آواز تھی جو دونوں کو چونکا کر رکھ گئی

"میرے کیسے کی سزا دی خدا نے مجھے۔۔۔۔ وہ بیٹا بھی چھین لیا جس کی شکل دیکھنے کو ترستی رہی ہوں جس کے لبوں سے "ماں" کا لفظ سننے کو بے قرار رہی ہوں۔۔۔۔ سوچا تھا کبھی تو معاف کرے گا مگر۔۔۔۔ مگر وہ تو ایسی سزا دے گیا کہ مجھ سے میرے جینے کی آخری وجہ بھی چھین لے گیا" وہ نفی میں

سر ہلاتی بلک رہی تھی صبحی کے چہرے کی رنگت متغیر ہونے لگی جازم نے نا سمجھی سے سب کو باری باری دیکھا

★★★★★

"تم گئی کیوں نہیں اپنے گھر" وہ عون کا فیڈر بنا کر کمرے میں آئی تو مغیث کو بیڈ پر براجمان پایا حرب کو دیکھتے ہی بڑی جاندار مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آٹھری

"میری مرضی" وہ سر جھٹک کر کہتی واپس مڑنے لگی

"سنو سنو" مغیث سرعت سے اٹھ کر اسکے راستے میں آیا وہ بمشکل ٹکراتے ٹکراتے بچی

"کیا مسئلہ ہے انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتے" وہ بگڑی تھی مغیث قہقہہ لگا کر ہنسا

"دانت کس خوشی میں نکل رہے ہیں اب" اس کی ہنسی نے اسے مزید تپا دیا

"دانت میرے ہیں میں جب چاہوں نکالوں تمہیں اعتراض" وہ کون سا کم تھا اس کا تپا تپا سا انداز اسے مزید لطف دے رہا تھا تبھی مسکرا کر چڑانے لگا

"راستہ چھوڑیں میرا اور اس کمرے میں سکون سے بیٹھ کر جتنا جی چاہے قہقہہ لگائی یں" حرب نے انگلی اٹھا کر راستہ دینے کا اشارہ کیا

"نہیں مجھے تو تمہارے ساتھ قہقہہ لگانے ہیں دیکھو نا پھر تو تم چلی جاؤ گی۔۔۔ کیا پتا کب موقع ملے تو کیوں نا آج سب حساب برابر کر لیں" اس نے معنی خیزی سے کہہ کر بات ادھوری چھوڑ دی حرب نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا تبھی دروازے پر ہونے والی دستک نے ان کی توجہ کھینچ لی

"یس" مغیث نے اندر آنے کی اجازت دی

"حرب بی بی نیچے آپ کی امی آئی ہیں۔۔۔ بڑے صاحب نے کہا کہ آپ کو بلا دوں" ماں کے ذکر پر حرب نے فیڈر بیڈ پر پھینکا اور تیزی سے نیچے کی جانب بھاگی مغیث سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا "اف یہ ظالم سماج"

حرب تیز تیز سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے پاؤں سے زمین نکل گئی اس کی ماں صبحی کے قدموں میں بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی اور صبحی۔۔۔۔ وہ کسی بے جان مورت کی مانند ساکت نگاہوں سے حمیرا کا چہرہ تنکے جا رہی تھیں دروازے کے قریب ہی گوہر اور جازم موجود تھے جو ابھی نظروں سے باری باری سب کو دیکھ رہے تھے وہ تیزی سے آگے بڑھی

"اٹھو حمیرا اوپر بیٹھو" سمعیہ بیگم نے حمیرا کا بازو تھاما

"نہیں بھابھی۔۔۔۔ مجھے اتنی عزت مت دیں۔۔۔۔ میں مجرم ہوں۔۔۔۔ قاتل ہوں اپنے بچوں کی خوشیوں کی۔۔۔۔ صبحی کی گھنگار ہوں۔۔۔۔ قصور وار ہوں میں" وہ ہاتھ پھڑا کر پھر سے صبحی کی طرف پلٹی

"میں جانتی ہوں صبحی۔۔۔۔ تم سے معافی مانگنے کے بھی لائق نہیں ہوں میں۔۔۔۔ میں معافی مانگوں گی بھی نہیں۔۔۔۔ میں صرف حقیقت بتانے آئی ہوں۔۔۔۔ فیضان کی بے گناہی کا ثبوت بن کر آئی ہوں" وہ آنسو صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ سب بتاتی چلی گئی تھیں وہ اس جان لیوا سچ سے پردہ اٹھا رہی تھیں جو ایک قیامت بن کر سب کے دلوں پر برس رہا تھا جازم بے یقینی سے چند قدم آگے بڑھا

"مجھے لگا جو جو اور جازم بھی اسی آگ میں جل گئی ہو گے جس میں فیضان اور تہی مگر میں غلط تھی خدا جسے زندہ رکھنا چاہتا ہو اسے کیسے کوئی ہی موت دے سکتا ہے جہانگیر کو صحیح سلامت دیکھ کر مجھے حیرت کے ساتھ ساتھ بے حد خوشی ہوئی تھی ایاز نے اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی تھی مگر تھک ہار کر بیٹھ گیا وہ جازم کے ذریعے تہی کا حصہ لینا چاہتا تھا مگر شہاب اس سے بھی شاطر کھلاڑی نکلا شاید اس نے جازم کو بھی۔۔۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر لب سختی سے بھیچ گئی اس جازم کے لیے حقیقت پر یقین کرنا قیامت لگ رہا تھا اسے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا محال لگنے لگا اسکی حالت یوں تھی جیسے کاٹو بدن تو لو نہیں ہر کوئی ہی سکتے ہیں تھا مگر ان سے چند قدم کے فاصلے پر ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہونے شروع ہوئے اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتا انا متہ جو سپر ہیروں پر کھڑی ساری گفتگو سن رہی تھی تیزی سے ان کی طرف بڑھی

"بابا" اس کی آواز پر سب بے اختیار پلٹے سکندر کو اپنے عین پیچھے موجود پا کر سب کو جھٹکا لگا تھا اسکے تاثرات بتاتے تھے کہ وہ سب سن چکا ہے وہ دل پر ہاتھ رکھے زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا

☆☆☆☆☆☆

"میرا خیال ہے تم ٹھیک ہو اب" گوہر نے گاڑی اس کے گھر کے سامنے روکتے ہوئے پوچھا

کوئی جواب ناپا کر اس نے چہرے کا رخ جازم کی طرف موڑا جو بے جان سا بیٹھا خالی نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا

"جازم" گوہر نے اس کا کندھا ہلایا

"ہاں" وہ جیسے گہرے خیال سے چونکا تھا

"یہ سب جو تم نے سنا ایک ماضی کا تلخ واقعہ تھا لہذا تم بھی اسے بھلانے کی کوشش کرو" گوہر نے مناسب الفاظ میں اسے تسلی دی جازم نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا

"بھول جاؤں۔۔۔۔ کیسے بھول جاؤں۔۔۔۔ کیسے بھول جاؤں۔۔۔۔ آج۔۔۔۔"

آ۔۔۔۔ ج۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ مجھے اپنی حقیقت معلوم ہوئی ہے "لفظ ٹوٹ پھوٹ کر نکل رہے تھے آنکھوں سے سیل رواں ہونے لگا جسے بے دردی سے پونجھتے وہ گاڑی سے اتر کر اندر کی طرف بڑھا اس کی اندرونی حالت ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی یہ اس کے لڑکھڑاتے قدموں سے واضح تھا

☆☆☆☆☆☆

سکندر آئی سی یو میں تھا وہ اچانک نواب ولا پہنچا تھا اپنے آنے کی اطلاع اس نے سوائے وقار کے کسی کو نہ دی تھی مگر پہلے ہی قدم پر جو جان لیوا حقیقت اس کی سماعتوں میں اتری تھی وہ اس کا کمزور دل سہہ نہ سکا تھا صبحی کے لیے بھی یہ شک کم نہ تھا مگر خود کو سنبھال گئی تھی فیضان کی دردناک موت نے اسے اندر تک دکھی کیا تھا بار بار اس کا مخلص۔۔۔ مسکراتا چہرہ جب جب آنکھوں کے سامنے گھومتا بے اختیار ہی آنسو گالوں کو بھگونے لگتا ماہی بیگم کی تیز آواز پر وہ آنسو پونجھتی لاؤنج میں چلی آئی

"سب کہاں ہیں" حسب معمول صبحی کو دیکھ کر ان کے ماتھے کی تیوری چڑھی تھی

"میں نہیں جانتی" وہ دھیرے سے کہتی سر جھکا گئی

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے تم نہ جانتی ہو تم تو ہر معاملے کی سن گن لینے کی کوشش میں ہوتی ہو" ماہی تنفر سے بول رہی تھیں حرب جو کچن کی طرف آرہی تھی ان کے انداز پر چونک گئی

"اور یہ تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں" اب کے ان کی نظروں کا رخ صبحی کے چہرے کی طرف تھا

"ایسے ہی" صبحی نظریں چراگئی

"کس کی یاد میں آنسو بہا رہی ہو تم۔۔۔ ہوں۔۔۔ کتنی عمر ہو گئی ہے تمہاری جوان بچی کی ماں ہو شرم ابھی تک نہیں آئی تمہیں" وہ غصے سے کہتی آگے بڑھی اور صبحی کے بال پکڑ لیے

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ" حرب سے مزید برداشت نہ ہوا تو سامنے آگئی

"خاموش رہو تم۔۔۔ ہمارے معاملے سے دور رہو" ماہی کو اس کی داخلت بری طرح گھلی تھی تبھی غصے سے جھڑک ڈالا

"یہ آپ کا نہیں اس گھر کا معاملہ ہے چھوڑیں انہیں" وہ ان کے ہاتھ جھٹکتی صبحی کا بازو تھام کر کچن میں چلی آئی

"آپ کیوں برداشت کرتی ہیں ان کی باتیں" وہ محبت سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی صبحی کو وہ بالکل فیضان جیسی لگی کسی کے درد پر ٹپ اٹھنے والی محبتوں سے گندھی لڑکی

"چھوڑو یہ سب تم بتاؤ حمیرا چلی گئی" صبحی نے اس کا دھیان بٹایا

"جی" وہ شرمندہ سی ہونے لگی آج جو حقیقت اس نے اپنی ماں کی زبانی سنی تھی اس نے صبحی کا مقام اس کے دل میں اونچا کر دیا تھا

"آپ کو ان سے نفرت محسوس ہو رہی ہوگی نا" حرب نے ڈرتے ڈرتے پوچھا چند لمحے سوچنے کے بعد صبحی دھیرے سے مسکرائی میں نکھری نکھری سی شفاف مسکراہٹ حوصلہ بڑھاتی ہوئی ی جودل کو چھو جائے حرب دل ہی دل میں معترف ہوئی

"نہیں ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا۔۔۔ اس سب میں حمیرا کا قصور تھا مگر مجھے اس سے کوئی ی گلہ نہیں" تو پھر آپ کو کس سے گلہ ہے "اس نے مزید پوچھا صبحی محض نفی میں سر ہلا کر خاموش ہو گئی وہ چاہ کر بھی سکندر کا نام لبوں تک نہ لاسکی تھی

"یہ مت سوچنا کہ تم حمیرا کی بیٹی ہو تمہیں اس گھر میں مقام نہ مل پائے گا بلکہ یہ سوچنا کہ تم فیضان کی بیٹی ہو جس کی بے گناہی کے گواہ اس حویلی کے درودیوار بھی ہیں" وہ بڑے رسان سے اسے سمجھا رہی تھیں حرب یک ٹک ان کا چہرہ دیکھے گئی

☆☆☆☆☆☆

رخصت ہوا تو بات میری مان کر گیا

جو اس کے پاس تھا وہ مجھے دان کر گیا

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

وہ مرے مرے قدموں سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا چند لمحے دروازے کے پاس ہی رک کر کمرے کا جائزہ لینے لگا کچھ بھی تو نیا نہ تھا یہ بستر یہ درودیوار سب اسکے اپنے تھے مگر پھر بھی اس جگہ سے اجنبیت چھلکنے لگی تھی جانے کس احساس کے تحت چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں بننے لگیں اسے

یاد نہیں پڑتا تھا کہ ہوش سنبھالنے کے بعد اسے کبھی رونا پڑا ہو کبھی ایسا موقع نہ آیا تھا کہ اس کی آنکھ سے ایک آنسو کا قطرہ بہنے کی نوبت آئی ہو۔۔۔۔۔ سب کچھ بن مانگے ملا تھا پر آسانی ش زندگی نے اسے اتنا نخریلا بنا دیا تھا کہ محض ایک خواہش پوری نہ ہونے پر اس نے جہانگیر سے رابطہ قطع کر لیا اس کی عمر بھر کی محبتوں کو بھلا دیا وہ اتنا نا فہم تھا کہ اس شخص کو اپنا بدترین دشمن مان لیا جو تپتی دھوپ میں اسکے لیے سایہ دار شجر کی مانند تھا جس نے ہاتھ پکڑ کر چلنا سکھایا تھا جس نے زندگی جینا سکھایا تھا محض دل لگی کی خاطر اس نے سب وہ احسان بھلا دیے تھے جن کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرتا رہا تھا وہ احسان فراموش تھا ایک بد کردار اور احسان فراموش کا بیٹا بھی اس جیسا ہی تھا اس کے خون میں موجود دغا بازی کی ملاوٹ کو جہانگیر کی بہترین تربیت بھی نہ مٹا پائی اسی سوچ کے ابھرنے پر اس نے بے حد طیش میں ہاتھ کا مکا دیوار پر دے مارا آج ساری حقیقت کھل گئی تھی جسے جان کر وہ اپنی ہی نظروں میں گر گیا تھا یہ احساس ہی سوہان روح تھا کہ جہانگیر اس کا سگا بھائی ہی نہ تھا مگر سگوں سے بڑھ کر چاہتا تھا اس کا باپ اس کی ماں کی خوشیوں کا قاتل تھا غزوہ مہر اس کی ماں کے قاتل کی بیٹی تھی اور جہانگیر کے بچپن کی منگ تھی۔۔۔۔۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جہانگیر نے محض اپنے باپ کی خواہش کی تکمیل کے لیے شادی کی تھی۔۔۔ ایک ایک واقع اس کی اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا جہانگیر کا اس کے پیچھے لپکنا اس کے فلیٹ پر پہنچ کر نرم آنکھوں سے اسے منانے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔ یہ سب اسے چیخ چیخ کر رونے پر مجبور کر گیا تھا بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے ٹوٹے پھوٹے انداز میں وہ زمین پر بیٹھنا چلا گیا وہ آج اس شخص کے لیے بلک رہا تھا جسکے ہاتھ اسنے بے رحمی سے یہ کہتے ہوئے جھٹک ڈالے تھے کہ اسکا اس پر کوئی ہی حق نہیں

"بھیا۔۔۔۔۔ بھیا لوٹ آئی ہیں بھیا۔۔۔۔۔ میں آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ بھیا پلیر آجائی ہیں۔۔۔۔۔ ایک بار آجائی ہیں" وہ ہلکے بلکے کر روتا دیاوار سے سر ٹکرانے لگا تبھی بی جان دروازہ کھول کر اندر آئی ہیں سامنے کے منظر نے انہیں ٹھٹھرا کر رکھ دیا

☆☆☆☆☆☆

"بی بی جی یہ خط بڑے صاحب نے آپ کے لیے دیا تھا"

ملازمہ نے گم صم بیٹھی غوزہ کو مخاطب کیا مسلسل گریہ وزاری سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں سانولی رنگت مزید گہری ہونے لگی تھی وہ چونک کر ملازمہ کے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو دیکھنے لگی "کس کو دیا تھا انہوں نے" وہ بے چین ہواٹھی تھی تبھی تیزی سے خط پکڑ کر پوچھنے لگی "کرمو کو۔۔۔ کہا تھا کہ آپ تک پہنچا دیں مگر اسی روز دل کا دورہ پڑ گیا اور آپ خود ہی آگئی ہیں" ملازمہ تفصیل بتا رہی تھی مگر اسے خط کی طرف متوجہ پا کر باہر نکل گئی اس نے جلدی جلدی خط پڑھنا شروع کیا اس کی نظریں جوں جوں خط کی سطروں پر پڑ رہی تھیں اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہونے لگی

"جب تک تمہیں یہ خط ملے گا شاید میں دنیا میں نہ رہوں میں نہیں چاہتا کہ اس حقیقت کے بعد تمہاری نفرت کا سامنا کروں جو کچھ میں کہنے جا رہا ہوں وہ ایسی حقیقت ہے جو آج تک خود سے بھی چھپاتا آیا ہوں۔۔۔ ہما تھی اور فیضان کو میں نے اپنی لالچی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک مضبوط پلاننگ کے تحت موت کے گھاٹ اتار دیا شاہ پور کے سردار ہونے کی حیثیت سے بہت سے لوگ اس حقیقت

سے واقف ہونے کے باوجود مجھ سے سوال کی جرات نہ کر سکے فیضی سے حسد نے مجھ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی انسانیت نام کی شے شاید مجھ میں مفقود ہو چکی تھی تبھی بغیر سوچے سمجھے میں نے اپنی کامیابی کے لیے یہ جال بنا اور کامیاب بھی ہو گیا مگر آج مجھے احساس ہوا تب جب میں نے جہانگیر کو زندہ سلامت اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا وہ ہو ہو فیضان لگا مگر فرق صرف اتنا تھا کہ فیضان کی آنکھوں میں نرمی اور محبت ہوتی تھی جبکہ اس کی آنکھوں میں نفرت اور انتقام کے شعلے تھے وہ چاہتا تو مجھے مار سکتا تھا ختم کر کے اپنا بدلہ لے سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا اس نے مجھے آذا دکر دیا جانتی ہو کیوں۔۔۔۔۔ کیوں کہ اس کے باپ کو مجھ سے محبت تھی اس کے الفاظ راتوں کو مجھے چین نہیں لینے دیتے وہ سچ کہہ رہا تھا مجھے مارنے سے بہتر ہے وہ مجھے زندگی کی سزا دے اور یہ سزا مجھے موت سے بھی بدتر لگ رہی ہے

تہمی اور فیضان کا حصہ میں نے ان کے نام کر دیا ہے یہ میری وصیت ہے جس کی ایک کاپی میں نے اس خط کے ساتھ بھی ایچ کر دی ہے آخری بات جہانگیر کی قدر کرنا اس شخص سے زیادہ کوئی تمہیں عزت اور محبت نہ دے سکے گا۔۔۔۔۔ تمہارا بد نصیب باپ شہاب

خط متواتر بہتے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا وہ کتنے ہی لمحے بے یقینی سے خط کو دیکھے گئی اس کے حواس برف ہو گئے ایسا کیسے یو سکتا تھا اتنا بڑا جھوٹ اتنا بڑا دھوکہ۔۔۔۔۔ اس کا باپ قاتل تھا یہ سوچ ہی سوہان روح تھی جس باپ کو اس کے دل میں ایک اونچا مقام حاصل تھا آج کیسے ایک پل میں بکھر گیا تھا اس کا باپ نہ صرف اس کی ماں کا بلکہ اس کی محبت کا بھی قاتل تھا اور بجائے جہانگیر کی بے گناہی پر یقین کرنے کے وہ اسے انتقام کی بھینٹ چڑھا آئی تھی

"یہ آپ نے کیا کیا" سکتہ ٹوٹا تو وہ حواسوں میں واپس آئی "آپ نے اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی قاتل بنادیا۔۔۔۔۔ ایک قاتل کی بیٹی بھی قاتل اور خونی نکلی" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلک پڑی

عشق میں غیرت جذبات نے رونے نہ دیا
ورنہ کیا بات تھی کس بات نے رونے نہ دیا
آپ کہتے تھے کہ رونے سے نہ بدلیں گے نصیب
عمر بھر آپ کی اس بات نے رونے نہ دیا
رونے والوں سے کہوان کا بھی رونا رو لیں
جن کو مجبوری حالات نے رونے نہ دیا
تجھ سے مل کر ہمیں رونا تھا بہت رونا تھا
تنگی وقت ملاقات نے رونے نہ دیا
ایک دور روز کا صدمہ ہو تو رو لیں فاکر
ہم کو ہر روز کے صدمات نے رونے نہ دیا
سدرشن فاکر

"جائز کیا کر رہے ہو تم" بی جان نے سرعت سے آگے بڑھ کر اسے پیچھے کھینچا
"چھوڑیں مجھے۔۔۔ چھوڑ دیں۔ مر جانے دیں مجھے" وہ بے قابو ہوتا پھنکارا تھا بے حد طیش میں انکے
ہاتھ جھٹکتا سرانگی کی انتہا کو چھو تا وہ انہیں عجیب نظروں سے تنکے لگا بی جان کو اس کی حالت چونکا گئی

"کیا ہوا ہے جازم۔۔۔ مجھے بتاؤ" وہ ٹھہر سی گئی تھیں

"یہ پوچھیں کیا نہیں ہوا۔۔۔۔۔ سب ختم ہو گیا بی جان سب ختم ہو گیا" وہ وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نڈھال سا بیٹھ گیا گردن اکڑا کر چلتا دوستوں محفلوں کی جان جازم شاہ آج زمین پر بیٹھا بے بسی اور اذیت کی انتہاؤں کو چھو تا خود بھی بے یقین سا تھا جو کچھ اس نے سنا اس حقیقت کو ماننے سے ذہن انکاری تھا دل نفی کر رہا تھا شد و مد سے

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں آپ کا سگا بیٹا نہیں ہوں.... بتائیں.. کیوں میری شناخت چھپائے رکھی" اسکے لب کپکپا گئے تھے وہ سوال پر سوال کر رہا تھا جواب مانگ رہا تھا بی جان کو اسکے الفاظ پر جھٹکا لگا

"تو تمہیں پتہ چل گیا" وہ گہرا متاسفانہ سانس بھر کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئیں

"میں نے جہانگیر سے وعدہ کیا تھا کہ تم سے یہ حقیقت چھپانے میں اس کا ساتھ دوں گی" چند لمحوں بعد بی جان کی آواز اسے سماعتوں میں اترتی محسوس ہوئی

"ویسے بھی ایسی شناخت کا کیا فائدہ جب بے نشان ہی رہنا ہو۔۔۔۔۔ کیا فرق پڑتا ہے کہ تم کس کے بیٹے ہو تمہارا اصل کیا ہے۔۔۔۔۔ تمہیں یہ سوچنا چاہئے کہ تم نے ایک باعزت گھرانے میں پرورش پائی ہے بہترین تعلیم حاصل کی ہے تمہیں زندگی کی ہر آسائش میا کی گئی رہی بات رشتوں کی تو مجھ سے کوئی رشتہ نہ سہی مگر میں نے کبھی تمہیں بیٹے سے کم نہیں سمجھا پھر جہانگیر بھی تو تھا وہ تو تمہارا سگا رشتہ تھا۔۔۔۔۔" وہ نرمی اور رسان سے سمجھا کر اس کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ مزید اذیتوں میں گھرنے لگا

"میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا بی جان۔۔۔ کچھ جاننا نہیں چاہتا۔۔۔ اس وقت میرے سینے میں آگ لگی ہے جی چاہتا ہے اسی آگ میں جل کر خاک ہو جاؤں ختم ہو جاؤں" انتہائی بے بسی سے کہتے وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا بی جان دھیرے سے پلٹی اور اس کے قریب بیٹھ کر محبت سے اس کا سر اپنے ساتھ لگا لیا کندھا پاتے ہی اس کا ضبط بری طرح بکھر گیا

"چپ کر جاؤ جازم۔۔۔۔ میں سب جانتی ہوں" چند لمحوں بعد اس نے بی جان کو کہتے سنا وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگا

"جس دن جاناگیر نے نکاح کیا تھا اس نے مجھے فون کر کے بتایا تھا اس دن وہ کتنا خوش تھا اس کی آواز سے ہی ظاہر تھا مگر اسے خوشی شاید راس نہیں آتی تم نے جب اچانک جانے کی اطلاع دی تو مجھے خوشی ہوئی حیرت بھی۔۔۔ تم جاناگیر کو سر پر اندر دینا چاہتے تھے مگر مجھے یقین تھا کہ تم خود سر پر اندر ہو جاؤ گے تمہاری بے رخی اور گھر چھوڑنے کا واقعہ بھی میرے علم میں تھا اور یہ سب جاناگیر نے نہیں ہماری ملازمہ نے اگلے دن فون کر کے بتایا تھا میں بے حد حیران تھی لاکھ سوچنے پر بھی تمہارے

روئے کا کوئی سرا میرے ہاتھ نہ آیا تھا تب میں نے جاناگیر سے بات کی تھی اسنے تمہارے الفاظ ہی دہرا کر میرے خدشے کی تصدیق کر دی تم مہرو میں انوالو تھے "وہ پل بھر کو رکیں جازم شرمندگی سے نظریں نہ اٹھا سکا" مجھے حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ بھی ہوا تھا کہ محض چھوٹی سی بات پر تم نے جان چھڑکنے والے بھائی کی ٹرپتی محبت کو بھی نظر انداز کر دیا یاد ہے جب تم چھوٹے سے تھے کیسے نخرے اٹھاتا تھا وہ تمہارے حالانکہ وہ عمر خود اس کے نخرے کرنے کی تھی تمہاری تکلیف پر نڑپنے والا

تمہارے لیے اپنی خوشی برباد کرنے والا جاناگیر جب اپنے حصے کی خوشیوں وصول کرنے کا وقت آیا تو

تم برداشت نہ کر سکے مجھے بہت افسوس ہوا تھا جازم بے حد افسوس۔۔۔ مگر میں خاموش رہی میں جانتی تھی تمہیں میری باتیں میرا سمجھنا برا لگے گا مگر تم اس وقت سمجھو گے جب حقیقت خود آئینے بن کر سامنے آئے گی "یہ کہہ کر وہ رکی نہیں تھیں جازم کو پاتال کی گہرائیوں میں دھکیل کر وہ کمرے سے نکل گئیں وہ اپنی جگہ سن بیٹھا رہ گیا

☆☆☆☆☆☆

سکندر کو ہوش آ گیا تھا ڈاکٹر سے اجازت لے کر حیات صاحب اس سے ملنے آئے وہ سفید بستر پر آنکھیں موندے لیٹا تھا اتنے عرصے بعد اس چہرے کو دیکھ رہے تھے جہاں بہت کچھ بدل گیا تھا وہ وقت سے پہلے بوڑھا ہو گیا تھا کمزوری اور نقاہت نے آنکھوں کے گرد حلقے اور رنگت زرد کر دی تھی انہیں یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ یہ وہی سکندر ہے جسے وہ جانتے تھے وہ دھیرے دھیرے چلتے اس تک آئے

"سکندر" دھیمے لہجے میں سنبھل کر پکارا تھا سکندر نے فوراً آنکھیں وا کیں کئی ثانیے خود پر جھکے اپنے بڑے بھائی کو دیکھتے رہے

"سکندر کیسی طبیعت ہے" انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ بے اختیار ضبط کھو بیٹھا "بھائی مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی بھائی۔۔۔۔ میں بہک گیا تھا سچ جھوٹ میں پہچان نہ کر سکا کیسے معافی مانگوں گا میں کیسے۔۔۔۔ اور فیضی۔۔۔۔ میرا رکتنا ذلیل کیا میں نے اسے۔۔۔۔ چلا گیا وہ۔۔۔۔ بھائی وہ چلا گیا" اس کی ہچکی بندھ گئی حیات صاحب اسے خاموش کروا تے بلکان ہو رہے تھے

"کتنا ترپا ہوگا وہ۔۔۔۔۔ کتنا درد سہا ہوگا اس نے۔۔۔۔۔ کتنا بد نصیب ہوں میں دوست کی قدر نہ کر سکا۔۔۔۔۔ اور اس نے کیسی سزا دی۔۔۔۔۔ ہمیشہ کے لیے روٹھ کر چلا گیا۔۔۔۔۔ کہاں ڈھونڈوں گا اسے۔۔۔۔۔ کہاں سے لاؤں اپنا یار" آنسو تواتر سے اس کا چہرہ بھگور رہے تھے

"چپ کر جاؤ سکندر بس کر دو" اسے تسلی دیتے دیتے حیات صاحب کی اپنی آنکھیں نم ہونے لگیں کیسے کہتے کیسے جتاتے اسے کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگی کا ناقابل تلافی نقصان کر چکا ہے

☆☆☆☆☆☆

تمہاری چاہت نے آنسوؤں کے تحفے دیئے
باتوں نے یادوں کے تحفے دیے
اس لیے اندھیروں سے لپٹ کر رو پڑے ہم
کیونکہ اجالوں نے بہت سے دھوکے دیے

رات ڈھل چکی تھی یہ اس حویلی میں اس کی آخری رات تھی ملازم دوپہر میں ہی جا چکے تھے وہ خالی خالی نظروں سے دیواروں کو تنکے جا رہی تھی ان دیواروں میں اسے کئی چہرے دکھائی دینے لگے کچھ کا عکس واضح تھا اور کچھ وقت کی گرد میں اٹے دھندلا چکے تھے وہ نہیں جانتی تھی اب کہاں جائے گی اتنی بڑی دنیا میں کوئی جائے پناہ تھی بھی یا نہیں

اس کا ذہن مختلف سوچوں میں گھرنے لگا اس حویلی کے باہر موت تھی جاناگیر کی موت کوئی معمولی بات نہ تھی اس کے قاتل کی تلاش جاری ہوگی ایسے میں اس کا گھر سے باہر نکلنا کسی خطرے سے خالی ہرگز نہ تھا مگر کوئی چارہ بھی نہ تھا بالفرض جاناگیر زندہ بھی ہوتا تو کیا وہ اسے معاف کر دیتا ہرگز نہیں۔۔۔۔۔

اس کے دماغ نے فوراً اس خیال کی نفی کی تھی اس کی خشک ہو چکی آنکھوں میں پھر سے گرم سیال جمنے لگا

☆☆☆☆☆☆

وہ عون کے ساتھ ہی بیڈ پر لیٹی اسکی قلقاریوں سے محفوظ ہو رہی تھی وہ بار بار اس کی انگلی کو مٹھی میں دبا کر زور زور سے ہلا کر خوش ہو رہا تھا حرب کا ذہن جازم کی طرف چلا گیا وہ ہرٹ ہوا ہو گا مجھے اس سے بات کرنی چاہیے اس سے پہلے کہ وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنائی مغیث دروازہ کھول کر سیٹی بجاتا اندر داخل ہوا

"آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کے کمرے میں بنا اجازت داخل نہیں ہوتے" حرب نے اسے آداب سکھانا ضروری سمجھا

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ میرے بیٹے کا کمرہ ہے جب مرضی آؤں" وہ کون سا کم تھا بغیر برا منائے بولا حرب ایک گھوڑی ڈال کر کرسی پر جا بیٹھی مغیث اس کی چھوڑی جگہ پر دراز ہو گیا نظریں ہنوز اس ہر تھیں

www.urdu novels mania.com

"تم نے کبھی بتایا نہیں کہ جاناگیر تمہارا سگا بھائی ہے۔۔۔ بڑے ہی مسینے ہو دو نوں بہن بھائی بڑی پلاننگ کرنی پڑی دونوں کو۔۔۔ اس گھر میں جگہ بنانے کے لیے واؤ آئی ریلی امپریسڈ" وہ عون کو سینے پر لٹاتے ہوئے بولا حرب نے مڑ کر اس کا چہرہ دیکھا آیا وہ مزاق تو نہیں کر رہا مگر وہ سنجیدہ تھا "کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔۔ آپ کو یہ سب ڈرامہ لگ رہا ہے" اس کی بے تکی بات پر حرب کو غصہ آیا تھا وہ جھٹکے سے اٹھی

"ہاں تو کیا غلط کہہ رہا ہوں" وہ بھی اٹھ کر عین اس کے سامنے آگیا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم نے مجھ سے چھپایا۔۔۔۔۔ جمانگیر نے بھی آج تک کہیں تمہارا ذکر تک نہیں کیا کہ تم جیسی مخلوق سے اس کا کوئی تعلق ہے۔۔۔۔۔ صاف صاف ظاہر ہے بڑی چالاکي سے منصوبہ بندی کے تحت"

"بس کرجائیں" حرب بات کاٹ کر چیخنی تھی ضبط سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا

"جب آپ پوری بات سے لاعلم ہیں تو آپ کو کوئی حق نہیں الزام لگانے کا۔۔۔ اور اگر پھر بھی آپ کو ایسا لگتا ہے تو ٹھیک ہے جو مرضی سمجھیں مجھے ہرگز شوق نہیں آپ کے منہ لگنے کا" وہ پیر پہنچتی باہر نکل گئی مغیث نے گہری سانس بھر کر بالوں میں ہاتھ پھیرا یقیناً حرب ناراض ہو چکی تھی وہ اکثر اسے منانے کی کوشش میں مزید ناراض کر دیتا تھا گوہر ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا تھا کہ جمانگیر اور حرب سکے بہن بھائی ہیں اور فیضان شاہ جو کہ نہ صرف حرب کے والد تھے بلکہ سکندر کے بہترین دوست تھے اس کے خیال میں حرب سب جانتی تھی اسے حرب پر شدید غصہ آیا تھا جس نے اسے لاعلم رکھا اور اسی غصے میں وہ نہ جانے کیا کیا کہہ گیا تھا اور اب اسکی ناراضگی پر اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا

"اف ایک یہ لڑکی۔۔۔۔۔ مجال ہے جو آرام سے کچھ برداشت کر لے"

☆☆☆☆☆☆

"امی۔۔۔۔۔" نواؑ نے صبحی کا بازو ہلا کر اسے متوجہ کیا

"آ۔۔۔۔۔" ہاں "وہ جیسے گہری نیند سے جاگی تھی

"مجھے وہاں جانا ہے" اس نے انگلی سے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا جہاں بڑے سے پول کے پاس رنگ برنگے پھولوں کا باغیچہ تھا یہ خواہش کوئی فی تو نہیں تھی وہ اکثر و بیشتر اظہار بھی کرتی رہتی تھی مگر صبحی

کے ڈپٹنے پر اسے خاموش ہونا پڑتا آج نہ جانے صبحی کے دل میں کیا آئی اس نے ہامی بھری نوائم بری طرح خوش ہوئی تبھی دروازے کی دستک پر صبحی چونک پڑی عرصہ ہوا اس کے دروازے پر کسی نے دستک نہ دی تھی مگر آج ۔۔۔۔۔ وہ اٹھ کر دروازے تک آئی

"کون ۔۔۔۔۔" جواب نہ در دستک دوبارہ ہوئی مجبوراً

صبحی کو دروازہ کھولنا پڑا سا منے کھڑے وجود پر نظر پڑتے ہی وہ میٹخت ساکت ہوئی مقابل کی حالت اس سے بھی عجیب تھی دونوں کے لب خاموش مگر نگاہیں بے یقین تھیں سب سے پہلے صبحی کو ہوش آیا وہ تیزی سے دروازہ بند کرنے لگی مگر سکندر کی دخل اندازی پر اسے رکنا پڑا

"صبحی پلیز میری بات سن لو" وہ دروازے پر ہاتھ رکھے آنکھوں میں التجا لیے ایک بے بس مجرم کی مانند سر جھکانے کھڑا تھا مگر صبحی کو اس پر ترس نہ آیا تھا آتا بھی کیوں اور کیسے... اسکی بربادیوں کا ذمہ دار... اس کے وجود اور کردار کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا ظالم انسان اگر آج درگوں حالت میں اس کے سامنے تھا تو کیسے وہ سب بھلا کر پھر سے اسے استقبالیہ مسکراہٹ کی جلا بخش دیتی اتنا ظرف اتنا حوصلہ تو نہ تھا اس میں ساری تلخیاں زیادتیاں گزرے ہر درد کی مسافتوں کے رنگ پل بھر میں سمٹ کر اسکی آنکھوں میں آٹھہرے

"دروازہ چھوڑیں اور چلے جائیں آپ یہاں سے" وہ اجنبی لہجے میں پھنکاری تھی "امی" نوائم کی ڈری سہمی سی آواز کمرے میں گونجی جو کہ سکندر کے کانوں تک با آسانی پہنچ گئی تھی وہ ٹپ کر مزید ایک قدم آگے آیا

"صبحی یہ ۔۔۔۔۔۔۔"

"جاؤ یہاں سے" وہ اس کی بات درمیان میں کاٹ کر چلائی

"یہ۔۔۔۔۔ یہ میری بیٹی ہے نا" وہ شاید اسے سن نہ رہا تھا صبحی کو اس کی بات نے طیش دلادیا
 "نہیں۔۔۔۔۔ نہیں ہے یہ تمہاری بیٹی۔۔۔۔۔ گناہ یہ ایک گناہ ہے سنا تم نے۔۔۔۔۔ وہ گناہ جسے تم
 نے اپنے سر لینے سے انکار کر دیا تھا جانے کس بد نصیب بد کردار کی بیٹی ہے یہ۔۔۔۔۔ تم کیا لینے آئے
 ہو اب یہاں جاؤ چلے جاؤ۔۔۔۔۔ چلے جاؤ" صبحی کے الفاظ کسی چابک کی طرح لگے تھے وہ دروازہ اسکے
 منہ پر بند کر کے پلٹ گئی اسکا وجود مزید پچھتاوؤں میں گھرنے لگا

کاش وہ وقت کو موڑ سکتا کاش وہ ایسا نہ کرتا

کاش اس وقت فیضان سے سچائی معلوم کرنے کی کوشش کی ہوتی

صبحی برحق تھی آج وہ کس حق سے اسے اپنی بیٹی کہہ رہا تھا اسے یہ سب سننا تھا وہی کاٹنا تھا جو بویا تھا
 "میں جا رہا ہوں سکندر۔۔۔۔۔ ایک وقت آئے گا جب تمہیں میری بے گناہی پر یقین آئے گا مگر اس
 وقت یہ دوست تمہیں کہیں نظر نہیں آئے گا" اسے بار بار ان الفاظ کی بازگشت سنائی دینے لگی وہ سر
 ہاتھوں میں تھام کر مرے مرے قدموں سے واپس پلٹ گیا

اسے بتانا، غم زمانہ

فریب دے گا، خیال رکھنا

وفا کے رستے سے لوٹ جانا

فریب دے گا، خیال رکھنا

سکون دیں گی وصال راتیں

نہ چین دیں گے اداس لمحے

مگر یہ پل بھر کا مسکرانا

فریب دے گا، خیال رکھنا

تو خواب کس کا، میں خواب کس کا

نہ پیار مجھ کو، پیار تجھ کو

یہ ایک دو بجے کے پاس آنا

فریب دے گا، خیال رکھنا

جو قہر ٹوٹا ہے دل پہ میرے

وہ قہر ٹوٹے نہ اب کسی پہ

یہ دل جلانا، یہ گھر لٹانا

فریب دے گا خیال رکھنا



"اف کیا مصیبت ہے" مغیث کی جھنجھلائی ہوئی آواز کمرے میں گونجی عون کے رونے میں مزید شدت آگئی وہ اسے اٹھا کر زور زور سے ہلانے لگا جوں جوں وہ ہلاتا جا رہا تھا عون کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی اسے بچہ سنبھالنے کا کوئی تجربہ تو نہ تھا حرب نے تب سے دوبارہ کمرے میں جھانک کر نہ دیکھا مغیث کو مزید کوفت ہوئی

"چپ کر جا کہاں سے لاؤں تمہاری اماں کو" وہ اسے ہلانے کو بولا تھا مگر اپنے ہی الفاظ پر چونک گیا

"تو کیا میں اسے قبول کر چکا ہوں" اس نے خود سے پوچھا اور حیران رہ گیا دل و دماغ کی گواہی حرب کے حق میں آئی تھی وہ اپنے خیالوں میں اس قدر گم تھا کہ کب ادینہ اندر داخل ہوئی اسے پتہ ہی نہ چلا چونکا تو تب جب ادینہ نے روتے ہوئے عون کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا

"ارے تم ۔۔۔ تم کب آئی" وہ حیرت سے پوچھنے لگا

"ابھی۔۔۔ جب تم کسی سوچ میں مکمل کھوئے ہوئے تھے" وہ عون کو پیار کرتے ہوئے بولی
 "ہاں وہ بس۔۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ کوئی کام تھا" وہ اب اسے تو نہیں بتا سکتا تھا کیا سوچ رہا تھا
 "نہیں تو۔۔۔ میں گزر رہی تھی عون کے رونے کی آواز سن کر چلی آئی۔۔۔ خیریت ہے"
 "ہاں بس۔۔۔۔۔ حوری نہیں تھی نا تو اسے مس کر رہا تھا" اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی
 محبت کی آمیزش تھی ادینہ اندر ہی اندر جل کر راکھ ہو گئی

"ہاں میں بھی کہوں اتنے عرصے میں کافی مانوس ہو گیا۔۔۔۔۔ مگر اسے تو شاید کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے۔۔۔۔۔ تبھی ساتھ لیے بغیر چلی گئی" اپنی طرف سے اس نے چنگھاڑی پھینکی تھی

"کہاں چلی گئی" مغیث نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا

"ارے تمہیں نہیں معلوم۔۔۔ ابھی تو گئی ہے گوہر کے ساتھ۔۔۔۔۔ جانے کہاں" مغیث سمجھ گیا
یقیناً اس کی باتوں کو زیادہ سیریس لیا گیا تھا مگر اس طرح بغیر بتائے جانا اسے غصہ دلا گیا اس کے ماتھے
پر پڑے بلوں کو دیکھ کر ادینہ دل ہی دل میں خوش ہونے لگی

☆☆☆☆☆☆

"کون ہے ۹۹"

"غوزہ۔۔۔۔۔ غوزہ مہر۔۔۔ شاید آپ نے اس کا نام صحیح سے پڑھا نہیں تھا اس کی بک پر یہ نام میں نے پڑھا تھا مگر نظر انداز کر دیا کیونکہ یہ قابل غور بات نہ تھی جب بی جان کو چھوڑ کر پاکستان آیا تو ملازمہ کے منہ سے مہر کا نام سن کر چونک گیا میری اطلاع کے مطابق بھیا نے فاریہ کی کرن غوزہ سے شادی کی تھی جب بھیا کے ساتھ ایک ہی ڈاننگ ٹیبل پر ناشتہ کرتی لڑکی کو دیکھا تو مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا اور اب آپ کی ماں کے منہ سے غوزہ مہر کا نام سن کر مجھے حقیقت بخوبی سمجھ آگئی وہی غوزہ مہر جو آپ کی اکلوتی دوست تھی وہی آپ کے بابا کے قاتل کی بیٹی ہے وہی بھیا کی بچپن کی منگیتر اور اب ان کی بیوی ہے" جوں جوں وہ بولتا جا رہا تھا حرب کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں وہ خاموش ہوا تو حرب کے سن ہوتے حواس واپس لوٹے

"غوزہ کی بھیا سے شادی۔۔۔ ناممکن۔۔۔ بھیا نے مجھے کیوں بے خبر رکھا" وہ وہیں گم صم سی صوفے سے بیٹھ گئی جازم نے بغیر جواب دئے اگلا سوال کر ڈالا

www.urdu novels mania "۹۹"

"ہرگز نہیں۔۔۔ وہ قاتل کی بیٹی ہے۔۔۔ میرے بابا کو مار اس کے باپ نے۔۔۔ تمہاری ماں کو مار دیا۔۔۔ اور تم کہہ رہے ہو کہ اس سے ملیں۔۔۔ اور جازم تم بھول گئے اسے۔۔۔ تم تو۔۔۔

"وہ جانے کیا کہنے چلی تھی جازم سرعت سے پلٹ کر اس کی بات کاٹ گیا

"بھابھی ہیں ہماری وہ۔۔۔ قابل احترام ہیں ہمارے لیے۔۔۔ ویسے بھی اس قتل میں ان کا کوئی قصور نہ تھا" وہ اتنی مضبوطی سے بولا کہ حرب مزید کچھ پل بولنے کی ہمت ہی نہ کر سکی

"رہی میری بات ۔۔۔ تو وہ میری کچی عمر کی نادانی تھی جسے میں بھول چکا ہوں اب وہ صرف میرے لیے قابل عزت ہیں"

"لیکن اب تو بھیا نہیں رہے" وہ اسے جانچ رہی تھی جسے سمجھ کر جازم کچھ پل ہل نہ سکا
 "نہیں۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ بھیا زندہ ہیں۔۔۔۔۔ وہ نہیں جاسکتے میرا دل کہتا ہے وہ زندہ ہیں
 "اس کی آنکھوں میں وحشت اتری تھی اس نے بے حد طیش میں آکر پینٹنگ اتار کر زمین پر دے ماری
 کانچ زمین پر ادھر ادھر بکھر گیا

"اگر ایسا نہیں بھی ہے تو۔۔۔ بھی یہ ناممکن ہے آپ۔۔۔ دوبارہ کبھی مت کیسے گا" یہ کہہ کر وہ رکا
 نہیں تھا اس کے جواب پر حرب کے تپتے جلنے والے دل کو کچھ تسلی ہوئی
 ☆☆☆☆☆

نواب ولایت سب ناشتے کی میز پر جمع تھے حیات صاحب سکندر کا ہاتھ تھام کر میز تک لائے
 "کیسے ہیں اب آپ" ماہی نے خوشامدی لہجے میں پوچھا
 "ٹھیک ہوں" وہ مدھم سا جواب دے کر کرسی پر ٹپک گیا بار بار بھٹک کر اس کی نگاہیں میز پر موجود
 نفوس پر جاتیں پھر نامراد لوٹ آتیں جس وجود کو اس کی نگاہیں تلاش کر رہی تھیں وہ وہاں موجود نہ تھا
 وہ اندر ہی اندر پریشان ہوا "شاید میری وجہ سے" اس کا لال بڑھنے لگا تبھی ماہی کی تیز آواز
 پر اس کا ارتکاز ٹوٹا

"صباحی کہاں ہے۔۔۔ اسے کوپچائے لائے" ماہی کا لہجہ تنکمانہ تھا اس کا منہ حیرت سے کھل گیا
 حیات صاحب نے چور نظروں سے سکندر کے لہجے تاثرات کو دیکھا تھا

"بابا" عقب سے آتی آواز پر سب نے چونک کر تعاقب میں دیکھا جہاں انامتہ کے ساتھ ایک لڑکی کھڑی تھی جسے دیکھ کر ندرت اور ماہی کے چہرے پر ناگواری در آئی سکندر نشست چھوڑ کر کھڑا ہو گیا "بابا دیکھیں تو کس کو لائی ہوں میں" روشن چہرے کے ساتھ وہ جوش سے کہتی کھل کر مسکرائی ساتھ ہی نوائم کا ہاتھ تمام کر سکندر کے مقابل لے آئی نوائم معصومیت سے بڑی بڑی آنکھیں کھول کر سب کو باری باری دیکھ رہی تھی انامتہ نے تعارف کا تکلف کرنا ضروری سمجھا "بابا یہ نوائم ہے میری بہن" اس نے گویا دھماکہ کیا تھا سب کے منہ کھل گئے ندرت اور ماہی سکندر کاری ایکشن دیکھنے کو بے چین تھیں جو یک ٹک نوائم کو تکیے جا رہا تھا انہیں یقین تھا کہ سکندر نوائم کو دھتکار دے گا اپنی نفرت کا اظہار سر عام کرنے سے بھی باز نہ آئے گا مگر ہنوز سکندر کو جما دیکھ کر انکی پریشانی اور بے قراری بڑھنے لگی کچھ توقف کے بعد جو الفاظ سکندر کے منہ سے ادا ہوئے وہ ان پر آسمان بن کر گرے باقی سب کا رد عمل بھی ان دونوں سے مختلف نہ تھا "میری بیٹی۔۔۔۔۔ میری گڑیا" وہ اسے سینے سے لگائے زار و قطار رونے لگا ابھی سب پہلے جھٹکے سے ہی نہ سنبھلے تھے جب صبحی دندناتی ہوئی وہاں پہنچ گئی "نوائم" وہ اتنی زور سے چلائی تھی کہ نوائم ڈر کر سکندر سے الگ ہوتی سہمی نظروں سے ماں کو تنکے لگی جو غمیض و غضب کا طوفان بنی ہوئی تھی "کیوں آئی ہو تم یہاں" وہ قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اسے دھنک کر رکھ دیتی مگر انامتہ کی مداخلت پر انہیں رکتا پڑا "مما۔۔۔۔۔ میں"

"نہیں ہوں میں تمہاری ما" وہ سختی سے اسے درمیان میں ہی ٹوک گئیں مارے اہانت کے انامتہ کے گال دیتے لگے

"آہ نئی نوائم کو میں بابا سے ملانے۔۔۔۔" ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی شدید غصے میں صبحی کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال پر جم گیا انامتہ صدمے سے گنگ ہو گئی

"ہمت کیسے ہوئی تمہاری۔۔۔۔" کان کھول کر سن لو میری بات تم باپ بیٹی اور اسے ذہن نشین بھی کر لو۔۔۔ میں اسے اسی تاریک کمرے میں دفنا تو سکتی ہوں مگر اس کے وجود سے تمہارے باپ کے سینے میں ٹھنڈک پڑنے کی اجازت ہرگز نہ دوں گی۔۔۔۔۔ کم از کم میری زندگی میں تو یہ ممکن نہیں "ان کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے لپک رہے تھے اور الفاظ اس سے زیادہ زہر خند تھے انامتہ کی نم آنکھوں اور سکندر کی سفید پڑتی رنگت کو نظر انداز کرتی سب کو حیران پریشان چھوڑ کر نوائم کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلی گئی حیات صاحب نے آگے بڑھ کر سختی سے سکندر کا بازو تھام کر اپنی طرف متوجہ کیا

☆☆☆☆☆☆

دستک پر حمیرا ہاتھ صاف کرتی دروازے تک آئی ایک خوش شکل اور خوش پوشاک نوجوان دروازے میں ایستادہ تھا

"آپ کون" حمیرا نے سر تا پیر دیکھ کر پوچھا وہ چند لمحے لب بھینچے خاموشی سے حمیرا کا چہرہ دیکھتا رہا یہ عورت اس کے باپ کے گناہوں میں برابر کی شریک تھی مگر وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا وجہ صاف تھی حمیرا جہانگیر کی ماں تھی اور جہانگیر۔۔۔۔ اس کی نظریں خود بخود احترام سے جھک گئیں

"جازم" آواز اتنی مدھم تھی کہ بمشکل حمیرا کے کانوں تک پہنچ پائی خلاف توقع اس کا رد عمل کچھ خاص نہ تھا شاید حرب کی زبانی انہیں حقیقت معلوم ہو چکی تھی وہ خاموشی سے دروازے سے ہٹ گئیں یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا کچن کے نام پر کچا کمرہ آگے صحن اور ایک مکان۔۔۔۔۔ وہ اسے کمرے میں ہی لے آئیں جہاں دو چار پائیاں بچھی تھیں جس میں سے ایک پر ایک کمزور بوڑھا شخص کھانس کھانس کر بے حال ہو رہا تھا یقیناً وہ ایاز شاہ تھا زلیخا گھر پر نہ تھی حمیرا نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ بیٹھنے تو نہ آیا تھا

"ایاز" اسے ہنوز کھڑا دیکھ کر حمیرا نے ایاز کو پرکارا وہ سرخ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا ایک اجنبی شخص کو کمرے میں دیکھ کر اسے حیرت ہوئی جازم کی نگاہیں خود پر دیکھ کر اسے پوچھنا پڑا "کون ہے یہ" وہ اسے پہچان نہ پایا تھا پہچانتا بھی کیسے عرصہ ہوا اس وجود کو بھلائے ہوئے "یہ جازم ہے تمہارا اور تمہی کا بیٹا" حمیرا نے تعارف پورا کیا ایاز فوراً کھڑا ہو گیا "جھوٹ۔۔۔۔۔ جھوٹ بولتی ہو تم" وہ جانے کیوں چیخنے لگا تھا جازم کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی "ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ وہ تو مر گیا تھا۔۔۔۔۔ اپنی ماں کے ساتھ ہی مر گیا تھا۔۔۔۔۔ یہ کون ہے جسے میرا بیٹا بنا رہی ہو۔۔۔۔۔ پہلے تیرا بیٹا زندہ ہوا پھر میرا۔۔۔۔۔ خوب سمجھتا ہوں تیرے ڈرامے" وہ حمیرا پر برس رہا تھا وہ خاموشی سے سر جھکائے لب کاٹتی رہی "پتہ نہیں کس کا گند اٹھا کر لے آئی۔۔۔۔۔"

"بس۔۔۔۔۔" جازم نے ہاتھ اٹھا کر تیزی سے اس کی بات کاٹی ایاز کو خاموش ہونا پڑا

"خاموش ہو جا۔۔۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ میں یہ ذرا سا لحاظ بھی بھلا دوں جو اس رشتے کے قواعد پر مجبور ہو کر برداشت کر رہا ہوں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں منہ میں زبان نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ تو نے میری ماں کے ساتھ کیا کیا۔۔۔۔۔ تو نے دوستی کے نام پر کیا کیا۔۔۔۔۔ تو نے میرے وجود سے کتنے فوائد حاصل کرنا چاہے میں سب جان گیا ہوں ا۔۔۔۔۔ ایک ایک لفظ یہاں۔۔۔۔۔ یہاں "اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا" یہاں اتر ا ہے اور آج یہیں دفن بھی کر کے جاؤں گا" وہ مضبوطی سے کہتا مٹھیاں بھیج گیا اسکی آنکھیں لہو چھلکانے لگی تھیں تیز تیز چلتے تنفس پر قابو پاتے اسنے ایاز کی جانب نگاہ ڈالی

"جانتے ہو کس نے بچا مجھے موت کے ہاتھوں سے۔۔۔۔۔ کس نے اپنی آغوش میں پناہ دی۔۔۔۔۔ کس نے اس قابل بنایا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں۔۔۔۔۔ جانتے ہو کس کی احسان مند ہے میری زندگی۔۔۔۔۔ میری ایک ایک سانس۔۔۔۔۔ اسی کی جس کے باپ کو تم نے اپنی لالچی فطرت کے ہاتھوں کنویں میں دھکیلنا چاہا۔۔۔۔۔ ہاں اسی نے۔۔۔۔۔ فیضان شاہ کے بیٹے نے۔۔۔۔۔ جہانگیر شاہ نے" وہ ایک کے بعد ایک راز افشاں کر رہا تھا ایاز حیرت کے جھٹکے سے سنبھلا

"اچھا" اس نے اچھا کو کافی لمبا کھینچا "میرے بیٹے کو اتنا عرصہ مجھ سے دور رکھا۔۔۔۔۔ اور تو اور مجھ سے بدظن بھی کر دیا اور اس مقام پر لے آیا کہ وہ آج میرے سامنے کھڑا ہے۔۔۔۔۔ خبیث بے غیرت انسان۔۔۔۔۔ مل جائے مجھے۔۔۔۔۔ یہ کمینے کا۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید زہر اگلتا جازم نے بے حد مشتعل ہو کر اس کا گریبان تھام لیا اسکی حرکت پر ایاز کچھ لمحے ہلنے کے قابل نہ رہا

"آخری بار۔۔۔۔۔ یہ صرف پہلی اور آخری بار تھا ایاز صاحب۔۔۔۔۔ دوبارہ میں برداشت نہیں کروں گا" وہ ٹپ ہی تو گیا تھا سینے میں آگ بھڑکی تھی بیٹے کے ہاتھ باپ کے گریبان پر تھے یہ مکافات عمل تھا ایاز کی بے یقین نگاہوں رینگتی ہوئیں اسکے ہاتھوں سے چہرے تک کا سفر کر رہی تھیں حمیرا کے چہرے پر پھیلا تمسخر اسے اپنی پشت پر محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

"بھول جاؤں گا کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں میں ہر اس بات کو فراموش کر دوں گا کہ میرا تم سے کیا رشتہ ہے۔۔۔۔۔ میں کس کا خون ہوں۔۔۔۔۔ خون اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے۔۔۔۔۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میری پرورش اچھے ہاتھوں میں ہوئی ایک بدکردار اور جواری کے ہاتھوں نہیں" وہ چیخ رہا تھا مگر آگ کم ہونے میں نہ آرہی تھی "میں دیکھنے آیا تھا کیسا ہے وہ شخص جو کہنے کو میرا باپ ہے" وہ بغیر موقع دیے بول رہا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ ایاز خاموش کھڑا تھا کیونکہ مقابل کوئی اور نہیں اس کا بیٹا تھا دل کی بھڑاس نکال کر وہ وہاں رکا نہیں تھا ایاز نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے پاؤں پکڑے محبت سے سختی سے ہر حربہ آزمایا مگر اسکی نہ ہاں میں نہ بدلی تھی

☆☆☆☆☆☆☆
www.urdu novels mania.com

"کیا معاملہ ہے یہ سکندر" سکندر صاحب کے درشتی سے استغفار پر اسے بتانا پڑا تھا سب افراد کی موجودگی میں وہ اس راز سے پردہ اٹھا رہا تھا جسے سننے کی تاب کسی میں نہ تھی وقار کا چہرہ دیکھنے لگا تھا کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اس کا حشر بگاڑ دیتا جس کی وجہ سے وہ اتنے سالوں اپنی معصوم بہن پر ظلم ڈھاتا رہا "جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو" حیات صاحب گرجے تھے سکندر نے آنکھیں میچ لیں "جانتے ہو کیا کیا ہے تم؟؟ تمہاری وجہ سے ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد ہوگئی"

"جانتا ہوں" وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے اقرار کرنے لگا "انتقام میں اندھا ہو گیا تھا میں۔۔۔۔۔ فیضی اور صبحی کی ایک دوسرے میں۔۔۔۔۔" وہ اپنی صفائی میں بول رہا تھا کہ حیات صاحب نے ہاتھ اٹھا کر خاموش کروادیا

"خاموش ہو جاؤ۔۔۔ مجھے مت بتاؤ کیا ہوا تھا اور کیوں ہوا تھا اس سب کے بعد تمہارے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔۔۔۔۔ جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ۔۔۔۔۔ کبھی نہ آنے کے لیے۔۔۔۔۔ نواب والا کے دروازے تم پر ہمیشہ ہمیشہ لے لیے بند ہیں چلے جاؤ سکندر۔۔۔ میں تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا" وہ منصف بے رحم جج کی مانند حکم سنار ہے تھے سکندر کے چہرے پر اترتی شرمندگی اور اذیت بھی انہیں اس فیصلے سے باز نہ رکھ سکی

☆☆☆☆☆☆

وہ گھر سے نکل کر پیدل ہی سڑک پر چلنے لگا اذیت ہی اذیت تھی جو اس کے رگ و پے میں اترتی جا رہی تھی وہ گاڑی ساتھ نہ لایا تھا آج وہ ایک بے حد عام انسان کی طرح اس گھر کے دروازے تک سفر کر کے پہنچا تھا جس پر پہنچ کر بھی اس کے دل میں کوئی جذبہ کوئی کھیچاؤ محسوس نہ ہوا تھا دل بالکل خالی تھا اسے چہرے پر گلیے پن کا احساس ہوا نظر اٹھا کر آسمان پر دیکھا جسے کالی گھٹاؤں نے ڈھانپ رکھا تھا وہ یونہی بغیر پلک جھپکے برستے بادلوں کو تکیں لگا اسے یاد تھا جانا نگر کو بارش بہت پسند تھی لیکن دیکھنے کی حد تک وہ گھنٹوں برستے سینہ کو دیکھا کرتا تھا جبکہ جازم کو بارش میں نہانا لطف دیتا تھا مگر آج اسے بارش بے حد بری لگ رہی تھی اسے بھیگنا لطف اندوز نہ کر رہا تھا

"جازم مت نہایا کرو بارش میں" اسے جہانگیر کی محبت بھری تنبیہ یاد آئی تھی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی کتنی محبت کتنی خوشیاں ملی تھیں اسے مگر وہ ناشکرانگلا اس کے دل میں ایک پھانس سی تھی جسے چاہ کر بھی وہ نکال نہیں پارہا تھا یکدم ہی ایک خیال بجلی کی تیزی سے اس کے دماغ میں کوندا بقول گوہر جہانگیر کی موت ایک حادثہ تھی مگر کیسے؟؟ وہ ذہن کے گھوڑے دوڑاتا باتوں باتوں میں مزید الجھتا چلا جا رہا تھا

۔ کبھی اشک میں۔

کبھی لہجے میں رواں ہوتا ہے !!!!

درد ہوتا ہے مگر....

بے زباں ہوتا ہے ☆☆☆☆☆☆..!

اس نے رکشے سے اتر کر اریہ ادا کیا اور چادر بیگ سنبھالتی آگے بڑھنے لگی جب ہلکی ہلکی بوندیں ٹپکنا شروع ہوئیں وہ گھبرا گئی یہ روڈ سے کچھ دور جگہ تھی جہاں سواری ملنا ممکن نہ تھا اپنی ضروری چیزیں سمیٹ کر وہ حویلی چھوڑ آئی تھی یہاں شہر سے دور اس کی پرانی دوست کا گھر تھا اس سے بات کر کے کچھ دن رہنے کی اجازت پاتے ہی وہ منگل پڑی تھی مگر اب بے وقت بارش وہ جھنجھلائی ایک گھنے درخت کو دیکھ کر اسے کچھ سکون ہوا وہ بارش سے بچتی بچاتی درخت کے نیچے آٹھری تھی ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سفید رنگ کی چمکتی مرسدیز اسے اپنی اوڑھ آتی دکھائی دی پہلے تو وہ حیران ہوئی مگر اگلا احساس جو دل میں ابھرا وہ ڈر کا تھا یقیناً اس کا پیچھا کیا جا رہا تھا اس کا دل سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا کار

عین اس کے سامنے آرکی اندر سے نکلنے والے شخص کو دیکھ کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا یہ شخص اسے ہرگز نہ بھولا تھا گوہر آہستہ آہستہ چلتا اس کے قریب آگیا "السلام علیکم بھابی" یہ دوسرا جھٹکا تھا اتنا نرم اور باادب لہجہ اسے سکتہ میں ڈال گیا

"آئیے میرے ساتھ چلیے میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں" اس نے رسان سے کہہ کر بیگ غوزہ کے ہاتھ سے لے لیا غوزہ بغیر سوچے سمجھے کسی ربوٹ کی طرح اس کے پیچھے چلنے لگی

☆☆☆☆☆☆

سکندر آج پھر صبحی کے درپر آیا تھا دستک کی زوردار آواز پر بھی صبحی نے ان سنا کر دیا "صبحی میں جانتا ہوں تم یہاں ہو۔۔۔ ایک بار میری بات سن لو۔۔۔ پلیز صبحی۔۔۔ میں جانتا ہوں میں گنہگار ہوں۔۔۔ مجرم ہوں مگر ایک موقع تو دو۔۔۔ میں تمہارے قدموں میں گر کر معافی مانگ لوں گا۔۔۔ صرف ایک بار صبحی۔۔۔ دروازہ کھول دو" وہ گڑگڑا کر منتیں کر رہا تھا صبحی غیر محسوس انداز میں دروازے کی طرف بڑھی

www.urdu novels mania

"جو ہوا غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا۔۔۔ مانتا ہوں میں غلط تھا مجھے اعتماد کرنا چاہئے تھا تمہارے اور فیضان کا مجرم ہوں۔۔۔ فیضان تو چلا گیا بغیر منانے کا موقع دیے۔۔۔ مگر تم تو موقع دو۔۔۔ صبحی تمہیں بابا کی قسم صرف ایک بار مجھے معاف کر دو" صبحی کی آنکھوں نے برسنا شروع کر دیا وہ بند دروازے سے سرٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رودی اس کی ہچکیوں کی آواز سکندر تک بخوبی پہنچ رہی تھی اسکا ملال بڑھنے لگا تھا چند لمحے دونوں طرف خاموشی چھانی رہی پھر سکندر کی بھگی آواز نے اسے سن کر دیا

"تم صحیح ہو صبحی اتنا سب کرنے کے بعد شاید میں معافی کے قابل نہیں رہا۔۔۔ حیات بھائی نے صحیح سزا سنائی ہے مجھے اس حویلی سے۔۔۔۔۔ تم سے۔۔۔۔۔ نوائم سے دور چلے جانا چاہئے یہاں میری کوئی جگہ نہیں ہے معافی کے سبب در مجھ پر بند ہیں لیکن جانے سے پہلے ایک گزارش کرنا چاہوں گا ایک بار۔۔۔۔۔ صرف ایک بار۔۔۔ مجھے نوائم سے ملنے دو۔۔۔ اس کی معصوم صورت کو جی بھر کے دیکھنے دو میرا وعدہ ہے تم سے میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے... کبھی نہ آنے کے لیے" بات پوری ہوئی تو پھر سے خاموشی چھا گئی دور ہوتے قدموں کی چاپ نے صبحی کو جھنجھور ڈالا وہ سر عت سے دروازہ کھول کر باہر نکلی

وہ اک لڑکی

جانتے ہو تم؟



وہی، جو بے توجہی کے سبب

ہمیشہ بے اصول رہتی تھی

وہ اک لڑکی جانتے ہو تم؟

وہ جسے نیند بہت پیاری تھی

وہ جو ایک خواب کے اثر میں تھی

وہ جو لاعلم رہی منزل سے

وہی جو عمر بھر سفر میں تھی

جس نے خوشبو کی تمنا کی تھی،

اور روندھے گلاب پائے تھے

جس نے اپنی ہی نیکیوں کے سبب،

رفتہ رفتہ عذاب پائے تھے

وہ جس کا دین، بس محبت تھا

وہ جس کا ایمان وفائیں تھیں

وہ جس کی سوچ بھی پریشان تھی

وہ جس کے لب پر فقط دعائیں تھیں

وہی، الجھی ہوئی بے چین سی باتوں والی

مجتوں سے ڈر گئی کل شب

ہجر کے دکھ کو سستے سستے، وہ لڑکی

مر گئی کل شب

آؤاب لاش اٹھاؤ اس کی،

وہ جو تیرے اثر میں رہتی تھی

آؤاب سوگ مناؤ اس کا،

وہ جو سورج کو قمر کہتی تھی

مجتوں سے، ڈر گئی کل شب

وہ لڑکی مر گئی کل شب —



گوہر غوزہ کو لیے فلیٹ میں چلا آیا دو کمروں پر مشتمل یہ ایک خوبصورت سافلیٹ تھا غوزہ نے حیرانی سے پہلے فلیٹ کو پھر گوہر کو دیکھا وہ اس کی حیرانی بھانپ گیا تھا تبھی دھیمے لہجے میں بتانے لگا "یوں سمجھیے یہ آپ کا ہی فلیٹ ہے یہ رہی کیز۔۔۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز دستیاب ہے اگر کچھ اور چاہیے ہو تو۔۔۔" وہ اسے ہدایات دے رہا تھا جب غوزہ نے اس کی بات کاٹی "آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟؟"

"کیونکہ آپ میرے بھائیوں جیسے دوست کی بیوی ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے لیے بے حد قابل احترام ہیں آپ میں نہیں چاہتا آپ دربر رہوں۔۔۔۔۔ یہ فلیٹ جہانگیر کی ملکیت ہے لہذا اس لحاظ سے آپ کا اپنا ہی ہوا۔۔۔ امید ہے آپ سمجھ گئی ہوں گی چلتا ہوں۔۔۔۔۔ خدا حافظ" وہ اس کا بیگ ٹیبل پر رکھ کر پلٹ گیا غوزہ ابھی تک حیرت کے زیر اثر وہیں کھڑی تھی خلافت توقع کوئی سوال جواب نہ کیا گیا تھا پوری بات میں کہیں طنز کی کاٹ بھی موجود نہ تھی کیوں؟؟ اگر ذرا سا گوہر کے لفظوں پر دھیان دیتی تو اس کیوں کا مطلب بخوبی جان لیتی

☆☆☆☆☆☆

"آپ میرے سوال کا جواب دیں" جازم اٹھ کر گوہر کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھتا سپاٹ لہجے میں کہنے لگا گوہر نے حیرت سے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اس کے انداز اور تیور بدلے بدلے سے تھے جو اس میں ایک فی تبدیلی سے روشناس کروا رہے تھے اگر کوئی بھی اسے دیکھ لیتا تو یقیناً چونک جاتا آج کے جازم میں کچھ ماہ پہلے کے جازم کی کوئی جھلک نہ تھی نہ شوخی نہ الہڑپن

۔۔۔۔۔ مستی اور شرارتوں بھری نگاہوں میں آج صرف خالی پن تھا انداز میں اک ٹھراؤ تھا قدموں سے
تھکن لپٹی تھی آنکھوں سے وحشت چھلکتی تھی
"کیا پوچھنا ہے"

"وہ سب جو آپ جانتے ہیں اور ہم سے چھپا رہے ہیں" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا
تھا ایک لمحے کو تو گوہر گڑبڑا گیا
"کیا مطلب کیا چھپا رہا ہوں"

"یہ آپ جانتے ہیں اور آپ ہی بتائیں گے کیونکہ آج میں حقیقت سنے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا
کون تھا ان کی موت کا ذمہ دار؟؟ کیا وجہ تھی؟؟ کیسے ہوا سب؟؟ آپ کو سب بتانا ہوگا آپ کو ہم سے
حقیقت چھپانے کا کوئی حق نہیں۔۔۔۔۔ ہمارا جو رشتہ ہے وہ آپ کا ہر گز نہ تھا تو کس حق سے
۔۔۔۔۔"

"جو اس بند کرواہنی۔۔۔۔۔ تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو شرم آنی چاہئے تمہیں آج حق جتاتے ہوئے
تب کہاں تھا یہ حق یہ رشتہ۔۔۔۔۔ جب اس ہی بھائی کی موت پر تم بہت ریلیکس تھے تمہاری آنکھوں
سے ایک قطرہ نہ ٹپکا تھا تب کہاں تھی تمہاری سوئی ہوئی یہ محبت۔۔۔۔۔ اور کون سے رشتے کی بات کر
رہے ہو تم۔۔۔۔۔ شاید تم بھول رہے ہو" وہ پل بھر کو رکائیل پر ہاتھ رکھے آگے کو جھکا اور جازم کی
سرخ آنکھوں میں جھانک کر مزید گویا ہوا

"وہ تمہارا سگا بھائی نہ تھا" گوہر کے الفاظ اسے کسی چابک کی طرح لگے تھے اس کے چہرے کا رنگ
یکدم ہی سفید پڑا مگر گوہر اس سب سے قطعی بے نیاز بولے جا رہا تھا

"آج تمہیں حقیقت معلوم ہوئی تو اس کی محبت میں دوڑے چلے آئے اس وقت ذرا سی غلط فہمی پر تم نے منہ موڑ لیا تھا اچھا ہوا مر گیا ورنہ ساری زندگی اس کی محبتوں کو حق سمجھ کر ہی وصول کرتے رہتے تم"

"چند دن پہلے اسی کے منہ سے نکلے الفاظ آج پھر سے دہراے گئے تھے جازم کا دل ڈوب کر ابھرا وہ ایک نظر جازم پر ڈال کر ٹیبل سے چابیاں اٹھا تا باہر نکل گیا

زرا یاد کر میرے ہم نفس

میرا دل جو تم پہ نثار تھا

وہ زرا زرا سا جو پیار تھا

تیرے شوخ قدموں کی دھول تھی

تیرا بھی دل بے قرار تھا

وہ گھٹی گھٹی سے نواے دل

میری آہ درد کی ساز تھی

جو پڑی تھی اشکوں سے ٹوٹ کر

کسی بے خدا کی نماز تھی

جسے رو دیا زرا زرا

میری بے بسی کا فشار تھا

زرا یاد کر زرا یاد کر

☆☆☆☆☆☆

مغیث رات سے حرب کو کال کر رہا تھا مگر وہ جان کر انجان بنی رہی اب متواتر سے بجتے فون کو وہ نظر انداز نہ کر پائی تھی

"ہیلو" آواز سے بے زاری صاف ظاہر تھی دوسری طرف مغیث نے کال پک ہونے پر شکر ادا کیا "کیسی ہو" ملائمت سے پوچھا گیا حرب نے برا سامنہ بنایا

"آپ سے زیادہ اچھی اور پیاری الحمد للہ" وہ اترائی تھی مغیث دل ہی دل میں کلسا مگر جب بولا لہجہ پہلے سے بھی نرم تھا

"وہ تو آپ ہیں مائی ڈیر وائف"

"کیوں کال کی؟" حرب نے بے نیازی دکھانا فرض سمجھا آخر وہ اس سے ناراض تھی اتنا تو حق بنتا تھا "تم بغیر بتائے چلی آئیں۔۔۔ اتنی لاپرواہی عون کا بھی نہ سوچا" عون کے ذکر پر وہ کچھ مدھم پڑی

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ اس کے ننھے وجود کی عادی ہو چکی تھی

"حوری" مغیث کی آواز ابھری جس میں بے قراری پنہاں تھی

"ہاں" وہ جیسے کسی خیال سے چونکی تبھی اپنے نام کی بگڑی حالت محسوس نہ کر سکی "میں انکل سے

اجازت لے کر آئی ہوں" وہ ہٹ دھرمی سے گویا ہوئی مغیث کو خواہ مخواہ غصہ آیا

"اگر تمہیں یاد ہو تو میں تمہارا شوہر ہوں۔۔۔ مجھ سے اجازت تو دور کی بات بتانا بھی ضروری نہیں

سمجھا" مغیث کی بھاری گھمبیر دار آواز میں غصے کی جھلک نمایاں تھی حرب کو شرمندگی نے آن لیا واقع

اس نے غلطی کی تھی مگر اب وہ غلطی مان کر اسے مزید باتیں کرنے کا موقع نہیں دے سکتی تھی تبھی

اس سے زیادہ غصیلی آواز میں بولی

"میں گئی خود ہوں تو آ بھی جاؤں گی آپ اپنے داغ کو خواہ مخواہ کی فکروں میں مت الجھائیں ویسے بھی ڈرامہ باز لوگوں سے آپ کا دور رہنا ہی بہتر ہے" اسے گھر چھوڑنے کی اصل وجہ بھی یاد آگئی تھی دوسری طرف مغیث غیر محسوس طریقے سے مسکرایا نگاہوں میں اس کا تپا تپا سا چہرہ گھوم گیا

"واقع ہی دنیا بڑی ڈرامہ باز ہے مجھ جیسے معصوم لوگوں کو باسانی بے وقوف بنا کر اپنی اداؤں کے جال میں یوں الجھاتیں ہیں کہ بیچارہ دل اپنی جگہ کراہ کر رہ جاتا ہے" وہ اپنی ہی دھن میں لگا ہوا تھا حرب نے ٹراخ سے فون بند کر دیا مگر کچھ ہی دیر بعد موصول ہونے والے میسج نے اسے اچھا خاصہ تپا دیا تھا

"میں تمہارے گھر کے لاؤنج میں موجود ہوں دو منٹ ہیں تمہارے پاس فوراً نیچے آؤ" وہ دل ہی دل میں اسے ڈھیروں گالیوں سے نوازتی دروازے کی طرف بڑھ گئی

☆☆☆☆☆☆

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے" حیات صاحب ہاتھ کی مٹھی کو تھوڑی کے نیچے ٹکائے کسی غیر مرنی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھے صبحی کی آواز پر چونک کر سر اٹھایا

"ہاں آؤ بیٹھو" وہ اسے صوفے کی طرف اشارہ کرتے سیدھے ہوئے

"آپ نے سکندر کو یہاں سے جانے کا کہا" وہ بیٹھتے ہی بولی

"ہاں میں نے یہی کہا۔۔۔" ان کی آنکھوں میں الجھن صاف دکھائی دے رہی تھی وہ شاید مطلب نہ سمجھتے تھے

"اگر بابا زندہ ہوتے تو وہ شاید کبھی ایسا نہ چاہتے" وہ کیا اور کیوں کہہ رہی تھی شاید وہ خود بھی نہ جانتی تھی سکندر کی بے قرار آواز اور پھر سے اسکے در بدر ہونے کا سن کر اس کی بے مول محبت گوارا نہ کر سکی تھی کہ محبوب کو دیکھ کر قرار حاصل کرنے کا بھی حق کھودیتیں

"بابا بالکل ہی ایسا کرتے صبی۔۔۔۔ تم نہیں جانتی انہیں تم سے کتنی محبت تھی تمہاری خاطر وہ اپنی ساری اولاد کو قربان کر سکتے تھے اور سکندر۔۔۔ سکندر کی طرف سے ہوئی زیادتی پر کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اسے قتل کر ڈالتے۔۔۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوئی زیادتیوں پر اسے اتنی آسانی سے چھوٹ نہیں دے سکتا۔۔۔ اسے بھگتنا ہوگا جو گناہ اس سے سرزد ہوا اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا" صبحی کو لگا اس کے سامنے سجاد صاحب بول رہے ہوں۔۔۔۔ وہ یک ٹک ان کا چہرہ دیکھے گی

"آپ جو مرضی سزا دیں بھائی مگر اسے کبھی گھر سے مت نکالیں پر دیسی مت کریں۔۔۔۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو" انہیں صبحی کے جواب نے حیرت میں ڈال دیا "صبحی تم اسے اتنی آسانی سے کیسے معاف کر سکتی ہو"

"کیوں کہ وہ میرے بابا کا سب سے لاڈلہ بیٹا ہے۔۔۔۔ بابا نے مجھ پر اپنی ساری محبتیں پنجاور کر دیں کیا اب میرا فرض نہیں بنتا کہ ان کے سخت جگر کو بھٹکنے سے بچاؤں۔۔۔۔ میری آپ سے گزارش ہے بھائی۔۔۔ ایسا ظلم مت کیجئے گا" وہ اپنی بات کہہ کر پلٹنے لگی تھی جب حیات صاحب کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے

"ٹھیک ہے صبحی۔۔۔۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کرتا ہوں مگر تمہیں میری بات ماننا ہوگی تمہیں نوائم کو ایک نارمل لائف گزارنے کی اجازت دینی ہوگی اس بچی کا کوئی قصور نہیں اسے اس گناہ

کی سزا امت دو جو اس نے کیا ہی نہیں۔۔۔۔۔ بے شک اسے سکندر سے دور کر دو مگر آزاد کر دو" وہ نپے تلے الفاظ میں اپنی بات اس تک پہنچا گئے تھے وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ان کے کسی عمل یا لفظ سے اسے تکلیف پہنچے مگر انجان تھے انکے الفاظ نے اسکے زخموں کو پھر سے ادھیر کر رکھ دیا تھا درد برداشت سے باہر ہوا تو صبحی کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا

"میں اسے آزاد کر دوں گی بھائی صاحب۔۔۔۔۔ میں اسے اس کے باپ کے حوالے کر دوں گی۔۔۔۔۔ رہائی دے دوں گی۔۔۔ اگر اسکا باپ اس کی ذمہ داری قبول کرے تو" وہ ہچکیوں کے دوران بمشکل اپنی بات کہہ پائی حیات صاحب کو اس کی اعلیٰ ظرفی نے نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا وہ محبتوں سے گندھی لڑکی کیا سے کیا ہو گئی تھی

"مجھے معاف کر دو صبحی۔۔۔ میں تمہارا مقدمہ صحیح سے لڑنے پایا کاش سکندریہ سب نہ کرتا" وہ اس کے سر ہر ہاتھ رکھ کر غم لہجے میں بولے

"آپ مت مانگیں معافی۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں اس گھر میں آپ واحد فرد ہیں جو میری ضروریات کا خیال رکھتے رہے ہیں۔۔۔ مجھے ماہانہ جیب خرچ دینے کے ساتھ ساتھ ہمت اور حوصلہ دیتے رہے ہیں جنہوں نے اتنا بڑا الزام سن کر بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا مجھ پر شک نہ کیا بلکہ محبتوں سے مان بڑھایا۔۔۔۔۔ مجھے کوئی گلہ شکوہ نہیں آپ سے" دھیرے سے کہتی وہ پلٹی تھی جب سکندر کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر وہیں جم گئی اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سب سن چکا ہے وہ سر جھٹکتی اس کے پاس سے گزر کر کمرے سے نکل گئی

کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔!

جو اس کو جاکہ یقین دلائے
کہ اب بھی اس کے گماں میں اکثر
ذرا سی آہٹ پہ چونکتے ہیں
جو اس کی قامت کے شک میں ڈالے
ہم اسکو مڑٹکہ دیکھتے ہیں...

حرب مغیث کے ہمراہ گھر آگئی تھی راستے کے دوران مغیث بلاتکان بولتا رہا پر حرب کے لبوں پر پڑا
قفل نہ ٹوٹا اس نے مغیث کو زچ کرنے کا نیا طریقہ نکالا تھا اپنی خاموشی سے اسے تپانا جلانا۔۔۔۔۔
گاڑی سے اتر کر وہ سیدھی اندر بڑھنے لگی جب کسی کونے سے نکل کر ادینہ سامنے آگئی
"آگئیں ملکہ عالیہ سیر سپاٹے کر کے" وہ طنزیہ لہجے میں پھنکاری تھی حرب نے مطمئن انداز میں بازو
سینے پر باندھ لیے

"آپ کو مسئلہ؟؟؟" وہ کھل کر مسکراتی ادینہ کو اندر تک جلا گئی

"اب بھی گوہر کے ساتھ ہی آئی ہو کیا؟؟؟ ویسے بہت تیز ہو تم مردوں کو قابو کرنے کا فن بہت آتا
ہے تمہیں۔۔۔۔۔ اس گھر کے سارے مردوں کو۔۔۔۔۔"

"تم جو مرضی سمجھو میں تم سے الجھنا نہیں چاہتی کیونکہ جس کی جیسی سوچ ہوتی ہے وہ ویسا ہی سوچ سکتا
ہے رہی بات مردوں کی تو تم اپنے لیے کوئی اور ڈھونڈ لو یہ جو بہانے بہانے سے مغیث کے گرد مکھی
کی طرح چکر کاٹی پھرتی ہونا خوب سمجھتی ہوں مگر یاد رکھنا میں ان عورتوں میں سے ہرگز نہیں ہوں جو تم

جیسی چلتروں کے ہتھکنڈوں میں آکر اپنا گھرا جاڑلوں۔۔۔۔۔ مغیث کو مجھ سے کوئی طاقت نہیں چھین سکتی یہ بات اپنے ذہن میں جتنی جلدی بھٹا لو اچھا ہے "وہ اتنے مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی کہ ادینہ کو سانپ سونگھ گیا پیچھے سے آتے مغیث نے اس کی گفتگو کو مسکرا کر سنا تھا اور اس کی آخری بات پر تو جیسے اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا ادینہ پیر پختی واپس مڑ گئی

"آہم آہم ہمیں کوئی طاقت آپ سے نہیں چھین سکتی۔۔۔۔۔ کیا بات ہے آپ کی مائی ڈیر وائف " وہ سر دھننے لگا تھا

"خبردار جو زیادہ خوش ہوئے یہ صرف میں نے اس کا دماغ درست کرنے کو کہا تھا "وہ صاف جتائی تھی مغیث بغیر برامانے مسکراتا رہا

"اور اگر میرا دماغ اس کے لیے خراب ہو گیا تو۔۔۔۔۔" اس نے شرارتاً اس کی طرف جھک کر پوچھا

"تو..... میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گی کان کھول کر سن لیں "وہ اس کا کان پکڑ کر کھینچنے لگی "جب تک آپ میرے نکاح میں ہیں آپ کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے سنا آپ نے " دھمکی دینے کے چکر میں وہ ڈائلاگ الٹا بول گئی تھی اس کا احساس اسے مغیث کے جاندار قہقہے نے دلایا وہ شرمندگی اور کچھ جھنجھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات لیے وہاں سے ہٹ گئی

☆☆☆☆☆☆

حیات صاحب سکندر سے رخ موڑے کھڑے تھے ان کی بے رخی اسے کچھ کے لگا رہی تھی وہ دھندلائی آنکھوں سے ان کے قدموں میں گر گیا حیات صاحب ہڑبڑا کر فوراً پیچھے ہوئے

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" انہیں اس حرکت کی شاید امید نہ تھی سکندر کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب

بہ نکلا

"کیسے بتاؤں آپ کو۔۔۔ یہ اتنا عرصہ میں نے کیسے گزارا ہے میں نے۔۔۔۔ نہیں رہ پاؤں گا بھائی
میں۔۔۔۔ میں صبحی کو چاہتا ہوں عشق کرتا ہوں اس سے۔۔۔۔ یہ بات مجھے تب ہی محسوس ہو گئی
تھی جب اس حویلی سے باہر قدم نکلا تھا۔۔۔۔ پر اپنی انا کے ہاتھوں مجبور تھا واپسی کا سفر بے حد کٹھن
تھا اتنے برس خود میں ہمت جمع کرتا رہا اور پھر سب بھلا کر واپس لوٹ آیا صبحی کی خاطر آپ سب کی
خاطر۔۔۔۔ مجھے یقین تھا صبحی ناراض ہوگی۔۔۔۔ مگر میں اسے منالیتا۔۔۔۔ کوئی قسم کوئی واسطہ
دے کر۔۔۔۔ پر پہلے ہی قدم پر جو حقیقت میرے کانوں نے سنی وہ مجھے اپنی ہی نظروں میں گرائی
۔۔۔۔ مجھے مار گئی بھائی۔۔۔۔ مجھے ختم کر گئی۔۔۔۔ میں مر جاؤں گا بھائی اسے کہیں مجھے معاف کر دیں کم از
کم کچھ تو سزا کم ہو اسے سمجھائیں" وہ ان کے قدموں میں بیٹھا دونوں ہاتھ گٹھنوں پر رکھے زار و قطار رو رہا
تھا حیات صاحب کے دل کو کچھ ہوا
"میں اسے کیسے سمجھاؤں۔۔۔۔ کوئی ایک دن کی بات تو نہیں ہے۔۔۔۔ یہ عرصہ تو برسوں ہر محیط ہے
بتاؤ کس کس لمحے کا حساب دو گے تم۔۔۔۔ کیا اس کی جوانی لا سکتے ہو۔۔۔۔ کیا تم اس کی کھوئی ہوئی
خوشیوں سے اس کا دامن دوبارہ بھر سکتے ہو۔۔۔۔ اس کے چہرے کی مسکان ڈھونڈ سکتے ہو۔۔۔۔
نہیں کر سکتے نہ۔۔۔۔ تم تو اس کی اذیتوں اور برداشت کو شمار بھی نہ کر پاؤ گے۔۔۔۔ باباجی کے بعد
جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ ہر گز اتنا اچھا نہیں کہ بھلا دیا جائے" حیات صاحب جو بولنا شروع ہوئے تو
بولتے چلے گئے وہ اسے بتا رہے تھے اس کا نواب ولایت میں مقام۔۔۔۔ وقار اور ندرت کی بے رخی

۔۔۔ ماہی کا رویہ ۔۔۔ سکندر کی آنکھوں میں بے یقینی کے ساتھ ساتھ غصہ کی سرخی بھی نمایاں تھی اس سب کا ذمہ دار کون تھا بھلا..... وہ خود

"بولو کیا کہو گے اب تم ۔۔۔ کیا اب بھی تم چاہتے ہو کہ وہ تمہیں معاف کرے" حیات صاحب اسے خود احتسابی میں الجھا چھوڑ کر پلٹ گئے سکندر وہیں زمین پر نڈھال سا ہو کر ڈھے گیا

☆☆☆☆☆☆

"کیا بات ہے گھر میں بہت خاموشی ہے" اگلے دن ناشتے کی میز پر محسوس کی جانے والی خاموشی تھی جسے حرب نے خصوصاً نوٹ کیا تبھی کچن میں آتے ہی ریحما سے پوچھنے لگی

"پتہ نہیں اس گھر میں کیا ہو رہا ہے ہر دن ایک نیا شوشہ ۔۔۔ چھوڑو تم سکندر انکل سے ملی"

"ہاں بس سرسری سی ملاقات ہوئی تھی" حرب نے لا پرواہی سے کندھے جھٹکے

"سنا ہے تمہارے بابا کے بہت اچھے دوست تھے" ریحما متحسّس ہوئی

"ہاں اس دن امی کی زبانی معلوم ہوا ورنہ تو مجھے بالکل علم نہ تھا ۔۔۔ کیا سکندر انکل صبحی پھوپھو کے

ہزبینڈ ہیں" حرب کے پوچھنے پر ریحما نے اثبات میں سر ہلایا

"ہاں ایسا ہی ہے ۔۔۔ تم نے نواؑم کو دیکھا ؟؟ بہت معصوم سی ہے بے حد پیاری" ریحما محبت

سے بولی

"نہیں میں نے نہیں دیکھا ۔۔۔ ملو اُمجھے بھی ۔۔۔ کہاں ہے وہ ۔۔۔ انکل کے ساتھ آئی ہے کیا

۔۔۔ مگر ان کی تو صرف ایک ہی بیٹی ہے ۔۔۔ انا متہ" حرب نے سوال پر سوال کرنا شروع کر

دیے ریحما ہنس دی

"ارے بے وقوف نوائم۔۔۔۔ صبحی پھوپھو کی بیٹی ہے۔۔۔۔ بس انہوں نے اسے کمرے تک محدود رکھا تھا اس دن انامتہ اسے سکندر انکل سے ملوانے لائی۔۔۔۔ بہت ہی غصہ ہوئیں پھوپھو بلکہ انامتہ کو تو ایک لگا بھی دی "وہ رازارانہ انداز میں سرگوشی کر رہی تھی حرب کو شدید حیرت ہوئی

"اووہہ" اس نے اوہ کو کافی لمبا کھیپنا

"سنا ہے صبحی پھوپھو اب اسے سکندر انکل کے پاس رہنے کی اجازت دے رہی ہیں دیکھو کیا بنتا ہے۔۔۔۔ جاؤ تم ذرا یہ چائے انکل کو دے آؤ" ریبجانے بات سمیٹ کر ٹرے حرب کو تھمائی "مگر انکل تو ناشتے کے بعد چائے نہیں پیتے۔۔۔ اور کیا وہ آج آفس نہیں گئے" وہ الجھی تھی ریبجا نے اس کے سر پر چت لگائی

"اف سکندر انکل کو دے آؤ"

"اوہ اچھا" وہ سر ہلاتی پلٹ گئی

www.urdu novels mania.com ☆☆☆☆☆☆

"پتہ نہیں کتنی تیز عورت ہے۔۔۔۔ جوانی میں حرب کے باپ کو چھانس لیا اور اب سکندر انکل کو پیچھے لگایا ہے اف کس قدر شاطر عورت ہے توبہ" وہ کان کو ہاتھ لگاتے تا سنف سے سر ہلاتی فانی کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی مگر آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ پیچھے سے آتے گوہر اور انامتہ کے کانوں تک پہنچ سکتی

☆☆☆☆☆☆

"انکل آپ کی چائے" حرب نے مسکرا کر چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا وہ کرسی پر بیٹھے سوچ کی گہرائیوں میں گم

تھے جب حرب دستک دے کر اندر داخل ہوئی وہ اسے پہچان نہ پائے تھے
 "آئم سوری بیٹا۔۔۔ میں تمہیں پہچانتا نہیں ہوں" وہ دھیرے سے رسما مسکرائے حرب ان کے سامنے بے تکلفی سے بیٹھ گئی

"مگر میں تو آپ کو جانتی ہوں نا۔۔۔۔۔ اور مجھے جاننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے میں آپ کے دوست کی اکلوتی بیٹی ہوں" وہ حسب عادت چمک رہی تھی سکندر صاحب کے چہرے پر دکھ کے سائے گہرے ہونے لگے

"ارے آپ تو پریشان ہو گئے میرا ایسا ویسا مطلب نہیں تھا میں تو۔۔۔" وہ گھبرا کر صفائی دینے کی کوشش میں تھی جب انہوں نے مسکرا کر ہاتھ اٹھا کر نرمی سے اسے روک دیا
 "نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم آرام سے بیٹھو" وہ اسے کچھ پراسرار لگے تھے

"بالکل اپنے باپ جیسی ہو۔۔۔ وہی محبت بھرا دل وہی پیاری باتیں" انہیں گزرے دنوں کی یاد ستانے لگی تھی جس کا عکس چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا مگر حرب کی کمپنی میں وہ بور کیسے ہو سکتے تھے بہت جلد وہ انہیں دکھ کے فیز سے وقتی ہی سہی نکال چکی تھی

☆☆☆☆☆☆

"کیوں بلایا تم نے مجھے یہاں" وہ ارد گرد سے نظریں ہٹا کر سامنے بیٹھی اس خوبصورت اور بے حد ماڈرن جدید تراش خراش کے آدھے ادھورے لباس میں ملبوس دوشیزہ کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بولا وہ بالوں کی لٹوں کو اپنی انگلیوں پر پلپٹتی طنزیہ ہنسی اس کی ہنسی میں بھی ایسی جلتربگ تھی کہ کئی لوگوں نے ٹھہر کر یہ منظر دیکھا جازم کو یکدم کراہیت کا احساس ہوا ایک وقت تھا کہ وہ بھی یوں اس کی مسکراہٹ میں کھو جاتا تھا اور آج ۔۔۔ وہ سر جھٹکتا اس کی طرف متوجہ ہوا جو بڑے مطمئن انداز میں اس کے صبر کو آزما رہی تھی

"سب سے پہلے کیا سننا چاہو گے مسٹر جازم ایاز شاہ" وہ چونک گیا تھا ٹھہر گیا تھا آنکھوں کی پتلیاں پل بھر کو ساکت ہوئیں تھیں

"ہاہاہا۔۔۔ ارے تمہیں کیا ہوا ابھی تو میں نے کچھ بھی نہیں کہا" وہ پھر سے ہنسی تھی ابھی جانے وہ کتنی دیر یونہی چوہے بلی کا کھیل کھیلتی رہتی پر جازم کی آنکھوں میں اترتی غصے کی سرخی پر اسے سنجیدہ ہونا پڑا

"غزوہ سے مجھے نفرت تھی... کیوں تھی... وجہ میں خود بھی نہیں جانتی تھی شاید یہ نفرت نہ ہو
... احساس برتری ہو..... اپنی وے یہ نفرت اس وقت حد سے بڑھ گئی جب جہانگیر نے میری جگہ
اسے فوقیت دی جہانگیر ہاں بالکل وہی جہانگیر.... میری پہلی نظر کی محبت... تمہارا بھائی... سگانہ سہی...
"وہ پھر سے ہنسی

"جسے دیکھ کر میرا دل میرا نہ رہا تھا مگر افسوس اس نے مجھے رتی بجیٹ کر دیا... مجھے" اس نے اپنی طرف اشارہ کیا..

"فارسیہ زمان کو.... جس کی ایک جھلک پر لوگ مرنے مارنے پر تل جاتے تھے.... ویسے بہت معصوم ہو تم بلکہ نہیں.... شاید بے وقوف زیادہ ہو.... میں نے جہانگیر تک پہنچنے کے لیے تمہارا سہارا لیا مجھے لگا تھا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گی مگر وہ تو مجھ سے بھی شاطر نکلا اس نے میری ہی بازی مجھ پر الٹ دی وہ میرے ذریعے میرے بھائیوں تک پہنچ گیا ہمارا کاروبار تباہ و برباد کر دیا میں تو آزاد ہو گئی مگر میرے باپ کا آج تک کچھ پتا نہیں جانے وہ زندہ بھی ہیں یا۔۔۔۔۔" وہ ہچکی بھر کر خاموش ہو گئی جازم سیدھا ہوا

"جیسی کرنی ویسی بھرنی" طنز سے بھرپور مسکراہٹ نے فارسیہ کے تن بدن میں آگ لگا دی "ابھی کھیل ختم نہیں ہوا مسٹر۔۔۔۔۔ اب تم خمیازہ بھگتو گے۔۔۔۔۔ تمہارے بھائی نے جو ہمارے ساتھ کیا تم حساب دو گے۔۔۔۔۔ زمان شاہ کو بھی تم ہی لاؤ گے اور میرے بھائیوں کو رہائی بھی تمہاری بدولت ملے گی۔۔۔۔۔ سنا تم نے دودن۔۔۔۔۔ دودن ہیں تمہارے پاس سوچ سمجھ کر جواب دینا ورنہ۔۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی

"ورنہ۔۔۔۔۔" اس کی مسکراہٹ سے وہ کوئی معنی نہ اخذ کر پایا تبھی پوچھ بیٹھا مگر اس کے منہ سے نکلے الفاظ نے اسے اپنی جگہ سن کر دیا

"جہاں تک مجھے معلوم ہے ایک عدد بہن بھی ہے تمہاری" وہ اسے حق دق چھوڑ کر اٹھ گئی تھی کتنی ہی دیر وہ بغیر حرکت کیے ساکن بیٹھا گلاس ونڈو کے پار دیکھتا رہا چانک بے حد اچانک آنکھوں کے سامنے ایک مانوس سا عکس ابھرا تھا اس نے پلکیں جھپک کر بار بار یقین کرنے کی کوشش کی تھی کہ آیا جو اس نے دیکھا وہ حقیقت تھا یا خیال۔۔۔۔۔ پھر سے جھماکہ یو تھا وہ برق رفتاری سے اٹھا اور

نیچے کی جانب بھاگا بھیر میں جگہ بناتے آس و کشمکش میں ڈوبتے دل کو سنبھالتے وہ دوڑے چلا جا رہا تھا پارکنگ تک پہنچتے پہنچتے اس کا سانس پھول چکا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا ہر طرف خاموشی تھی جس سائے کے پیچھے وہ بھاگا تھا وہ کہیں نہ تھا وہ گھٹنے پر ہاتھ رکھے آنکھیں میچا زمین پر جھکتا چلا گیا

"شاید میرا وہم تھا بھیا یہاں کیسے ہو سکتے ہیں"

صبحی نوائم کو لے کر سکندر کے روم کی طرف آئی نوائم اس کے پیچھے پیچھے چلتی آرہی تھی دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی اس نے ایک نظر نوائم کو دیکھا اور ہاتھ دستک کے لیے بڑھادیا مگر اس سے پہلے کہ ہاتھ دروازے تک پہنچتا دروازہ جھٹ سے کھل گیا سکندر کو اسے سامنے دیکھ کر شاک لگا تھا

"صبحی۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ میرا دل کہہ رہا تھا تم ہی آئی ہو۔۔۔۔۔ آؤ اندر آؤ" سکندر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا البتہ صبحی کے تاثرات میں کوئی فرق نہ آیا وہ نوائم کی طرف پلٹی

"نوائم۔۔۔۔۔ اب سے تم میری طرف سے آؤ دیو۔۔۔۔۔ یہ تمہارا باپ ہے۔۔۔۔۔ اب تمہاری حیثیت کا تعین تمہارا باپ ہی کرے گا" وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی گلے میں پھنسے آنسوؤں کے گولے کو بمشکل اندر اتارتے وہ تیز قدموں سے پلٹ گئی

"صبحی بات سنو" سکندر اس کے پیچھے لپکا تھا مگر وہ اسکی پکاروں التجاؤں کو نظر انداز کرتی منظر سے ہٹ گئی تھی

ابرا مانگوں تو مجھے دھوپ کی شالیں دینا

پھر میرے صبر کی دنیا کو۔۔۔۔۔ مثالیں دینا!!!۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

"حیات بھائی مجھے آپ سے ایک... بات کرنی ہے" وقار صاحب بڑے مودب انداز میں مخاطب ہوئے تھے شام کی چائے پر سب اکٹھے تھے سکندر اور صبحی کے علاوہ... چائے کی ٹرالی لیے ملازمہ اندر آئی جب وقار صاحب نے بات کا آغاز کیا

"ہاں کو" حیات صاحب مکمل متوجہ ہوئے

"ہم سے صبحی کے ساتھ ذیادتیاں ہوئیں ہیں یوں کہہ لیجے اس کی بربادی میں سکندر کے ساتھ ساتھ ہم بھی برابر کے حصہ دار ہیں اگر آپ نے سکندر کے لیے یہ سزا تجویز کی ہے تو ہمارے لیے کیا حکم ہے"

بات ایسی تھی کہ سب کے کان کھڑے ہوئے بالخصوص ندرت اور ماہی کے

"ہممم.. مگر.. صبحی ایسا نہیں چاہتی اس نے مجھ سے خود بات کی ہے کل رات نوائم کو بھی سکندر کے پاس چھوڑ گئی..."

"مگر ہم سب قصور وار ہیں میں... ماہی اور ندرت... میں نگاہیں نہیں ملا پاتا اس سے... کتنا بد نصیب بھائی ہوں زمانے کے سرد گرم سے نہ بچا سکا اسے" بات کرتے کرتے وہ یکدم خاموش ہوا

تھا ماہی اور ندرت نے ناگواری سے پہلو بدلا

"اسے اس حویلی میں اس کا کھویا ہوا مقام ملنا چاہئے بھائی صاحب... کچھ بھی کریں مگر اسے پھر سے زندگی کی طرف لے آئیں اگر وہ سکندر کو معاف کر چکی ہے تو سکندر بھی ازالے کی کوشش کرے"

"وہ ابھی بات کر ہی رہے تھے جب ملازمہ ہانپتی کانپتی اندر داخل ہوئی

"صاحب جی۔۔۔ وہ صبحی" وہ انکی تھی "صبحی بی بی کا دروازہ صبح سے بند ہے ابھی بھی نہیں کھول رہیں"

☆☆☆☆☆☆

نواب ولایت اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی صبحی نے خودکشی کی کوشش کی تھی اس کے اس عمل نے سکندر کو ایک بار پھر ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا اس وقت نواب ولایت صرف نوائے اور حرب ہی موجود تھے مقیت اور رجا ایک دن پہلے ہی اسلام آباد کی طرف نکلے تھے ماہی اور ندرت کو بھی مارے بندھے ہسپتال جانا پڑا تھا ادینہ اور شہینہ صبح کی غائب تھیں انامتہ یونیورسٹی جبکہ مغیث آفس تھا حرب عون کا فیڈر بننا رہی تھی جب نوائے کچن کی طرف آئی آہٹ پر حرب نے پلٹ کر دیکھا نوائے کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر وہ خوش اخلاقی سے مسکرا دی

"آؤ۔۔۔ آؤ وہاں کیوں رک گئیں۔۔۔ کچھ چاہئے تھا کیا؟" وہ اس کی معصوم صورت پر پھیلی پریشانی کی لکیریں دیکھ کر کہنے لگی

"وہ۔۔۔ میری۔۔۔ امی" اس نے رات سے صبحی کو نہ دیکھا تھا یقیناً وہ پریشان تھی حرب نے نرمی سے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما

"وہ ابھی آجائیں گی۔۔۔ فکرت کرو۔۔۔ ہوں۔۔۔ تم یہیں رکو میں عون کو دیکھ آؤں پھر دونوں مل کر کھانا کھائیں گے" حرب یہ کہہ کر کچن سے نکل گئی نوائے کو وہیں کھڑے ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے جب اسے اپنے ساتھ کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ پلٹی تو سامنے فابیان کو کھڑا دیکھ کر سہم گئی

"کب سے ڈھونڈ رہا ہوں تمہیں۔۔۔ اور تم یہاں ہو" وہ آنکھوں میں چمک لیے بغور اسے دیکھ رہا تھا نواؑم کی طرف سے کوئی جواب نا پا کر وہ آگے بڑھا اور ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ لیا

"بس بہت ہو گیا یہ کھیل تماشہ۔۔۔ سیدھی بات تو تمہاری ماں کو سمجھ نہ آئی تھی ورنہ مجبوراً مجھے یہ قدم نہ اٹھانا پڑتا۔۔۔۔۔ اسے کیا لگا تھا وہ تمہیں مجھ سے بچالے گی۔۔۔۔۔" وہ بولے چلے جا رہا تھا یہ جانے بغیر کہ اس کی باتیں نواؑم کے پلے پڑ بھی رہی ہیں یا نہیں نواؑم کے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے اس نے مسکراہٹ لبوں پر سجالی

"نہ نہ میری جان رونا نہیں۔۔۔۔۔ چلو چلیں۔۔۔۔۔ تمہیں سیر کرواؤں۔۔۔۔۔ آؤ" وہ اس کا بازو کھینچتا اسے باہر لے آیا حرب عون کو تھامے نیچے آئی تو سامنے کا تماشہ دیکھ کر ٹھٹھک گئی

"یہ کیا کر رہے ہو فابی" اسے روتی خوفزدہ سی نواؑم کا بازو کھینچتے دیکھ کر حرب کو انہونی کا احساس ہوا تھا تبھی فوراً سامنے آگئی

"ہٹو پیچھے سامنے مت آنا" فابی ان پھنکارا تھا

"آج میں بتاؤں گا انکار کیسے کرتے ہیں" اسنے ہنوز راستے میں دیوار بنی حرب کو زوردار دھکا دیا وہ لڑکھڑا کر صوفے پر جاگری عون اس افتاد پر بوکھلا کر رونے لگا۔۔۔۔۔ فابی ان ایک لمحہ صنائع کیے بغیر تیزی سے اسے لیے باہر کی جانب بڑھنے لگا وہ بے جان مورت کی مانند اس کے ساتھ گھسیٹتی چلی جا رہی تھی اس کے پلان کے مطابق گاڑی گیٹ سے باہر ہی موجود تھی

"ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں کوئی پوچھے تو بتا دینا اوکے" اس نے چوکیدار کو مطلع کیا جس نے تابعداری سے سر ہلادیا سچویشن ہی ایسی تھی کہ کسی کو اس پر شک نہیں ہو سکتا تھا فابی ان اپنے پلان کی کامیابی پر

سرشار سا آگے بڑھا اور دروازہ کھولنے لگا جب ایک تیز رفتا کار اس کے برابر میں آکر رکی اس نے جھٹکے سے پلٹ کر دیکھا مغیث کو اترتے دیکھ کر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں ہڑبڑاہٹ میں اس کے ہاتھ سے نوائم کا بازو چھوٹ گیا

"کہاں جا رہے ہو تم لوگ" مغیث نے دونوں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا نوائم غیر ارادی طور پر پیچھے کو کھسکنے لگی اس سے پہلے کہ فابیان کوئی بہانہ گھڑتا چوکیدار لپک کر اس کی طرف آیا

"صاحب جی۔۔۔ اندر چھوٹی بی بی بے ہوش پڑی ہیں اور عون بابا بھی روئے جا رہے ہیں" اس نے ایک ہی سانس میں بات پوری کی مغیث سرعت سے اندر کی طرف بھاگا فابیان نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا اور رخ موڑ کر نوائم کو دیکھنے لگا اس نے نوائم کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑائی اسے کہیں ناپا کر اپنے سر پر ہاتھ مارا "اوہ شٹ"

☆☆☆☆☆☆

"آریو اوکے" مغیث لپک کر حرب کی طرف آیا جو ماتھے کی چوٹ سہلاتے عون کو سنبھال رہی تھی "ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ نے فابیان کو دیکھا وہ نوائم کو زبردستی لے گیا ہے" وہ تیزی سے مغیث کی طرف آئی اور ایک ہی سانس میں کہنے لگی

"کیا کہہ رہی ہو۔۔۔ وہ دونوں تو ابھی باہر۔۔۔" کہتے کہتے وہ رک گیا بات سمجھ میں آتے ہی وہ

الٹے قدموں واپس پلٹا تھا

☆☆☆☆☆☆

نوائے بازو چھڑاتے بھاگ نکلی تھی بھاگتے بھاگتے وہ بہت دور نکل آئی تھی اسے اس بات کا احساس تک بھی نہ ہوا اس نے رک کر ادھر ادھر نظر دوڑائی ہر چیز اسے حیران پر حیران کیے دے رہی تھی سڑک پر تیز رفتاری سے دوڑتیں گاڑیاں۔۔۔۔ لوگوں کا جھوم۔۔۔۔ دکانیں۔۔۔۔ گھر۔۔۔۔ سب اس کے لیے عجیب تھا بلکہ عجیب و غریب۔۔۔۔ وہ زندگی میں پہلی بار گھر سے نکلی تھی پہلی بار وہ سب دیکھ رہی تھی کہاں ایک بند کمرے میں گزرے 20 سال اور اب یہ کھلی فضا وہ جھوم اٹھی اس کے چہرے پر بچوں کا سا اشتیاق تھا پھر اچانک اس کا ذہن عقب سے آتی آواز کی جانب چلا گیا اس نے چہرہ موڑ کر اپنے پیچھے بنی عمارت کو دیکھا وہ شاید کوئی دربار تھا جہاں لوگوں کا بڑا جھوم تھا وہ نظریں سامنے جمائے الٹے قدم چلنے لگی مگر جلد ہی اسے رکنا پڑا وہ پیچھے کسی سخت شے سے ٹکرائی تھی اس نے سرعت سے پلٹ کر دیکھا وہ سخت شے فی چمکتی مرسدی تھی اس کے چہرے پر خوشی کے رنگ اترے تھے وہ بے ساختہ خوشی سے اچھلی

"ہائے یہ کتنی بڑی ہے امی نے تو مجھے چھوٹی سی دلائی تھی" اس نے شیشوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا "کون ہو تم کیا کر رہی ہو یہ" قریب سے آتی بھاری مردانہ آواز پر وہ اچھل پڑی "جی" اس نے سہمی سی آواز میں کہہ کر نظر اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں ایک لمبا چوڑا شخص آنکھوں پر گلاسز لگائے ہاتھ میں موبائل پکڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا "کیا کر رہی" کون ہو تم... یہ کیا کر رہی ہو" قریب سے آتی مردانہ بھاری آواز پر وہ اچھل پڑی

"جی" اسنے سہمی سی نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں ایک لمبا چوڑا شخص آنکھوں میں گلاسز لگائے بغور اسے دیکھ رہا تھا دائیں ہاتھ میں موبائل اور چابیاں دبی تھیں نوآئم پر نظر پڑتے ہی شاید وہ چونکا تھا لب کپکپائے تھے اور آنکھوں میں استعجاب در آیا تھا

"کیا کر رہی ہو یہاں" اب کے سوال مختلف تھا شاید وہ تاثرات پر قابو پا گیا تھا

"یہ میری گاڑی ہے جو تم لے گے تھے ہے نا مجھے امی نے دلائی تھی" وہ پھولے پھولے گالوں کے ساتھ کہتی مقابل کو ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھی ساتھ ہی آنکھیں نکال کر اسے گھورنے لگی

"اسکا ریموٹ کہاں ہے" اسنے ریموٹ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا موبائل پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھوں میں چمک بڑھ گئی

"ادھر دو میں چلاؤں گی" اسنے جھپٹنے کے انداز میں موبائل کھینچنا مقابل کا منہ کھل گیا

"مگر اس پر تو کوئی بٹن نہیں ہے" اعتراض کا نیا نقطہ اٹھایا گیا

"یہ موبائل ہے بے وقوف" اسکے تپ کر کہنے پر نوآئم نے غصیلی نگاہ اس پر ڈالی اور موبائل زمین پر دے مارا "تم نے ریموٹ خراب کر دیا میں امی کو بتاؤں گی"

وہ بڑی بڑی آنکھوں سے بہتے جھڑنے کو پونجھتی سڑک کے عین وسط میں جا کھڑی ہوئی اجنبی کے چہرے پر غصے کی سرخی چھا گئی اس سے پہلے کہ وہ تیز رفتار کار کے نیچے آ کر کھلی جاتی اس نے بے حد سختی سے اس کا بازو دبوچا اور اپنی طرف کھینچ لیا

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سائے گہرے ہو چلے تھے وہ سگریٹ سلگائے سڑک کے عین درمیان میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا خود سے بھی بیگانہ وہ سامنے درخت پر نظریں گاڑے کسی غیر مرئی نقطے پر سوچ بچار کر رہا تھا تبھی سامنے سے آتی سفید کار عین اس کی کار کے پیچھے آرکی دروازہ کھلنے کی آواز پر بھی اس نے پلٹنے کی کوشش نہ کی البتہ تیز نسوانی آواز پر محض نظروں کا زاویہ بدلا گیا

"کیا مسئلہ ہے گاڑی کیوں روکی" لڑکی بلند آواز میں چیخی تھی ڈرائیور نے بغیر جواب دہے اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی

"میڈم آپ کو اتنا ہوگا۔۔۔ صاحب نے دوسری گاڑی بھیجی ہے آپ اس میں جانیں گی کیوں کہ مجھے

ارجنٹ واپس جانا ہے" وہ مؤدب سا جواب دے رہا تھا وہ سمجھنے کے انداز میں سر ہلا کر بیگ اور کتابیں سمیٹتی باہر نکل آئی اس کے نکلنے ہی ڈرائیور زن سے گاڑی بھگالے گیا وہ حجاب درست کرتی بیگ کندھے پر لٹکاتی جازم کے قریب آئی

"اب کھڑے کیوں ہو چلنا نہیں کیا" اس نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے حکمیہ انداز اختیار کیا جازم

نے سگریٹ کا آخری کش لگا کر دور اچھالا اور ہاتھ جھاڑ کر پینٹ کی جیب میں ٹھونستا اس کی طرف پلٹا

"کیوں نہیں بالکل۔۔۔۔۔ چلتے ہیں" وہ کھل کر مسکرایا تھا ساتھ ہی نظریں اسکے وجود پر گاڑ دیں وہ گڑبڑا

گئی بلیک اور گرے کلر کی جینز شرٹ میں بکھرے بالوں اور سرخ آنکھوں سے گھورتا وہ اندر ہی اندر

اسے خوفزدہ کر گیا اسکی آنکھوں میں استعجاب در آیا

"تمہیں تو میں نے کہیں دیکھا ہے" لڑکی نے گہری نگاہوں سے اس کا مشاہدہ کیا تھا

"ضرور دیکھا ہوگا" جازم نے اسی کے انداز میں جواب دیا وہ مزید حیران ہوئی

"مگر کہاں"

"یہ تو میں تمہیں راستے میں بتاؤں گا آؤ" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اپنی طرف کا دروازہ کھولنے لگا
 "لیکن میں تمہارے ساتھ کیوں جاؤں" وہ ٹوٹ کر بولی جازم نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا
 "کیوں کہ میں تمہیں لے جانا چاہتا ہوں" الفاظ سادہ جب کہ انداز عجیب تھا
 "میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی" وہ دو ٹوک انکار کر کے واپس پلٹنے لگی جب جازم نے سرعت
 سے آگے بڑھ کر اس کے حجاب کا ایک کونہ تھام لیا اس کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی مگر جازم کے اگلے
 الفاظ نے اسے حق دق کر دیا

"تمہاری بہن نے تو کبھی انکار نہ کیا تھا مس رُخما زمان" گہری نگاہوں سے اسے تنکا چہرہ اسکے قریب
 کرتے ہوئے گویا پھنکارا تھا بلیک حجاب سر پر لیے سادہ شلوار قمیض میں ملبوس جس کے چہرے پر
 میک اپ کے نام پر صرف کاجل اور لپ اسٹک تھی اسے حیرانی سے دوچار کر گئی تھی
 "کتنی مختلف ہو تم فارسیہ سے۔۔۔ کیا اس سے کچھ سیکھا نہیں تم" اس کے انداز نے رُخما کو سلگا دیا تھا
 اس نے درشتی سے اس کے ہاتھ جھٹک ڈالے اور دو قدم پیچھے ہٹی
 "تم ہمیں کیسے جانتے ہو"

"یہ تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا آؤ تمہیں گھر ڈراپ کر دوں تمہارے بھائی صاحب پریشان ہوں گے
 "اب کے انداز نرمی لیے ہوئے تھا

"کیا تمہیں بھائی نے بھیجا ہے" اک اور سوال پر جازم نے گہرا سانس بھر کر ہاتھ بالوں میں پھیرا

"اف کتنے سوال کرتی ہو تم۔۔۔ کہا نا بتاؤں گا آؤ میرے ساتھ" اس نے کستے ساتھ ہی رُخما کا بازو تھاما اور اسے زبردستی گاڑی کے اندر دھکیل کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی

"کہاں ہے نوائم۔۔۔ بتاؤ مجھے کہ ہر چلی گئی وہ" صبحی نے گھر آتے ہی سب سے پہلے نوائم کا پوچھا تھا مگر جواب میں جو کچھ اسے سننے کو ملا وہ اس کے ہوش و حواس گم کرنے کو کافی تھا ادینہ ان کے حیرت اور بے یقینی سے کھلے منہ سے بے نیاز زہرا لگنے میں مصروف تھی

"بھاگ گئی آپ کی وہ پاکیزہ سات پردوں میں رہنے والی بیٹی۔۔۔ سچ سچ۔۔۔ کتنا پرہ دیا کتنا چھپایا دنیا سے مگر پھر بھی فطرت کون بدل سکتا ہے۔۔۔ آخر منگی ناماں جیسی۔۔۔ بالکل اسی کی طرح۔۔۔"

"چٹاخ" تیز گونجتی آواز پر پل بھر میں کمرے میں سننا اچھا گیا ادینہ نے حیرت سے اپنے سامنے غیض و غضب کے طوفان بنے سکندر کو دیکھا

"سیدھی طرح بتاؤ نوائم کہاں ہے" الفاظ سے زیادہ لہجے کی سختی کا اثر تھا کہ ادینہ چاہ کر بھی مزید ایک لفظ منہ سے نہ نکال پائی "بولو" وہ گرجے تھے ادینہ سہم کر ایک قدم پیچھے ہٹی تھی

"میں بتاتی ہوں انکل" آواز عقب سے آئی تھی جو یقیناً حرب کی تھی سب بے اختیار پلٹے

"اسے فابیان زبردستی اپنے ساتھ لے گیا ہے" خبر تھی یا دھماکہ صبحی کو پھت سر پر گرتی محسوس ہوئی

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کہہ دو یہ جھوٹ ہے" وہ تڑپ کر بولیں تھیں آنسو بے اختیار ہی ان کے گال بھگونے لگے

"ارے شرم نہیں آتی تجھے میرے بیٹے پر الزام لگاتے ہوئے" ندرت فوراً اپنے بیٹے کی پردہ پوشی کو آگے بڑھی

"اگر سچ میں ایسا ہوا تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اسے" سکندر کے تیور خطرناک تھے وہ ندرت پر ایک تلخ نگاہ ڈالتے تیزی سے باہر کی جانب بڑھے

☆☆☆☆☆☆

نوائم نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائی کمرہ کشادہ اور روشن تھا جس کی ہر شے سفید تھی ماسوائے فرنیچر کے ۔۔۔ وہ خود جس بیڈ پر موجود تھی اس کی چادر بھی سفید تھی اور کمبل .. اس نے اپنے اوپر کمبل کو چھوا

"اوہ یہ بھی وائٹ ہے" وہ چمکی تھی اسے آہٹ کا احساس ہوا قدموں کی آواز قریب آنے پر وہ پھرتی سے اٹھ بیٹھی

"آریو اوکے" مقابل نے کرسی بیڈ کے قریب رکھتے ہوئے پوچھا
"جی" وہ ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگی سامنے والے نے قدرے چونک کر اس کے "جی" کو سنا تھا

"ارے تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو۔۔۔ بے فکر رہو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا بس کچھ سوال جواب کروں گا اور پھر تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا۔۔۔ ہوں" وہ بڑے نرم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا
"کہاں چھوڑ آئیں گے"
"تمہارے گھر"

"کون سے گھر" پھر سے سوال کیا گیا

"ارے تمہارے گھر جہاں تم رہتی ہو" اسے تعجب ہوا

"میں کہاں رہتی ہوں"

"یہ تو تم بتاؤ"

"کیا بتاؤں"

"تمہارا گھر کہاں ہے"

"پتہ نہیں"

"پتہ نہیں؟ کیا تم پاگل ہو" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں الجھن در آئی

"نہیں میں نواٹم ہوں" اتنی معصومیت سے جواب دیا گیا کہ وہ چند لمحے یک ٹک اس کا چہرہ دیکھے گیا

"اچھا تو تمہارا نام نواٹم ہے؟؟؟"

"جی" اس نے زور سے سر اثبات میں ہلایا

"اور یہ نہیں پتہ کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟؟؟"

"نہیں"

"یہ بھی نہیں پتہ کہاں سے آئی ہو؟؟؟"

"نہیں"

"یہ بھی نہیں پتہ تمہارے والد کا نام کیا ہے؟؟؟"

"نہیں"

"والدہ کا نام"

"نہیں"

"بہن یا بھائی کا نام"

"نہیں"

"کسی دوست کا نام"

"نہیں"

"نہیں نہیں کیا رٹ لگا رکھی ہے تم نے۔۔۔ مجھے پاگل بنا رہی ہو" وہ بھناٹھا اس کی نہیں نہیں کی تکرار نے اسے اچھا خاصہ جھنجھلاڈالا تھا اس کے یوں چیخ کر اٹھنے سے نوا تم تھر تھر کانپنے لگی مگر وہ اس سے بے نیاز بولے جا رہا تھا

"اتنی چھوٹی بچی ہر گز نہیں ہو تم کہ ہر شے سے انجان بن جاؤ۔۔۔ میں صاف صاف بتا رہا ہوں کہ ایسی کہانیوں میں الجھا کر مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش ہر گز فائدہ مند نہ ہوگی۔۔۔ چلو اٹھو دو منٹ میں باہر آؤ۔۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا" وہ انگلی اٹھا کر بڑے جارحانہ انداز میں اسے وارن کر رہا تھا بے حد غصے میں کرسی کو پاؤں سے ٹھوکر مارتا اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا باہر نکل گیا ڈری سہمی ہانپتی کانپتی نوا تم بھی اس کی تقلید میں چل پڑی

☆☆☆☆☆☆

"یہ کہاں لے آئے ہو تم مجھے" راستے بھر جازم نے اس کی آہ و بکا پر کان نہ دھرے تھے مگر اب گاڑی قدرے سناں علاقے میں روکتے ہوئے وہ مکمل اس کی طرف گھوم گیا

"اب تم یہیں رہو گی۔۔۔ جب تک میں چاہوں گا۔۔۔ ہوں۔۔۔ چلو اترو شاہاش" وہ بڑے محبت بھرے انداز میں اس کے گال چھوتا کہہ رہا تھا وہ سرعت سے پیچھے ہٹی ساتھ ہی اس کے ہاتھ بھی جھٹک ڈالے جازم ہنس دیا

"تم مجھے جانتے نہیں ہو میں تمہیں۔۔۔۔"

"ارے بس بس۔۔۔ زیادہ رعب مت ڈالنا۔۔۔ میں تمہیں واقع ہی نہیں جانتا۔۔۔ مگر اب جان جاؤں گا" وہ پھر سے مسکرا دیا بڑی طمانیت سے جیسے کوئی معرکہ سرانجام دیا ہو

"چلو باقی باتیں بعد میں" اس کا انداز ایسا تھا جیسے دونوں میں بہت گہرا تعلق ہو رخما کی آنکھیں پھر سے برسنے لگیں اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر جازم کے تاثرات فوراً بدلے تھے وہ گاڑی سے اتر کر اس کی طرف آیا اور مضبوطی سے کلائی تھام کر باہر گھسیٹ لیا رخما کی چیخ نکل گئی وہ بغیر کان دھرے اسے یونہی گھسیٹتا اندر کی طرف بڑھ گیا

☆☆☆☆☆☆

"کیا کر رہی ہو" مغیث نے کچن کی دیوار سے ٹیک لگا کر حرب کو دیکھنے سوال کیا جو بڑی پھرتی سے کام نمٹا رہی تھی

"نظر نہیں آ رہا کام کر رہی ہوں" جواب حسب توقع تھا مغیث مبہم سا مسکرایا

"میں بھی مدد کروں" اپنی طرف سے بڑی پیشکش کی تھی مگر حرب کے مطمئن انداز میں دیے جواب نے اسے گڑبڑانے پر مجبور کر دیا

"ضرور۔۔ ذرا یہاں آئیں اور سنک میں پڑے برتن اچھی طرح دھوئیں خیال رہے گندگی باقی نہ رہے
 "اسے منہ کھولا دیکھ کر وہ چہرہ موڑ کر مسکراتی اسے اندر تک جلائی اس نے تیزی سے منہ بند کیا
 "برتن دھونا کون سا مشکل کام ہے" اندر ہی اندر حلتے بھنتے اس نے بظاہر بڑے تحمل کا مظاہرہ کیا تھا
 ساتھ ہی آستینیں چڑھالیں

"تو پھر دیر کس بات کی ہے" مقابل بھی حرب تھی آزمائش پر تلی ہوئی
 "سوچ لو تمہیں معاوضہ دینا ہو گا وہ بھی منہ مانگا" وہ ایک آنکھ میچ کر مسکراتا اسے رخ موڑنے پر مجبور کر
 گیا اس کے ہاتھوں میں پیدا ہوتی لرزش اس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی قدموں کی آہٹ پر وہ
 مسکراتا ہوا دروازے سے ہٹ گیا

☆☆☆☆☆☆

نوائم فرنٹ سیٹ پر بیٹھی خوفزدہ نظروں سے اس اجنبی کے چہرے کو تنکے جا رہی تھی جو سختی سے لب
 بھیجنے مکمل توجہ ڈرائونگ پر ملحوظ کیے یوئے تھا
 "آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں" اس نے بے حد دھیمی آواز میں رک رک کر پوچھا جواب نہ ارد چند
 منٹ کی خاموشی کے بعد گاڑی میں مدھم مدھم سی ہچکیوں کی آواز گونجنے لگی کچھ ہی دیر میں وہ بلند آواز
 رونے لگی تھی گاڑی جھٹکے سے رکی وہ گلاسز اتارتا سرعت سے رخ موڑ کر اسے دیکھنے لگا جو دونوں
 ہاتھوں سے چہرہ چھپائے رونے میں مشغول تھی

"کیا مسئلہ ہے تمہیں کیوں رو رہی ہو" اس کی رعب دار بھاری آواز پر بھی نوائم کے رونے میں کوئی
 کمی نہ آئی وہ گہری سانس بھرتا مکمل اس کی طرف گھوم گیا

"سنو۔۔۔ ادھر دیکھو میری طرف" وہ نرمی سے اس کا ہاتھ ہٹاتا محبت سے چورلجے میں کہہ رہا تھا
نوائم نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا

"دیکھ رہی ہوں" فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا گیا مقابل کے ہونٹوں پر بڑی دلنشین سی اجلی شفاف
مسکراہٹ اتری اس کے ہاتھوں کو نرمی سے دباتا پھر سے پوچھنے لگا
"کیوں رو رہی ہو"

"مجھے وہاں نہیں جانا۔۔۔ امی ماریں گی" وہ معصومیت سے کہتی اسے شدید حیرانی سے دوچار کر گئی تھی
زندگی میں پہلی بار اسکا ایسی کسی لڑکی سے واسطہ پڑا تھا بے حد معصوم اور بھولی بھالی بے ضرر سی کالنج
کی گریٹا وہ کتنے ہی ثانیے پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھے گیا

"تو پھر کہاں جانا ہے" سر جھٹکتا وہ دوبارہ سے اسکی طرف متوجہ ہوا نوائم نے ہاتھ اسکی گرفت سے
نکالے اور سر پر رکھ لیے آنکھوں کو اوپر نیچے گھماتے وہ چند لمحے جواب سوچتی رہی جب بولی تو مقابل
کو گنگ کر گئی

"میں اسی گاڑی میں رہوں گی" وہ چاروں طرف گھوم کر دیکھتی اسے امتحان میں ڈال گئی تھی بے حد
پریکٹیکل لائف گزارنے والا آج عشق کے پائیدان پر کھڑا تمکنت سے ایستادہ محبت کے سامنے چاروں
شانے چت ہو چکا تھا وہ ہار گیا تھا ہاں بالکل..... جانا غیر شاہ ہار گیا تھا ایک تھکن زدہ سانس لبوں سے
خارج کرتے اس نے گاڑی واپسی کے لیے موڑ لی

زمان شاہ کے چار بچے تھے دو بیٹیاں رخصا زمان اور فاریہ زمان... دو عدد سپوت مراد اور شمشاد زمان....

زمان شاہ ٹھیکیداری کرتے تھے مگر اس سب کے ساتھ ساتھ انہوں نے دو نمبر کاموں میں بھی ہاتھ ڈال رکھا تھا باپ کے بعد بیٹے بھی اس راہ پر چل نکلے مار دھاڑ.. غنڈہ گردی غریبوں کی املاک پر قبضہ وغیرہ یہ سب انکے پسندیدہ مشغلے تھے

فاربیہ زمان ان کی بے حد شوخ اور نخریلی بہن تھی بالکل آج کے ماحول میں ڈھلی ہوئی آزادانہ عادات و اطوار کی مالک ۔۔۔۔۔ رخما زمان ان سب سے چھوٹی اور مختلف تھی جس کی وجہ شاید گھریلو ماحول سے دوری تھی وہ بچپن سے ہی ہاسٹل میں مقیم تھی گھر بھر کی لاڈلی بھائیوں کی جان مگر اس سب کے باوجود اس میں ضد ہٹ دھرمی اور بے حیائی جیسے جراثیم ناپید تھے زمان شاہ نے جان بوجھ کر اسے گھر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی بہت کم لوگوں اس کے بارے میں آگاہ تھے مگر جازم کو فاربیہ کی زبانی اس کے بارے میں علم تھا تبھی اس نے فاربیہ سے بدلہ لینے کی خاطر رخصتا پر تب ہاتھ ڈالا جب وہ ہاسٹل سے اپنے گھر ڈرائیور کے ساتھ جا رہی تھی ڈرائیور کو ساتھ ملانا کوئی مشکل کام نہ تھا اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا سب پلان کے مطابق تھا شمشادیہ سن کر بلبل اٹھا تھا کہ اس کی بہن دن دھاڑے اغواء ہوگی کب اور کس نے۔۔۔ اس سب کی جان کاری کے لیے وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکارنا پھر رہا تھا کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اپنی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے کا سر تن سے جدا کر دیتا

☆☆☆☆☆☆

رخما کو دودن ہو گئے تھے اس کمرے میں بند پڑے۔۔۔ بھوکی پیاسی نڈھال سی وہ اس سادہ مگر سلیقے سے سجے صاف ستھرے کمرے کی دیواروں کو تکتی اپنی غلطیوں کو شمار کرنے میں مصروف تھی جن کی سزا وہ آج اس صورت میں بھگت رہی تھی ہر پہلو پر نظر ڈالنے کے باوجود بھی کوئی سراہا تھ نہ آیا تھا وہ

جازم کو جانتی نہ تھی مگر فاریہ کی برتھ ڈے پارٹی میں جازم کی موجودگی اور اب جازم کا بار بار فاریہ کا نام لینا اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا یقیناً فاریہ کی ہی کسی غلطی کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑ رہا تھا نازوں پلی لاڈلاری دودن سے نیم تاریک کمرے میں بند بھوکی پیاسی رخصتان آج بے بسی کی انتہا پر تھی وہ رورو کر تھک چکی تھی مگر سب بے سود تھا جازم اسے یہاں چھوڑ کر دوبارہ نہ آیا تھا اگر وہ اسے یہاں چھوڑ کر بھول گیا تو۔۔۔۔۔ یہ سوچ کر اس کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا

☆☆☆☆☆☆

"آئم سوری صبحی۔۔۔۔ میں اسے ڈھونڈ نہ سکا" سکندر شرمندگی سے نظریں جھکائے صبحی کے سامنے کھڑا تھا انداز ایسا تھا جیسے اس سب کا قصور وار وہ خود ہو صبحی کی بے تاثر نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں

"نہیں کر سکے نا حفاظت اس کی۔۔۔۔ محض ایک دن۔۔۔ صرف ایک دن میں ہی میری برسوں کی ریاضت گنوا دی" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتی سکندر کو پاتال کی گہرائیوں میں دھکیل گئی

"کیسے باپ ہو تم۔۔۔۔ جو اپنی ہی بیٹی کی حفاظت نہ کر سکا۔۔۔ یہ مکافات عمل ہے مسٹر سکندر درانی جو تم نے کل میرے ساتھ کیا تھا وہ آج تمہاری ہی بیٹی۔۔۔۔۔"

"نہیں" سکندر ٹپ اٹھا تھا اس کاری وار ہر بلبلا اٹھا تھا آنسو پیتی لب کاٹتی صبحی نے گردن نفی میں ہلائی

"مگر اس سب میں میری نوائم کا کیا قصور تھا۔۔۔ وہ تو بے حد معصوم تھی بلکہ کلیوں جیسی نازک شفاف اور پاک۔۔۔۔ خدا نے تمہاری سزا کے لیے اسے ہی کیوں چنا۔۔۔۔ تمہاری بیٹی کو کیوں نہ

منتخب کیا۔۔۔" بولتے بولتے وہ یکدم چیخ پڑی تھی سکندر نے لب سختی سے بھیج لیے بے شک اس کی آخری بات نے سکندر کے وجود میں گہرے شکاف ڈالے تھے

"انامتہ کا بھی کوئی قصور نہیں ہے صبحی تم اسے بیچ میں مت لاؤ" وہ خود کو کہنے سے باز نہ رکھ پایا تھا صبحی کی آنکھوں میں یکدم وحشت اتری اسنے سرعت سے اٹھ کر اسکا گریبان تھام لیا سکندر کو اس کی حرکت نے پل بھر کے لیے ساکت کر دیا تھا

"کیوں نہ لاؤں بیچ میں۔۔۔ کتنی تکلیف ہوئی ناکتنا درد اٹھا کتنا ٹرپے۔۔۔ میں بھی کسی کی بیٹی تھی۔۔۔ بہن تھی۔۔۔ پھر میرے ساتھ کیوں۔۔۔ مجھے کس جرم کی سزا ملی۔۔۔ بولو۔۔۔ سکندر جواب دو۔۔۔ کیا قصور تھا میرا" وہ اسے سختی سے جھنجھوڑتے جواب مانگ رہی تھی سوال پر سوال کرتے اپنا قصور پوچھ رہی تھی حساب مانگ رہی تھی سکندر دنگ سا اسے دیکھے گیا اسنے شعوری طور پر بھی اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوئی کوشش نہ کی تھی

"اپنی بیٹی کا ذکر آیا تو تمہاری محبت نے جوش مارا۔۔۔ میری نواہم کا کوئی گناہ تو بتاؤ جو وہ اتنا عرصہ اپنے باپ کی شکل تو کیا وجود سے بھی نا آشنا رہی۔۔۔ ماں کی ممتا کو بھی محسوس نہ کر سکی۔۔۔ اس دنیا سے چھپی ایک کونے میں اپنے گمنگار وجود کو چھپائے دبی رہی۔۔۔ وہ اپنی زندگی کے لیے خود سے لڑتی رہی ہے۔۔۔ سزا ملی ہے اسے اس گناہ کی۔۔۔ جس کے مضموم سے بھی وہ آگاہ نہیں" وہ ہانپتی کانپتی واپس بیڈ پر جا بیٹھی

"کس کس کا حساب دو گے سکندر۔۔۔ کس کس درد کا مداوا کرو گے۔۔۔ تم تھک جاؤ گے سکندر۔۔۔ ہار جاؤ گے۔۔۔" وہ زور زور سے نفی میں سر ہلاتی واپس ڈھے گئیں

اتنا ٹوٹی ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گی
 اب اگر اور دعا دو گے تو مر جاؤں گی
 لے کے میرا پتا وقت رائیگاں نہ کرو
 میں تو بخارن ہوں کیا جانے کہاں جاؤں گی
 اس طرف دھند ہے، جگنو ہے نہ چراغ کوئی
 کون پہچانے گا بستی میں اگر جاؤں گی
 زندگی میں بھی مسافر ہوں تیری کشتی کی
 تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اتر جاؤں گی
 پھول رہ جائیں گے گلہ انوں میں یادوں کی نذر
 میں تو خوشبو ہوں فضاؤں میں بکھر جاؤں گی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

وہ گہری نیند میں تھا جب اسے نسوانی تیز چرخ سنائی دی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا ادھر ادھر ہاتھ مار کر لیمپ روشن
 کیا کچھ حواس بحال ہوئے تو اس نے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی یکدم ذہن میں جھماکہ ہوا وہ کبمل
 پڑے ہٹاتا سرعت سے بیڈ سے اتر اساتھ والے کمرے کی دہلیز پر پہنچ کر رک گیا دروازہ ادھ کھلا تھا جس
 سے کمرے کا منظر کچھ واضح تھا نوائم کا وجود کبمل میں دبکا ہوا تھا جس میں سے گھٹی گھٹی سسکیاں اس
 کے کانوں میں بخوبی پہنچ رہی تھی

"صاحب جی۔۔۔ انہیں پتا نہیں کیا ہو گیا" نو عمر ملازمہ نے ڈرتے ڈرتے جہانگیر کو دیکھ کر بتایا وہ سر ہلاتا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا

"تم کہاں تھیں؟؟"

"میں جی واش روم میں" جہانگیر دھیرے دھیرے چلتا بیڈ کے قریب آ گیا

"نوائم۔۔۔" بڑی نرمی تھی اس کی پکار میں.... نوائم نے کمبل کے نیچے سے منہ نکال کر اسے دیکھا

جہانگیر کو دیکھتے ہی وہ سرعت سے کمبل سے باہر نکلی

"کیا ہوا؟؟ تم ٹھیک ہونا؟؟" وہ استفسار کر رہا تھا

"م۔۔۔ میں ڈر گئی تھی" وہ ہچکیوں کے دوران بمشکل بول پائی تھی جسم پر کپچی طاری تھی جبکہ ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں

"یہ بھی نہیں تھی یہاں" اس نے ملازمہ کی طرف اشارہ کیا

"میں اکیلی تھی۔۔۔" وہ مزید گویا ہوئی جہانگیر گہرا سانس بھر کر اس عجوبے کو دیکھتا بیڈ کے کنارے

ٹک گیا

"وہ یہیں تھی باتھ روم میں"

"مجھے امی کے پاس جانا ہے" فرمائش سامنے آ گئی جس میں ضد کا عنصر واضح تھا جہانگیر چونک گیا

"ابھی تو رات ہے میں تمہیں صبح چھوڑ آؤں گا چلو شاباش تم سونے کی کوشش کرو" جہانگیر نے اسے

محبت سے پچکارا

"نہیں۔۔۔ یہ رات کو چلی جاتی ہے" وہ زور زور سے سرنفی میں ہلاتی اسے فی الجھن میں ڈال گئی تھی جہانگیر کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں دودن سے وہ فی کشمکش میں گرفتار تھا دل و دماغ کی جنگ میں وہ بری طرح پھنس چکا تھا دل بے ایمانی پر مصر تھا جبکہ دماغ عقل کی ڈور تھما دیتا تھا دودن بے سکونی میں گزارنے کے بعد آج وہ بمشکل سو پایا تھا کہ محترمہ نے اس کی نیند میں ناصر ف خلل ڈال دیا بلکہ اب زچ کرنے کی بھی جی جان سے کوشش کر رہی تھی اور جہانگیر... بھلا اس میں اتنا ضبط کہاں تھا تبھی ہر لحاظ بلائے طاق رکھتا چمچ گیا

"اب کیا فوج بلاؤں تمہاری نگرانی کے لیے"

"نہیں آپ میرے پاس سو جائیں" فٹ سے جواب حاضر تھا اتنی سنگین صورتحال کے باوجود ملازمہ کی کھی کھی نے اسے اچھا خاصہ جھنجھلا کر رکھ دیا اوپر سے محبوب کی مسکین صورت اور معصومیت بھری خواہش۔۔۔۔ مگر جہانگیر ایسی بے خودی کا ہرگز قائل نہ تھا تبھی دل کو جھڑک کر نوازم کو گھوری سے نوازا نوازم نے آنکھوں کو اوپر نیچے گھمایا یہ مخصوص انداز تھا اس کے سوچنے کا

"بیڈ چھوٹا نہیں ہے میں اور امی تو اس سے بھی چھوٹے بیڈ پر سو جاتے تھے" اس نے اپنی عقل کے مطابق بڑا عقل مندانہ جواب دیا تھا جہانگیر کا جی ماتھا پیٹنے کو چاہا شاید وہ ایسا کر بھی لیتا مگر اس کی اگلی بات نے اس کی سوچوں کا رخ پھر سے موڑ دیا

"یہاں سو جائیں" اس نے بیڈ کے نیچے کارپٹ کی طرف اشارہ کیا

"تم مجھے غصہ دلارہی ہو" جہانگیر نے ماتھے پر شکنیں لاتے نیا حربہ آزمایا تھا جو کارگر ثابت ہوا وہ منہ بسورتی واپس لیٹ گئی

"سب ہی مجھے ڈانتے ہیں" کمبل کے نیچے سے ہلکی آواز میں سنائی دیتی سرگوشی جمانگیر کے دل میں تیر کی طرح گڑھ گئی وہ سر جھٹکا دھیرے سے مسکرایا

زلف ریشم ہے تو چہرہ اُجالوں جیسا

وہ تو لگتا ہے تروتازہ گلابوں جیسا..

اُس کی باتیں تو ہیں گنگھور گھٹاؤں جیسی

اُس کا خمور سالہجہ ہے شرابوں جیسا..

خود ہی کُھلتا ہے مگر مجہ پہ بھی تھوڑا تھوڑا

اتنا مشکل ہے کہ لگتا ہے نصابوں جیسا..

اُس کے دل میں بھی کوئی بات رہی ہوگی

مجھے سے روٹھے تو وہ لگتا ہے خرابوں جیسا..

جاگنا شب کا مجھے اُس نے سکھایا قیصر

رتجگوں میں بھی اُترتا ہے جو خوابوں جیسا..

www.urdu novels mania.com

رُخما کی آنکھ کھلی تو وہ فرش کی بجائے بیڈ پر لیٹی تھی کمرے کی فضا میں سگریٹ اور النحل کی مہک کا احساس غالب تھا وہ کچھ دیر ساکن پڑی رہی دھیرے دھیرے حواس بحال ہوئے تو وہ سرعہ سے اٹھ بیٹھی نگاہ اپنے سامنے صوفے پر بیٹھے جازم سے جا ٹکرائی اس کے شکستہ اعصاب کو جھٹکا لگا تھا وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی

"کیوں لائے ہو تم مجھے یہاں۔۔۔۔۔ پلیز اب تو بتاؤ مجھے" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھسک کر رودی مگر جازم سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھتا اس کی آہوں اور سسکیوں کو نظر انداز کرتا اپنے شغل میں مصروف رہا

"چلو کھانا کھاؤ... اس کے بعد حلیہ سنوارو پھر کچھ حساب کتاب پورا کرنا ہے تم سے" اسنے کھانے کی ٹرے رُخما کی جانب کھسکائی وہ سم کر اسے دیکھتی نفی میں سر ہلانے لگی

"کیا نہیں... ہاں کیا نہیں... تم مجھے انکار کرو گی حشر بگاڑ دوں گا میں تمہارا" وہ ایک دم طیش میں آیا تھا اسکا بازو پکڑ کر جھٹکا دیتے اتنی زور سے دھاڑا کہ دیویریں لرز گئیں وہ دبک سی گئی ایسے لب و لہجے کی وہ کب عادی تھی بھلا

"مجھے جانے دو پلیز" وہ پھر سے گڑ گڑائی تھی

"کیوں جانے دوں؟؟؟ اس لیے تو نہیں لایا... بے فکر ہو یہ محبت کا معاملہ ہرگز نہیں... تمہاری بہن سے بدلہ لینے کے لیے تم سے بہتر اور کوئی مہرہ ہو ہی نہیں سکتا"

وہ اسکے بال مٹھی میں جکڑے سرد آواز میں پھنکارا تھا

"کھانا کھاؤ" جازم بلند آواز گرجا

"مجھے بھوک نہیں ہے" وہ حواس باختہ ہو گئی

"تمہیں سنتا نہیں ہے" مسلسل نہ نہ کی تکرار نے اسے تاؤ دلادیا تبھی خطرناک ارادوں سے اسکی جانب بڑھا پھر ٹھٹھک کر رک گیا

"سوری سوری۔۔۔ مجھے تم سے شاید ابھی یوں بات نہیں کرنی چاہئے۔۔۔ ابھی تو تم میرے بہت کام کی چیز ہو۔۔۔ میری موجودگی شاید تمہیں خوفزدہ کر رہی ہے۔۔۔ میں چلتا ہوں واپسی پر بات ہوتی ہے تم سے۔۔۔ چلو شاباش کھانا کھاؤ۔۔۔ ہری اپ "وہ بے حد نرمی سے کہتا اس کے گال چھوٹا باہر کی جانب بڑھ گیا رخما اس کی پشت پر نظر ڈالتی پھر سے چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سک پڑی

☆☆☆☆☆☆

"سنو" وہ فیڈر بنا کر کچن سے نکلی تو مغیث کی پکار پر ٹھٹھک کر رک گئی
 "سنائیے" اسی کے لہجے میں جواب دیتی وہ مطمئن دکھائی دے رہی تھی مغیث دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے روبرو آ گیا

"کب تک چلے گا یہ سب" مغیث کا انداز اور سوال دونوں عجیب تھے حرب چونکی
 "کیا کب تک چلے گا؟؟؟"

"میرا خیال ہے اب ہمیں پرانی باتیں بھلا کر آئندہ زندگی کی طرف دیکھنا چاہئے" مغیث نے بڑے رسان سے اپنے دل کی بات کو اس تک پہنچایا تھا
 "یہ اتنا آسان نہیں ہے" حرب چٹکنی

"میں نہیں جانتی آپ نے یہ سب کیوں کیا میرے ساتھ آپ کی کوئی جنموں کی دشمنی تو نہ تھی آپ کا شروع والا رویہ ہر گز بھلائے جانے کے قابل نہیں" حرب کو سب کچھ ٹھیک موقع پر یاد آ رہا تھا اب بھلا اتنا اچھا موقع وہ کیسے گنوا دیتی مغیث کے چہرے پر تاریک سا سایہ لہر ا گیا

"کیسے مل سکتی ہے معافی" مغیث نے صلح جو انداز اپنایا حرب دل ہی دل میں مسکرائی مگر پھرے پر مزید بے زاری طاری کر لی

"بہمسہم۔۔۔ یہ سوچنا پڑے گا" وہ اسے سلگا رہی تھی مگر خلاف معمول مغیث نارمل تھا حرب کو حیرت نے آن لیا

"یہ اتنا سیدھا کیسے ہو گیا" وہ بڑبڑاتی تھی

"تو پھر سوچ لو۔۔۔۔ میں ہر طرح کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں۔۔۔ مگر دھیان رہے میں اب مزید انتظار کی سولی پر نہیں لٹک سکتا۔۔۔۔ مجھے تمہارا جواب چاہئے وہ بھی اثبات میں" وہ سنجیدہ تھا۔۔۔۔ بے حد سنجیدہ۔۔۔۔ ضد ہٹ دھرمی اور متانت سے کہتا وہ پلٹ گیا حرب نے یوں نقوں کی طرح کھلے منہ پر ہاتھ رکھا

"ہائے اسے کیا ہوا"

☆☆☆☆☆☆

وہ سوکراٹھی تو بید پر پڑے قیمتی اور نفاست سے سجے لباس نے نوائم کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی

"یہ کس کا ہے" نوائم نے نو عمر ملازمہ کا بازو سختی سے کھینچ کر اپنی جانب کیا

"آپ کا" بلیک کلر کا مدر فراک جس کے گلے اور دامن پر سلور نیگنوں کا کام تھا

"صاحب آپ کے لیے لائے ہیں پہن کر تیار ہو جائیں اور نیچے آ جائیں" وہ مسکرا کر ذو معنی سے کہتے

پلٹ گئی نوائم نے خوشی خوشی سوٹ اٹھایا

☆☆☆☆☆☆

رُخما جازم کے جانے کے بعد کتنی ہی دیر تک روتی رہی تھی روتے روتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے خبر ہی نہ ہوئی اب اٹھی تو دن چڑھ رہا تھا اس نے کھڑکی کے پردے سرکا کر باہر کا نظارہ کیا ملجکا اندھیرا چار سو پھیلا ہوا تھا چڑیلوں کی چچھاہٹ اور گھاس ہر پڑتی شبیہم ذہن کو تروتازگی بخشی تھی مگر وہ پھر بھی آسودہ نہ ہو سکی دو دن سے بھوکے پیاسے رہنے کے سبب اس کی ہمت جواب دے گئی تھی اس نے ضد اور ہٹ دھرمی کو پس پشت ڈال کر معدے کو سیر کرنے کا سوچا اور رات کے کھانے کی ٹرے سامنے کر لی معدہ میں کچھ اترتا تو ذہن کچھ سوچنے کے قابل ہوا کمرے کا جائزہ لینے پر محسوس ہوا کہ یہ وہ جگہ نہ تھی جہاں وہ دو دن سے موجود تھی سامنے ہی اس کی بجس اور بیگ موجود تھا اس کے ذہن نے برق رفتاری سے کام کیا وہ سرعت سے اٹھ کر اپنے بیگ کی طرف لپکی گھپ اندھیرے میں آس کا جگنو ٹمٹمایا تھ اسے آزادی کا کوئی سراہاتھ لگا تھا مگر موبائل کی عدم موجودگی نے اس کی ساری امیدوں اور خوش فہمیوں پر پانی پھیر دیا جازم نے سب کچھ بڑی پلاننگ سے کیا تھا وہ نڈھال سی دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی تبھی دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا ساتھ ہی بیڈ پر کچھ گرنے کی آواز آئی

"اٹھو اور اسے پن لو" جازم کی کرخت آواز اسے رخ موڑنے پر مجبور کر گئی سامنے ہی ڈیپ ریڈ کلر کا چمکتا لنگا اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا وہ دھک سے رہ گئی اب یہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا متوقع صورت حال کے خوف سے ہی اس کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا

"کیوں" اپنے دل کو سنبھالتے بڑی ہمت سے سوال کیا تھا

"سوال جواب سے سخت چڑ ہے جو کہا ہے وہ کرو" وہ غرایا تھا رُخما کے بستے آنسوؤں میں روانی آگئی

"کیوں کر رہے ہو ایسا۔۔۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا" بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر وہ جھنجھڑی تھی جازم استہزائیہ ہنسنے لگا

"تمہاری بہن نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اتنی آسانی سے تو معاف نہیں کروں گا ایسی بات دوں گا ساری عمر یاد رکھے گی۔۔۔ بہت پیار کرتی ہے نا تم سے۔۔۔ درد تمہیں ہو گا ٹرپے گی وہ۔۔۔ تب سکون آئے گا مجھے" وہ اس کی طرف لپکا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس کے بال جکڑ لیے "مجھے یہاں چوٹ لگانی اس نے۔۔۔۔۔ یہاں" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا

"مجھے استعمال کیا اس نے بے وقوف بنایا۔۔۔ میری سب سے قیمتی چیز چھین لی اس نے۔۔۔۔۔ بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا اس بھائی سے جس سے کبھی میں نے اونچی آواز میں بات نہ کی تھی تمہاری بہن کی وجہ سے محض اس کی وجہ سے میں نے اپنے بھائی سے منہ موڑ لیا اس سے نفرت کرنے لگا" وہ جھٹکے سے اسے چھوڑتا پیچھے ہوا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے کے تاثرات خوفناک ہو گئے تھے ہونٹ بھیچ گئے ابرو تن گئے اور چہرہ جیسے تانبے کا ہو گیا

"اس سب کا بدلہ تم چکاؤ گی۔۔۔ یہ جو آگ میرے سینے میں لگی ہے اسے تم بجھاؤ گی تم یہاں سے کہیں نہیں جاسکتی مر کر بھی نہیں" وہ گرج کر کہتا اسے سن کر گیا وہ اتنی زور سے دھاڑ رہا تھا کہ کمرے کی دیواریں لرزنے لگیں اس دیوانگی کے عالم میں اس نے کمرے کی ایک ایک چیز اٹھا کر خود ہر پھینکنی شروع کر دی رُخما سم کر پیچھے کو کھسکی اسے جازم کی ذہنی حالت سے خوف آنے لگا تھا چند منٹوں کے کھیل کے بعد اپنی اتھل پتھل سانسوں کو سنبھالتا ٹیبل تک پہنچا اور پانی کا جگ اپنے سر پر انڈیل دیا وہ

خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے وہ اس کی طرف پلٹا اور اسے بازو سے کھینچ کر اپنی جانب گھسیٹ لیا

"اب تمہاری قسمت میں میرا دل بہلانا ہی لکھا ہے نہ میں تمہیں چھوڑوں گا نہ اپناؤں گا میرے لیے تمہاری حیثیت بس ایک کیپ کی سی ہوگی۔۔۔" اتنی نفرت تحقیر تھی اس کے الفاظ میں کہ وہ تھراگی ایسی ذلت و سبکی پر اس کی رگیں تن گئیں تھیں اسے لگا جیسے اسے کسی نے ابلتے ہوئے آتش فشاں میں دھکیل دیا ہو وہ اس کی ساکن صدمے سے ہتھرائی ہوئی آنکھوں میں دیکھتا طنز کے تیر چلانے میں

مصروف تھا جب اپنے حواسوں کو یکجا کرتے بڑی ہمت سے رُخمانے جازم کا ہاتھ تھام لیا

"بہت محبت ہے نا اپنے بھائی سے" سوال بے حد عجیب تھا بہتی آنکھوں کو پوچھتی آنکھوں میں الجھن لیے اس سے پوچھ رہی تھی جازم نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا "اگر میں کہوں اس بھائی کے صدقے مجھ سے نکاح کر لو تو۔۔۔ اگر اتنی محبت ہے تو اس محبت کا ثبوت دے دو۔۔۔ مجھ سے نکاح کر لو خدا کا واسطہ ہے مجھے گنہگار ہونے سے بچا لو" وہ پھپھک کر روتی اسے منہ سے میں ڈال گئی تھی اس کے ہاتھ کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی وہ جھٹکے سے اسے چھوڑتا بے ساختہ پیچھے ہوا چند لمحے لگے تھے فیصلہ کرنے میں بس چند لمحے وہ ایک آخری نگاہ اس کے وجود پر ڈالتا بے جان قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گیا

☆☆☆☆☆☆

گوہرا اپنے آفس میں تھا جب اسے انجان نمبر سے کال موصول ہوئی اس نے بغیر غور کیے کال ایڈنگ کر لی دوسری سمت سے آتی آواز سن کر وہ اچھل پڑا

"جہانگیر۔۔۔ یہ تم ہو" وہ حیران زیادہ تھا یا خوش جہانگیر اندازہ نہ کر سکا

"ہاں میں بات کر رہا ہوں" جمانگیر کے جواب پر اس نے فون کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا جو کہ اسکی پاکستان میں موجودگی ظاہر کر رہا تھا وہ یکدم کرسی سے اٹھا

”تم پاکستان کب آئے؟“ اب کے انداز میں حیرت کے ساتھ ساتھ تشویش بھی تھی

"کچھ ہی دن پہلے" دوسری جانب مکمل اطمینان تھا

"مگر کیوں۔۔۔ کیا تم جانتے نہیں۔۔۔"

"پلیز لیچر دینے مت لگ جانا۔۔۔ وہ سنبھو میں کہہ رہا ہوں۔۔۔ فوراً یہاں آؤ میرے پاس تم لوگوں کی ایک امانت ہے"

"امانت۔۔۔ کون سی امانت" وہ ٹھٹھکتا تھا

”اُم کر دیکھ لو“ کہہ کر کال کاٹ دی گئی گوہر جھنجھلا اٹھا ایک تو یہ شخص ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار

رہتا ہے۔۔۔۔۔ مجال ہے جو کسی کی مان لے۔۔۔۔۔ کیا شاہی فطرت پائی ہے محترم نے۔۔۔ حکم دیا

اور بس "گوہرا اپنے سامنے بکھرا پھیلا واسمیتنا منہ ہی منہ میں بڑبڑائے چلا جا رہا تھا

www.urdu novelsmania.com ☆☆☆☆☆☆

جمانگیر نے سیڑھیاں اترتی نواہم کو دیکھ کر کال کاٹ دی تھی وہ اس کے لائے ہوئے لباس میں بلاشبہ

بلا کی حسین لگ رہی تھی وہ سب سبج کر قدم اٹھاتی اس تک آئی جمانگیر نے فی الفور رنگا ہوں کا زاویہ بدلا

"میں آگئی ہوں" اس نے اپنی آمد سے مطلع کیا جمانگیر بڑے خوبصورت انداز میں ہنس دیا

"ارے یہ کیا" نوائِم کی نظر سامنے دیوار پر لگی بڑی سی سکمرین پر پڑی جہاں کارٹون فلم چل رہی تھی

"ہائے یہ کون ہے" وہ ایک ہی جست میں وہاں تک پہنچی اور اب آنکھیں کھولے ادھر ادھر بھاگتے کارٹونز کو دیکھ رہی تھی

"یہ یہاں اندر کیسے پھنس گئے" اب وہ عقل لڑا رہی تھی مگر سب بے سود تھا تھک ہار کر وہ واپس جمانگیر کی طرف پلٹ آئی جو انگلی کو مگ کے کناروں پر پھیرتا نظریں نوا تم پر جمائے ہوئے تھا

"بتائیں نا" وہ دھپ سے اس کے برابر بیٹھتی اس سے پوچھنے لگی وہ بے خیال سا تھا تبھی چونک گیا

"کیا؟؟؟"

"وہ کون ہے"

"کارٹونز ہیں"

"آپکے کیا لگتے ہیں"

"کچھ بھی نہیں"

"کیوں"

"بس نہیں تو نہیں"

"کیوں نہیں"

"آریومیڈ" جمانگیر کو پھر سے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا کوئی اتنا بے وقوف بھی ہو سکتا ہے؟ کہیں وہ اسے بے وقوف تو نہیں بنا رہی؟؟ جمانگیر کو یہ سوچ ہی آگ بگولہ کر گئی

"آپ کون ہیں" اس نے نیا موضوع چھیڑا

"بڑی جلدی یاد آگیا یہ پوچھنے کا" وہ تلخی سے گویا ہوا

"آپ پرنس ہیں نا" مرضی کا جواب اخذ کیا گیا

"واٹ؟؟" وہ اچھل پڑا

"امی کستی تھیں میرا ایک پرنس بھی ہے وہ آپ ہی ہیں نا" وہ اس کے تاثرات سے بے خبر بولے

حلے جا رہی تھی جہانگیر جھنجھلا اٹھا

"تم مجھے پاگل کرو گی"

"نہیں تو ناسی" نوائم نے سیڑھیاں چڑھتے جہانگیر کی پشت دیکھ لاپرواہی سے ہاتھ جھٹکے اور توجہ

کارٹونز کی جانب کر لی

"جائزہ مجھے تم سے ہر گز ایسی امید نہ تھی" بی جان اسے دیکھتے ہی رخ پھیر گئیں تھیں وہ چونک کر انہیں

دیکھنے لگا

"کیا مطلب بی جان"

www.urdu novelsmania.com

"کیا یہ سکھایا تھا ہم نے تمہیں --- یہ تربیت کی تھی تمہاری" اس کے یوں انجان بننے پر انکے

اشتعال میں اضافہ ہوا

"بی جان میں واقع ہی نہیں سمجھا"

"ایک لڑکی کو دن دھاڑے اغواء کرتے ہو دو دن تک اپنے پاس رکھتے یو پھر پوچھتے ہو کیا ہوا ہے ؟؟
 بنی بنائی عزت خاک میں ملا دی تم نے جازم ۔۔۔ مجھے تم سے واقع ایسی امید نہ تھی "آخر میں ان کا لہجہ
 ناپاہتے ہوئے بھی بھرا گیا جازم بے چین سا آگے بڑھا
 "وہیں رک جاؤ" بی جان نے ہاتھ اٹھا کر اسے وہیں روک دیا
 "آپ کو کیسے معلوم ہوا" وہ کب سے ذہن میں محفلتے سوال کو زبان پر لے آیا
 "فاریہ آئی تھی یہاں ۔۔۔ پولیس کے ساتھ ۔۔۔"

"بی جان میں آپ کو سب بتاتا ہوں" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر صلح جو انداز میں بولا مقصد انہیں ٹھنڈا کرنا تھا
 "میں اسے لے کر آیا ہوں ۔۔۔ لیکن"

"لیکن ویکن کو چھوڑو ۔۔۔ جہاں سے اسے لے کر آئے ہو وہیں چھوڑ آؤ ۔۔۔ کسی معصوم کی
 بد دعائیں مت لو" وہ سختی سے اسے درمیان میں ہی ٹوک گئیں تھیں
 "میں اسے واپس نہیں چھوڑ سکتا" وہ بے ساختہ نظریں چرا گیا
 "تو پھر ٹھیک ہے نکاح کر لو اس سے ۔۔۔ جاؤ ۔۔۔ ابھی جاؤ"

۔۔۔ نکاح کرو اور باعزت طریقے سے گھر لے آؤ ۔۔۔ میں تمہیں کسی کی عزت سے کھیلنے کی اجازت
 ہرگز نہیں دوں گی ۔۔۔ اب مجھے اس وقت تک شکل مت دکھانا جب تک میرا حکم ناماں لو" وہ بے
 حد دھیے مگر مضبوط لہجے میں کہہ کر پلٹ گئی تھیں جازم کا دماغ بھک سے اڑا وہ دھپ دھپ کرتا باہر کی
 جانب بڑھ گیا

☆☆☆☆☆☆

"اس قدر خود غرض اور بے مروت ہوں کہ ۔۔۔ مجھے ہرگز اندازہ نہ تھا "گوہر نے اپنے سامنے گداز صوفے پر براجمان جہانگیر کو دیکھ کر جملہ کسا ۔۔۔ وہ بغیر نوٹس لیے سگریٹ کے کش لیتا دھوئیں کے مرغولے اڑاتا رہا گوہر پیچھے آدھے گھنٹے سے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں مصروف تھا جہانگیر کی خاموشی اسے مزید تیار ہی تھی

"بی جان کو معلوم ہے کیا "جہانگیر نے بغیر نظر اٹھائے محض نفی میں سر ہلانے پر اکتفا کیا وہ اسے جان بوجھ کر تیار ہاتھا

"تم بدل گئے ہو جہانگیر" اب کے اس نے انداز بدلتا تھا پھر سے پر مسکینی اور آنکھوں میں نمی لانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بلاخروہ جہانگیر کی توجہ ہٹانے میں کامیاب ہو گیا جہانگیر نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر سے بے نیاز ہو گیا

"تم چاہتے کیا ہو ۔۔۔ ایک تو بغیر بتائے بغیر پوچھے سیدھا پاکستان چلے آئے ۔۔۔ کیا دنیا میں جگہ ختم ہو گئی تھی جو تمہیں یہاں آنے کی زحمت کرنا پڑی کہیں اور بھی تو دفع ہو سکتے تھے "گوہر پھر سے اسی موضوع کی طرف چلا آیا جہاں سے بات کا آغاز ہوا تھا جہانگیر نے تیوری چڑھائی

"تم مجھے صاف وجہ بتا دو"

"میں یہاں ۔۔۔۔۔ جازم کے لیے آیا ہوں"

"جازم کوئی ننھا بچہ نہیں ہے اور نہ ہی تم اس کی اماں ہو "گوہر خود کو تلخ ہونے سے روک نہ پایا تھا

جہانگیر ہنس دیا

"وہ بچہ ہی ہے"

"تمہارے لیے وہ بچہ ہوگا مگر حقیقت کی نظر سے دیکھو تو بائیس سال کا بھرپور جوان ہے اچھا برا سمجھتا ہے وہ" گوہر نے سمجھانے کی پوری کوشش کی "اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جازم اور غوزہ والا معاملہ بھی ختم ہو چکا ہے تمہارے ہی کہنے پر میں نے غوزہ کو فلیٹ ۔۔۔۔"

"جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا" غوزہ کے ذکر پر اس کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے تبھی فوراً موضوع بدل دیا

☆☆☆☆☆☆

"آپ نے کیا سوچا کب تک یونہی چلے گا اب اس سب کا کوئی نہ کوئی تو حل نکلنا چاہیے" سمعیہ بیگم نے چائے کا کپ حیات صاحب کو پکڑاتے ہوئے رسان سے کہا

"کس بارے میں کہہ رہی ہیں آپ"

"سکندر اور صبحی کے بارے میں"

"میں بھی دن رات یہی سوچتا رہتا ہوں۔۔۔ اوپر سے نوائم کی گمشدگی۔۔۔ صبحی بالکل ٹوٹ کر رہ گئی ہے اور سکندر۔۔۔ وہ سارا دن اسکی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے" حیات صاحب کے لہجے میں درد واضح

تھا سمعیہ بیگم نے اثبات میں سر ہلادیا

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ لیکن یہ بھی تو سوچیں اتنے دن گزر گئے نہ جانے کس حال میں ہوگی

زندہ بھی ہوگی یا۔۔۔۔"

"خدا نہ کرے کیسی باتیں کر رہی ہو" حیات صاحب بے ساختہ انہیں ٹوک گئے تھے

"یہ میں نہیں کہہ رہی۔۔۔ سارا گھر کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ ندرت نے تو اچھا خاصہ محاذ بنایا ہوا ہے آتے جاتے صبحی کو کچھ کے لگاتی رہتی ہے فابیان کا کچھ پتا نہیں مجھے لگتا ہے فابیان کے فرار کے پیچھے ندرت کا ہاتھ ہے۔۔۔ اور یہ بھی تو سوچیں اگر نوائم واپس آ بھی گئی تو یہ لوگ اس کا جینا حرام کر دیں گے۔۔۔ پہلے کی بات اور تھی حیات.... اب کچھ سوچ کر چلنا ہوگا" وہ دلی خدشے کو زبان پر لے آئی تھیں جو کسی حد تک درست بھی تھا

"یہ سب کچھ صبحی کے ساتھ بھی ہوا تھا یاد ہوگا آپ کو" انہوں نے تلخ صورت حال حیات صاحب کے سامنے رکھی وہ ہاتھ کی مٹھی تھوڑی پرٹکا گئے گہری سوچ میں ڈوب گئے سمعیہ بیگم کی باتیں سو فیصد درست تھیں کیا وقت پھر سے کہانی دہرانے والا تھا کیا اب ایک اور صبحی اس بے رحم وقت کی بھینٹ چڑھنے والی تھی یہ سوچ ہی ایسی تھی کہ انہیں بے ساختہ جھرجھری آگئی

☆☆☆☆☆☆

جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا "غوزہ کے ذکر پر اس کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے تبھی فوراً موضوع بدل دیا

"کیوں بلایا ہے"

"نوائم نامی کسی لڑکی کو جانتے ہو" اس نے گویا دھماکہ کیا تھا

"ہاں۔۔۔ مگر" گوہر ٹھٹھا تھا

"وہ میرے پاس ہے کچھ دن پہلے میری گاڑی سے ٹکرائی تھی"

گوہر شاک کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگا چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس نے بے ساختہ گہرا سانس بھرا

"اوہ تھینک... سیریسلی پھوپھو اور چاچو تو بہت زیادہ پریشان تھے پھوپھو کی تو طبیعت ہی نہیں سنبھل رہی تھی مگر۔۔۔۔۔" بات کرتے کرتے وہ چانکا "تمہیں کیسے پتا چلا کہ نوائم کا تعلق ہم سے ہے۔۔۔۔۔ کیا اس نے بتایا؟"

"آ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ اسی نے بتایا ناں ورنہ مجھے کیسے پتا چلتا "جہانگیر نے جھوٹ سے کام لیا تھا جانے کیوں

"مجھے اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں لگی آئی مین۔۔۔۔۔" جہانگیر نے بات پوری کرنے کے لیے مناسب الفاظ کا سہارا لینا چاہا مگر گوہر نے درمیان میں ہی ٹوک دیا

"نہیں ایسی بات نہیں ہے ایچوولی وہ کبھی گھر سے باہر نہیں گئی بلکہ اس کی دنیا تو ایک کمرے تک ہی محدود تھی شاید اسی وجہ سے تمہیں وہ اب نارمل لگی"

"ایسا کیوں "جہانگیر نے بظاہر لاپرواہی سے پوچھا تھا مگر اس کا دماغ مکمل طور پر اسی بات میں الجھا ہوا تھا

"پھوپھو نے اسے ہم سب سے دور علیحدہ رکھا۔۔۔۔۔ شاید چاچو کی وجہ سے۔۔۔۔۔" وہ دھیمے سے بتا رہا تھا جہانگیر نے مزید کریدنا ضروری نہیں سمجھا مگر اس کی اگلی بات نے جہانگیر کے اعصاب کو زبردست جھٹکا دیا

"ارے مجھے یاد آیا۔۔۔۔۔ تمہارے بابا اور چاچو سکندر جوانی میں بہت اچھے دوست تھے۔۔۔۔۔ اس دن حمیرا آنٹی کی زبانی حقیقت سن مجھے بھی یونہی شاک لگا تھا جیسے کہ تمہیں "گوہر اس کے چہرے کے تاثرات جانچتا ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا جہانگیر کا ذہن مزید تانوں بانوں میں الجھنے لگا

"اچھا میں چلتا ہوں مجھے بہت ضروری کام ہے پھر ملاقات ہوگی" گوہر جانے کے لیے کھڑا ہوا

"نوائم کو بلواؤں" جہانگیر بھی ساتھ ہی اٹھ گیا

"نہیں۔۔۔۔۔ اسے ابھی اپنے پاس ہی رکھو۔۔۔۔۔ اس کا نواب ولاجانا ابھی بہتر نہیں ہے" گوہر کی

بات پر جہانگیر کا دماغ بھک سے اڑا

"کیا کہہ رہے ہو یہ۔۔۔۔۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو میں یہاں اکیلا رہتا ہوں

ایسے میں ایک جوان اور خوبصورت لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے کا مطلب ہے۔۔۔۔۔"

"اوہ جوان اور خوبصورت لڑکی" وہ بات اچھٹا اسے تاؤ دلاتا ہنسا تھا

"جو اس بند کرو" جہانگیر نے اس کے کندھے پر دھپ رسید کی

"ایک مشورہ دوں؟ اگر ایسے نہیں رکھ سکتے تو اس سے نکاح کر لو" وہ رازدارانہ انداز میں اس کی طرف

جھک کر مشورہ سے نوازا رہا تھا جہانگیر نے جھٹکے سے اس کا بازو کندھے سے ہٹایا

"تم جانتے بھی ہو کیا کہہ رہے ہو میں ایک شادی شدہ انسان ہوا ایسے میں"

"فارگاڈ سیک جہانگیر۔۔۔۔۔ تم کس کو الوبنا رہے ہو خود کو یا مجھے؟؟ اس دن جو کچھ ہوا کیا تم وہ سب بھلا کر

غورہ کی طرف پلٹ جانا چاہتے ہو؟ کیا تم ایسا کر پاؤ گے؟؟ نہیں نا تو پھر کب تک خود کو تنہائی کے

عذاب میں جھلساتے رہو گے۔۔۔۔۔ بھول جاؤ سب اور آگے بڑھو۔۔۔۔۔ زندگی جی کر دیکھو۔۔۔۔۔ میں یہ

نہیں کہہ رہا غورہ کو چھوڑ دو اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے تم تو پھر دوسری کرو گے کوئی گناہ

نہیں" وہ اسے فی سوچ تھا تا جانے کے لیے پلٹ گیا دروازے پر پہنچ کر وہ پھر سے رک گیا

"سوچ لو۔۔۔ اچھی طرح سوچ لو۔۔۔ نوائم پیچھے دو دن سے تمہارے ساتھ ہے۔۔۔ میں اسے لے بھی جاؤں تو یہ دنیا اسے جینے نہیں دے گی۔۔۔ کون یقین کرے گا اس کی پارسائی و معصومیت کا۔۔۔ میری درخواست ہے اسے آزمائش میں مت ڈالو۔۔۔ اپنا نام دے کر زمانے کے منہ بند کر دو ورنہ یہ بے رحم دنیا اس سے جینے کا حق بھی چھین لیں گی" وہ اسے ساکت و جامد چھوڑ کر دہلیز پار کر گیا تھا

عشق کرنے کے آداب ہوا کرتے ہیں
 جاگتی آنکھوں کے کچھ خواب ہوا کرتے ہیں
 ہر کوئی رو کے دکھا دے یہ ضروری تو نہیں
 خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں
 کچھ فسانے ہیں جو چہرے پہ لکھے رہتے ہیں
 کچھ پس دیدہ خوشاب ہوا کرتے ہیں
 کچھ تو جینے کی تمنا میں مر جاتے ہیں
 اور کچھ مرنے کو بے تاب ہوا کرتے ہیں
 تیرنے والوں پہ موقوف نہیں خالد
 ڈوبنے والے بھی پایاب ہوا کرتے ہیں

☆☆☆☆☆☆

جازم نے مکان کا تالہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا تیز چمکتی لائٹ نے رخما کی آنکھوں چندھیا دیں وہ بازو آنکھوں پر رکھے اٹھ بیٹھی اجڑے بکھرے بے ترتیب حلیے میں وہ اسے ندھال اور بیمار سی لگی

جازم کو سامنے دیکھ کر اس نے تیزی سے دوپٹہ درست کیا

"ہونہ ناک دیکھو پارسابی بی کے ۔۔۔ جیسے تمہارے خاندان والے تو مسجد میں نمازیں پڑھاتے ہیں

"وہ طنز کے تیر چلانے سے باز نہ آیا تھا رخما نے کمال ضبط سے اس کے الفاظ کی کڑواہٹ کو اپنے اندر اتارا تھا

"چلو اٹھو میرے ساتھ چلو" جازم حکم دیتا آگے بڑھنے لگا رخما کی آنکھیں اس کی پشت کو گھور رہی تھیں وہ سمجھ نہ پائی تھی آیا یہ آذادی کا پروانہ تھا یا قید خانے کی تبدیلی

"تمہیں سمجھ نہیں آیا کیا" جازم پلٹ کر غرایا تھا

"کہاں چلنا ہے" دل کڑا کر کے پوچھا گیا

"تمہیں بتاؤں ۔۔۔ کہاں جانا ہے ۔۔۔ ہوں بتاؤں تمہیں؟" جازم جھٹ سے اس تک پہنچ ساتھ ہی کھینچ کر تھپڑ اس کے گال ہر رسید کر دیا وہ گال پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی

"نمبر دار جو آج کے بعد مجھ سے کوئی سوال جواب کیا

۔۔۔ زبان گدی سے کھینچ لوں گا تمہاری" سختی سے جبر ہاتھوں میں جکڑے وہ پھنکارا تھا "سمجھی"

"چلو اب" جھٹکے سے اسے چھوڑتا آندھی طوفان کی مانند کمرے سے نکل گیا رخما لڑکھراتے قدموں کو سنبھالتی بمشکل اس کے پیچھے لپکی

ہے دعایاد مگر صرف دعایاد نہیں

میرے نغمات کو انداز نو یاد نہیں
 میں نے پلکوں سے دربار پر دستک دی ہے
 میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدایا د نہیں
 میں نے جن کے لیے راہوں میں پہچایا تھا لہو
 ہم سے کہتے ہیں وہی عہد و فایا د نہیں
 کیسے بھر آئیں سر شام کسی کی آنکھیں
 کسے تھرائی چراغوں کی ضیادیا د نہیں
 صرف دھندلائے ستاروں کی چمک دیکھی ہے
 کب ہوا کون ہوا کس سے خضایا د نہیں
 زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
 جانے کس جرم کی پائی ہے سزایا د نہیں
 آواک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
 لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدایا د نہیں
 ☆☆☆☆☆☆☆

"بھابھی میں گوہر - - - دروازہ کھولیں" گوہر کی آواز سن کر غوزہ نے جھٹ سے دروازہ واکیا اور
 اسے لیے اندر کی طرف بڑھنے لگی

"بیٹھیے" سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتی خود بھی بیٹھ گئی ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں

پوست کیے وہ اسے پہلے سے زیادہ پریشان اور خستہ حال لگی

"کیا مصروفیت ہے آج کل" گوہر نے ہی بات کا آغاز کیا

"فی الحال تو فارغ ہوں۔۔۔ سوچ رہی ہوں کوئی جاب کر لوں۔۔۔ سارا دن بوریت بھی تھکا ڈالتی

ہے" بے حد سنجیدگی سے جواب دیا گیا

"ہوں۔۔۔۔ آپ نے آگے کا کیا سوچا" اب کے گوہر نے ڈائریکٹ بات کی تھی غوزہ چونکی

"ابھی بتایا تو ہے۔۔۔ ویسے بھی مجھے اس طرح یہاں رہنا اچھا نہیں لگتا۔۔۔ میں بہت جلد آپ کو اس

گھر کا کرایہ۔۔۔۔"

"بھابھی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ" گوہر نے فوراً بات کاٹی "یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔۔۔ آپ کے

شوہر کا گھر ہے" وہ اپنی بات پر زور دے کر کہنے لگا

"شوہر" غوزہ زیر لب بڑبڑاتی ساتھ ہی ہنس دی

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔ اب آپ آگے کیا چاہتی ہیں۔۔۔ زندگی یوں تو نہیں گزرتی اگر آپ

چاہیں تو میں جہانگیر سے بات کرتا ہوں مجھے یقین ہے وہ۔۔۔۔"

"کوئی فائدہ نہیں ایک بار دلوں میں میل آجائے تو پھر زندگی بھر اسے مٹایا نہیں جاسکتا"

"مٹ سکتا ہے بھابھی آپ کو کوشش تو کریں" گوہر نے رمان سے اسے سمجھانا چاہتا تھا غوزہ نے نفی

میں سر ہلایا

"نہیں۔۔۔ میں یہ کوشش نہیں کر سکتی"

"کیوں؟"

"کیوں کہ۔۔۔ شاید میں یہ کرنا نہیں چاہتی۔۔۔ ہم میں بہت فاصلے ہیں دوریاں ہیں میرے باپ نے جو کچھ کیا بے شک وہ بہت غلط اور ناقابل تلافی تھا ویسے بھی اب اتنے رشتے کھو کر کسی نئے رشتے کی بنیاد نہیں رکھ سکتی اور وہ بھی اس وقت جب کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں کہنے لگی شاید اتنے عرصے بعد کسی کے سامنے کھل کر بول رہی تھی گوہر نے حیرت سے اسے دیکھا

"دیکھیں جو کچھ آپ کے والد نے کیا اس میں آپ کا کوئی قصور نہ تھا آپ کا قصور فقط اتنا ہے کہ آپ نے جہانگیر کو سمجھنے کی بجائے اٹا اسے قصور وار سمجھا"

"میں نے جو کیا ٹھیک کیا" ضد اور ہٹ دھرمی عود کر آئی تھی تبھی تیز اور مضبوط لہجے میں اسے ٹوک گئی

"مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں" غوزہ کا چہرہ سپاٹ تھا گوہر کو ڈھونڈنے سے بھی کوئی شرمندگی و

نجات کے آثار نہ ملے

"اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ میں آپ کو فورس نہیں کر سکتا" وہ صوفے سے اٹھا "اتنا بتاتا چلوں

۔۔۔۔ جہانگیر شادی کر رہا ہے اور میرا خیال ہے بالکل ٹھیک کر رہا ہے وہ کسی کے لیے کیوں اپنی زندگی کو تیاگ دے جو خود کو غلط سمجھنے پر بھی تیار نہیں" گوہر تلخ ہو گیا تھا نہ جانے کیوں۔۔۔۔ غوزہ کا

چہرہ یکدم سفید پڑا تھا

"کس۔۔۔۔ سے کر۔۔۔۔ رہا۔۔۔۔ ہے"

"میری کزن سے۔۔۔۔ لومیریج" گوہر نے اپنی طرف سے ہم پھوڑا تھا مگر غوزہ کے ٹھنڈے اور

سپاٹ رد عمل نے اسے حیرت میں ڈال دیا

"چلو۔۔۔ اچھا ہے۔۔۔ یقیناً وہ بہت خاص ہوگی۔۔۔ تبھی تو جہانگیر شاہ کے دل میں جگہ بنالی "وہ دھیرے سے کہہ کر اٹھ گئی گوہر کو نہ جانے کیوں غصہ آیا تھا

"کیسی بیوی ہے "وہ بڑبڑاتا ہوا واپس گاڑی میں آ بیٹھا

☆☆☆☆☆☆

"اب تمہارے لیے کیا شاہی سواری کا بندوبست کرنا پڑے گا "جازم کی تیز چٹکھٹاتی آواز پر وہ چونک کر متوجہ ہوئی

"دروازہ بند کر کے آؤ "رخمانے فوراً اس کے حکم پر عمل کیا تھا اب وہ کمرے کے عین وسط میں کھڑی انگلیاں چٹاتی اس کے اگلے حکم کی منتظر تھی اور جازم۔۔۔ بڑے اطمینان سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کا جائزہ لینے میں مصروف

بلیک اور پنک کمبینیشن کے سٹائلش سوٹ میں ملبوس وہ اسے پہلے سے فریش لگی وہ یکدم چونک کر سیدھا ہوا

"تمہیں کپڑے بدلنے کے لیے کس نے کہا تھا "وہ اس کے نئے قیمتی لباس پر نظریں گاڑھے درشتی سے کہنے لگا

"وہ۔۔۔ وہ بی جان نے "وہ ہکلائی تھی جازم استہزائیہ ہنسا

"کتنی تیز ہونا تم۔۔۔ سیدھا نام اس ہستی کا لے رہی ہو جسے میں کچھ کہہ نہیں سکتا "

"نہیں سچ میں "وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ جازم نے ہاتھ اٹھا کر ناگواری سے ٹوک دیا

"اچھا چپ۔۔۔ یہ کمرہ دیکھو۔۔ صاف ہے؟؟" اس نے کمرے کی حالت کی طرف توجہ دلائی جسے دیکھ کر اسے صحیح معنوں میں جھٹکا لگا تھا یہ سب جازم کی کارستانی تھی

"نہیں"

"تو پھر صاف کرو کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔ چلو جلدی کرو آدھا گھنٹہ ہے تمہارے پاس اچھے سے صاف کرو" وہ حکم دیتا ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گیا رخما پلک جھپکائے بنا اس سگندل کو دیکھتی رہی

نیا اک رشتہ پیدا کیوں کروں میں
بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کروں میں
خاموشی سے ادا ہو رسم دوری
کوئی ہنگامہ برپا کیوں کروں میں
یہ کافی ہے کہ ہم دشمن نہیں
وفاداری کا دعویٰ کیوں کروں میں

urdu
novels mania

www.urdu novelsmania.com ☆☆☆☆☆☆

جہانگیر صوفے پر بیٹھا فائلوں کے ڈھیر میں سر دیے الجھا ہوا تھا گا ہے بگا ہے نظر اٹھا کر دائیں جانب پیٹھی نوا م کو بھی دیکھ لیتا

"نکا لومنے سے باہر۔۔۔ ورنہ ایک لگاؤں گا اب" وہ تین دفعہ اسے ناخن چبانے سے روک چکا تھا مگر چوتھی بار اس کی مسلسل یہی حرکت نے اسے تپاڑا لاجانگیر کی تیز اور قدرے غصیلی آواز پر نواہ نے

فوراً ہاتھ نیچے کیا کچھ گھنٹے قبل ہی نوائم اور جہانگیر کا نکاح ہوا تھا جہانگیر کے لاکھ اصرار پر بھی گوہر اب تک نوائم کو لینے نہ پہنچا تھا وہ پہلے ہی تپا بیٹھا تھا اوپر سے نوائم کی حرکات ۔۔۔۔۔

"وہ کیا ہے" اس نے دیوار پر لگی پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا

"درخت ہیں اور کیا ہے" بڑا صاف اور سیدھا جواب تھا نوائم نے برا سا منہ بنایا

"نہیں اس کے ساتھ کیا ہے"

"آلو بخارا" جہانگیر نے فالتز سمیٹتے ہوئے جواب دیا

"ہا ہا ہا ہا۔۔۔" نوائم کے زور زور سے ہنسنے پر جہانگیر ٹھٹھکا وہ جب سے آئی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اسے خوش دیکھ رہا تھا بے تحاشہ ہنسنے سے اس کی رنگت سرخ ہونے لگی

"کیا ہوا" جہانگیر نے بمشکل اس کے چہرے سے نظر چراتے ہوئے پوچھا

"آلو کو بھی بخار ہوتا ہے کیا" وہ پھر سے ہنسنے لگی تھی جہانگیر نے گہرا سانس خارج کیا

"اب یہ مت کہنا تم نے پہلے کبھی آلو بخارا نہیں دیکھا"

"ہاں سچ میں.... اسے کیا کرتے ہیں"

"کھلیتے ہیں" وہ مسکرا کر اسے چھیرنے لگا

"سچ؟؟"

"ج"

"پھر مجھے بھی لا کر دیں" فی فرمائش جاری ہوئی

"نازو" جہانگیر نے ملازمہ کو آواز دی

"دیکھو اگر فریج میں کوئی آلو بخارا ہے تو محترمہ کو لا کر دیں" کہتے ساتھ ہی وہ اٹھ گیا تھا اور پیچھے رہ گئے تھے نوائم اور اس کے آلو بخارے۔۔۔ جن کو وہ بڑے تاک تاک کر دیوار پر نشانے مار رہی تھی اور پیچاری نازو.... آنکھیں پھاڑے اس کی کاروائی ملاحظہ کر رہی تھی

"ایسے کھیلے ہیں نا۔۔۔ آؤ تم بھی کھیلو"

"ہوگئی صفائی" جازم نے آدھے گھنٹے بعد کمرے میں جھانک کر پوچھا

"جی" اسنے تابعداری کا مظاہر کیا

وہ پورا دروازہ کھول کر اندر آ گیا

"ہوں" اب وہ گھوم کر ہر شے کا بطور خاص جائزہ لے رہا تھا

"یہ تم نے صفائی کی ہے" اسکے تاثرات میں یکدم ہی سختی آئی تھی ہر شے کو تنقیدی انداز میں گھورتے

آخر میں نگاہیں اس پر جمادیں

رخمانے ہڑبڑا کر اسے دیکھا ہر شے چمکتی دمکتی صاف ستھری تھی تبھی اسکے غصے کی وجہ جاننے سے

قاصر رہی

"ڈریسنگ روم میں تو جھانکا بھی نہ ہو گا تم نے؟" نیا اعتراض کا نقطہ اٹھایا گیا

"نہیں میں تو" وہ کہنے ہی والی تھی پر اپنی طرف بڑھتے جازم کو دیکھ کر لب دانتوں تلے دبا گئی

"نہیں نا چلو میں دکھاتا تمہیں"

وہ اسے بازو سے تھامے کھیچتا چلا گیا

☆☆☆☆☆☆

عشق کرنے کے آداب ہوا کرتے ہیں
 جاگتی آنکھوں کے کچھ خواب ہوا کرتے ہیں
 ہر کوئی رو کے دکھا دے یہ ضروری تو نہیں
 خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں
 کچھ فسانے ہیں جو چہرے پہ لکھے رہتے ہیں
 کچھ پس دیدہ خوشاب ہوا کرتے ہیں
 کچھ توجہ کی تمنا میں مرجاتے ہیں
 اور کچھ مرنے کو بے تاب ہوا کرتے ہیں
 تیرنے والوں پہ موقوف نہیں خالد
 ڈوبنے والے بھی پایاب ہوا کرتے ہیں
 "بی جان تھک گیا ہوں میں... ان نفرتوں اور عداوتوں کے خاردار رستوں پر چلتے چلتے پیر دکھنے لگے
 ہیں... اب بس رک جانا چاہتا ہوں کسی آرام دہ جگہ پر ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر کچھ دیر سستنا چاہتا
 ہوں..... میں جینا چاہتا ہوں بی جان"

جہانگیر نے آنکھیں سختی سے میچ کر سر انکے گھٹنے پر رکھ دیا وہ اسکے نکاح کا سن کر رک نہ پائی تھیں تبھی
 فوراً اسکے پاس پہنچ گئیں جہانگیر بھی تو اتنے عرصے سے انکی ممتا کی ٹھنڈک محسوس نہ کر پایا تھا اب جو غم
 خوار میسر آیا تو دل کا بوجھ بانٹتا چلا گیا بی جان نے محبت سے اسے بال سنوارے

"تو کس نے روکا ہے جانا گھر... میرے بچے... میں بھی تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں... بہت خوش... ہر غم سے پاک اور آسودہ... چھوڑو سب لوٹ آؤ واپس... سب تمہارے منتظر ہیں..."

"میں بھی کب رکننا چاہتا ہوں اب تو دل پر پڑا بوجھ بھی ہٹ گیا ہے بابا کے قاتل اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں بس اک خاص وقت کا انتظار ہے"

"اور مجھے یقین ہے وہ وقت بہت جلد آئے گا" بی جان دھیرے سے مسکرائی تھیں ساتھ ہی جھک کر اسکی پیشانی چوم لی

"بس میری اک گزارش ہے آپ سے"

"بلا جھجھک کہو" وہ ہمہ تن گوش ہوئی تھیں ایسا بھلا کب تھا کہ جانا گھر کچھ مانگے اور بی جان اسے پورا نہ کریں

"آپ نوائم کو یہاں سے لے جائیں وہ بہت معصوم ہے بی جان... میں چاہتا ہوں واپسی کے بعد اسے پوری شان و شوکت اور سچ دھج سے جانا گھر شاہ کے دل کی زینت کو شاہ و لاکی رونق بناوں... وہ میرے دل کی ملکہ ہے اسے اک ملکہ کا مقام ملنا چاہیے" وہ بڑے واضح انداز میں اپنا پیغام ان تک پہنچا گیا تھا بی جان نے دل ہی دل میں اسکی آئندہ زندگی کی ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں

☆☆☆☆☆☆

"تمہیں شاید معلوم نہیں میں کتنا صفائی پسند ہوں"

جائز نے پاؤں میز پر ٹکاتے گردن فخریہ اکرٹا کر جملہ پورا کیا یہ الگ بات تھی کہ اسے ہمیشہ اسی صفائی پسند طبیعت کے باعث اپنا پھیلا وہ خود سمیٹنا پڑتا تھا

رخمانے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا اور استری شدہ کپڑے اٹھا کر وارڈروب میں سیٹ کرنے لگی جازم پچھلے دو گھنٹے سے اسکے سر پر سوار اپنی وارڈروب کی صفائی کروا رہا تھا ساتھ ساتھ طنز کے نشتر بھی جاری تھے پر رخمانے نہ بولنے کی گویا قسم کھائی تھی مگر اس وقت اسکی برداشت کی حد ختم ہو گئی جب تہہ شدہ اور سلیقے سے رکھے کپڑوں کو جازم نے ایک جھٹکے سے باہر الٹ دیا

وہ اپنی محنت کی بربادی پر گنگ سی اسے دیکھے گئی
"کسی کام کی نہیں ہو تم جاہل گنوار"

وہ محض اسے ٹاچ کرنے کے لیے یہ سب کر رہا تھا

رخما کے تن بدن میں اشتعال کی ایک تیز لہر اٹھی "مت بھولیں یہی جاہل گنوار اب آپکی بیوی ہے جو مستقل آپکی پلے پڑ چکی ہے"

جازم کو اس سے ایسے جواب کی شاید امید نہ تھی تبھی وہ پل بھر کو چونکا تھا دو سہرا تاثر جو اسکے چہرے پر ابھرا وہ غصے کا تھا وہ لپک کر اس تک پہنچا

"بڑی زبان چلنے لگی ہے ہوں مت بھولو ابھی میں نے تمہیں ایسا کوئی حق نہیں دیا کہ تم اترانے لگو
میں چاہوں نا تو پل بھر میں تمہیں زمین پر لاسکتا ہوں" وہ چہرہ اسکے قریب کرتے پھنکرا تھا رخما پر گھڑوں پانی گر گیا

مارے اہانت کے اسکا چہرہ پیش چھوڑنے لگا تھا "چلو دوبارہ سب سیٹ کرو خبردار جو آواز نکالی
اسنے ہاتھ سے رخما کو وارڈروب کی جانب دھکیلا تھا ساتھ ہی اگلا حکم جاری کیا "یہ سب دوبارہ استری کرو"

وہ کپڑوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتا پھر سے صوفے پر براجمان ہو گیا
رخما کی آنکھوں سے سیل رواں ہونے لگا جسے چھپانے کو وہ رخ پھیر گئی

☆☆☆☆☆☆

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے میں ہر جگہ ڈھونڈ رہی ہوں" حرب دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی
مغیث کو عون کے ساتھ بیڈ پر سوتے دیکھ کر وہ مشتعل ہو کر چلائی تھی
"آہستہ بیگم آہستہ... بچہ سو رہا ہے" مغیث نے سرگوشی کے انداز میں اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا
حرب نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا "ایسے کیا دیکھ رہی ہو قتل کرنا ہے کیا"
وہ چڑانے سے باز نہ آیا تھا

حرب عون کو اٹھانے آگے بڑھی "رک روکو" مغیث لپک کر سانسے آیا وہ بمشکل سنبھلی
"میرے پاس ایک پلان ہے" مقصد بات کو طول دینا تھا
"پوچھو گی نہیں کیا" اسے چپ دیکھ کر پھر زبان پھسلی
"خود ہی فرما دیں" وہ مزید چڑی تھی
"تم شاید بچپن سے ایسی ہو" مغیث نے متاسفانہ سر ہلایا
"کیسی"

"نہ چڑھی"

حرب نے دانت کچکچائے ساتھ ہی واپسی کے لیے قدم بڑھا دیئے
"اچھا اچھا سنو" وہ پھر سے راستے میں آیا

"میں سوچ رہا ہوں میں اور تم یعنی کہ میں اور تم" اب کے اسنے میں اور تم پر خصوصاً زور دیا
"مسٹر اینڈ مسز مغیث ہنی مون کے لیے نہ چلیں" اسنے بے حد سٹائل سے مسکرا کر اسکی طرف قدرے
جھک کر فدا ہونے والے انداز میں بات پوری کی تھی پراثر اٹا ہوا

حرب نے آستینیں چڑھالیں

"مسٹر کسی خوش فہمی میں مت رہنا ایسے حربوں سے آپ حرب فیضان کا دل نہیں جیت سکتے"
وہ پیر پختی سائیڈ سے نکلنے لگی

"تو پھر کس طرح جیتیں آپ ہی بے بتلا دیجیے"

وہ خوشگوار موڈ میں تھا تبھی بغیر برامانے مسکراتا رہا

"ضروری نہیں سمجھتی" وہ مزید اترای تھی آخر اتنا تو اسکا حق تھا

"کہاں جا رہی ہو" مغیث نے اسے قدم بڑھاتے دیکھ کر پوچھا

"جہنم میں"

"میں بھی چلوں" وہ کون سا کم تھا
www.urdu novels mania.

"آپ ہی چلے جائیں"

"بشرطیکہ آپکا ساتھ ہو"

مغیث نے دانت نکوس کر اسے تپایا تھا وہ یر پختی اسے پرے دھکیلتی باہر نکل گئی

"پھوپھو۔۔۔ ارے پھوپھو کہاں ہیں آپ" گوہر نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی تیز آواز میں چلانا شروع کیا

"ہاں بھی یہاں ہوں میں" ندرت نے میٹھے لہجے میں جواب دیا

"ارے نہیں۔۔۔ میں صبحی پھوپھو کا پوچھ رہا ہوں" وہ کھسیا کر وضاحت دینے لگا کچھ بعید نہ تھا کہ ندرت اس جواب پر اسے جھڑک دیتی مگر صد شکر کہ صبحی کی آمد پر ان کی توپوں کا رخ دوسری طرف ہو گیا

"کیا بات ہے گوہر" لہجے میں یاسیت تھی

"ایسے نہیں پھوپھو۔۔۔ اتنی اچھی خبر ہے۔۔۔ اب ایسے موڈ کے ساتھ سنیں گی" گوہر نے بازوان کے کندھے پر پھیلاتے محبت سے کہا ندرت نے ناگواری سے پہلو بدلا

"نوائم کا پتہ چلا کچھ" ان کے چہرے پر بے ساختہ جگنو کی روشنی پھیلی تھی

"جی ہاں۔۔۔۔ اب آپ بے فکر ہو جائیں۔۔۔ وہ بالکل ٹھیک ہے اور محفوظ بھی" گوہر نے جوش میں انہیں جواب دیا۔۔۔ ندرت اور ماہی کے ساتھ ساتھ سیرٹھیاں اترتے سکندر اور حرب بھی چونک گئے

"کیا؟ سچ کہہ رہے ہو؟ کہاں ہے وہ؟؟؟ مجھے لے چلو اس کے پاس۔۔۔ ابھی لے چلو" وہ خوشی و دکھ کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ ضدی لہجے میں بولیں

"آپ بے فکر ہو جائیں ایک دو دن میں وہ ہمارے پاس ہوگی"

"واہ بھئی واہ۔۔۔ چار دن سے غائب لڑکی بالکل محفوظ بھی ہو اور ٹھیک بھی کیسی باتیں کرتے ہو لڑکے
"ندرت فوراً فارم میں آئی تھی

"نجانے کون سا گل کھلا کر آرہی ہے میں تو کہتی ہوں اسے اس گھر سے باہر ہی رکھو... بیاہ دو کسی سے
۔۔۔ گھر میں اس منحوس کا قدم نہ جانے کیسی آفت لے آئے "ماہی کون سا کم پیچھے رہنے والی تھی
صبحی کارنگ یکدم سفید پڑا

"اس سب کے لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ وہ انشاء اللہ اپنے سسرال
کے ساتھ ہی یہاں آئے گی" گوہر نے ہم پھوڑا تھا صبحی نے آنکھیں پھاڑ کر گوہر کو دیکھا
"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں پھوپھو۔۔۔ وہ میرا دوست تھا نا جانا نگیر... فیضان انکل کا بیٹا۔۔۔ وہ پیچھے چار
دن سے اسی کے پاس تھی اور ان سب سوالوں سے بچنے کے لیے ہی تو میں نے ان دونوں کا نکاح
کروایا ہے" گوہر نے نرمی سے ان کے ہاتھ دباتے تفصیل گوش گزار کی
"کیا۔۔۔ کیا کہا آپ نے۔۔۔ پھر سے کہیں "حرب بجلی کی سی تیزی سے گوہر کے سامنے آئی وہ گڑبڑا
گیا

"آپ نے کہا بھیا زندہ ہیں۔۔۔ آپ نے یہی کہا نا۔۔۔ بولیں نا گوہر بھائی مجھے بتائیں "وہ بغیر کسی کا
خیال کیے اس کا بازو پکڑے سوال پر سوال کر رہی تھی ہر کوئی شاک میں تھا جو بندہ چند ماہ پہلے مر چکا ہو
اس کے یوں اچانک زندہ ہونے کی خبر دھماکہ سے کم نہ تھی گوہر کو خود پر بے اختیار غصہ آیا جلد بازی
میں وہ کیا سے کیا کر بیٹھا تھا اس کا احساس اسے اب ہوا

☆☆☆☆☆☆

"یہ لڑکی کون ہے" ڈائننگ ٹیبل پر بی بی جان کے ساتھ نوائم کو موجود پا کر وہ چونک گیا تبھی کرسی گھسیٹتے سوال کر بیٹھا

"یہ بہت خاص اور اہم ہے" بی بی جان نے نرمی سے مسکراتے جواب دیا ساتھ ہی توجہ سالن کا ڈونگہ لاتی رخما کی جانب کر لی

"بھی تم کن کاموں میں الجھی ہوئی نوپلی دلہن ہو مانا کہ ہم تمہارا اس طرح چاؤ نہ کر سکے مگر اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ جا کر کچن میں کھڑی ہو جاؤ" بی بی جان کو اس کا یوں کام کرنا ہرگز پسند نہ آیا تھا

"وہ بی جان ---" اس نے کوئی مناسب بہانہ ڈھونڈنا چاہا نظریں جھکی ہونے کے باوجود اسے جازم کی سخت نگاہیں خود پر محسوس ہو رہی تھیں

"چلو آؤ بیٹھو" بی بی جان نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جازم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا وہ جھجھکتی ہوئی اس کے ساتھ بیٹھ گئی

"کام کرنے دیں اسے عادت پڑے گی ورنہ آپ تو جانتی ہیں ایسی لڑکیوں کو سر پر چڑھا لو تو بعد میں بہت مشکل ہوتی ہے" جازم نے سالن اپنی پلیٹ میں نکالتے ناگوار سی سے تبصرہ کیا بی بی جان نے حیرت سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا

"یہ کس انداز میں بات کی تم نے جازم" وہ اپنی حیرانی پر قابو نہ رکھ پائی تھیں جازم سے جواب نہ پا کر وہ مزید کہنے لگیں

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے ---"

"آپ مجھے کم از کم اس کے ساتھ مت ملائیں" وہ غصے میں آگیا تھا تبھی آواز پر قابو نہ رہا جس کا احساس بی جان کی تنہی نگاہ نے دلایا

"میں کل سے آفس جوائن کر رہا ہوں۔۔۔ آپ کی سب شکایتیں دور کر دوں گا۔۔۔ اور تم "دھیے دھیے" لہجے میں کہتے آخر میں نگاہ رخما کی جانب کی وہ فوراً متوجہ ہوئی

"چائے میرے کمرے میں لے کر آؤ"

"اسے کھانا تو کھانے دو... بی بی بنادے گی چائے" بی جان نے پھر سے مداخلت کی ان کی یہ حمایت جازم کو بے حد کھلی تھی وہ کرسی کو ٹھوکر مارتا تن فن کرتا باہر نکل گیا

"ہائے اتنا غصہ۔۔۔ آپ سے لڑائی ہوئی ہے کیا" نوائم نے تب سے کھلے منہ پر ہاتھ رکھ کر بے یقینی سے رخما سے پوچھا وہ نظریں چرا گئی

"پتہ نہیں کیا ہو گیا اس لڑکے کو" بی جان گہرا سانس بھر کر رہ گئیں

☆☆☆☆☆☆

"گوہر۔۔۔ تم نے ہم سب سے جھوٹ بولا۔۔۔ تم جانتے بھی ہو کسی کے لیے کتنا جان لیوا ہو سکتا تھا یہ" حیات صاحب اب اس کی کلاس لے رہے تھے

"میری بات تو سنیں۔۔۔ میں سب بتاتا ہوں آپ کو" وہ پھر سے صفائی دینے لگا

"وہ سب چھوڑو تم مجھے نوائم سے ملو دو میری تسلی ہو جائے گی ذرا سکون آ جائے" صبحی پھر سے اس کے سامنے آئیں

"میں آپ کو ابھی نہیں لے کے جاسکتا۔۔۔ پلیز سمجھیں وہ جانیگر کے گھر پر ہے مگر وہاں پر ابھی کوئی نہیں جانتا جانیگر کے بارے میں "اس نے بار بار کی دہرائی بات پھر سے کہی وہ چپ چاپ آنسو پیتی صوفے پر جا بیٹھیں

"اس کا ہم پر احسان ہے اس نے ہماری عزت کو خاک ہونے سے بچالیا۔۔۔ بے شک وہ فیضان ہی کا بیٹا ہے "سکندر نے پہلی بار لب کشائی کی آنکھوں کو بار بار پونجھتے وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے

"ارے کیسا احسان سچ کہوں گی اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کو کریا نکاح... دودن نہ چلے گی یہ شادی کون کرتا ہے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی سے شادی "ندرت نے حسب عادت زیر اگلا تھا اپنے الفاظ کی سنگینی کا شاید انہیں اندازہ نہ تھا وہاں موجود ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا

"آپ فکر میں کیوں ہلکان ہو رہی ہیں پھوپھو۔۔۔ ابھی دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں.. آپ اپنے بیٹے کی فکر کریں اس دنیا میں روز نئے نئے حادثات ہوتے ہیں خدا نخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو "یہ تھا مغیث... بلا کا منہ پھٹ... ندرت کو تنگے لگ گئے

"تمہارے منہ میں خاک.. وہ کیوں مرے... میں اس کے دشمن "وہ باقاعدہ لڑنے کو تیار اٹھ کھڑی ہوئیں

"میں نے تو اپنا خدشہ ظاہر کیا ہے اب اگر وہ درست ہو جائے تو میرا کیا قصور "اس نے لا پرواہی سے کندھے جھٹکے گوہر نے بات بڑھتی دیکھ اس کا بازو تھام کر باہر کی طرف کھینچا.... جانتا تھا مغیث صبحی کا مقدمہ لڑنے سے باز نہ آئے گا اور ندرت بیٹے کے خلاف ایک لفظ نہ سنیں گی

☆☆☆☆☆☆

"چائے نہیں بنی ابھی تک کام چور" جازم کی تیز اور سخت آواز پر وہ فوراً پلٹی
 "بن گئی ہے" اس نے فوراً کپ اس کی طرف بڑھایا جازم نے کپ اس کے ہاتھ سے لے کر وہیں
 چھوڑ دیا وہ اچھل کر پیچھے ہوئی گرم گرم چائے کے کچھ چھینٹے اس کے پاؤں ہر بھی گرے تھے ابھی وہ
 کچھ سمجھنے کی کوشش میں ہی تھی کہ جازم نے اگلا حکم صادر کیا
 "اسے صاف کرو دیکھ نہیں رہی کتنا گند اہو رہا ہے" وہ وہیں ہر جم کر کھڑا تھا رخمانے فوراً اس کے حکم
 کی تعمیل کی

"ادھر دیکھو میری طرف" جازم کی آواز پر اس نے سر اٹھایا تو وہ ہاتھ میں موبائل لیے اس کی تصویر
 بنانے میں مصروف تھا وہ لمحے کے ہزاروں حصے میں اس کی چالاکی سمجھ گئی
 "اب یہ تصویر تمہاری بہن کو بھیجوں گا دیکھتے ہیں کتنا پیار ہے تم سے تب تو ضرور آگ لگے گی نا" وہ
 آنکھ دبا کر مسکرایا ساتھ ہی دوبارہ چائے بنانے کا حکم دیتا باہر نکل گیا
 ☆☆☆☆☆☆☆

"اتنی دیر۔۔۔۔۔ باہر میری بہن خصوصاً تم سے ملنے آئی ہے اور محترمہ کی تیاریاں ہی ختم نہیں ہو رہی"
 اسے لپ سٹک لگاتے دیکھ کر جازم نے طنز کیا تھا رخمانے گردن موڑ کر اسے دیکھا
 "بی جان نے کہا ہے کہ اچھا سا تیار ہو کر سامنے آؤں تاکہ برا تاثر نہ پڑے"
 "ہونہ۔۔۔۔۔ اچھا سا تیار ہو کر" اس نے منہ بگاڑ کر اس کی نقل اتاری تھی ساتھ ہی ڈریسنگ ٹیبل پر
 پڑی چیزوں کو لا پرواہی سے سائیڈ پر کرتے اپنی جگہ بنانے لگا

"وہ سمجھ رہی ہیں میک اپ سے چہرے کی سیاہی چھپ جائے گی تو یہ ان کی غلط فہمی ہے" اس نے رخما کے گہرے سانولے رنگ پر چوٹ کی تھی تو بین کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں بھر آئیں جازم اب اس کے عین سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ گیا پانیوں سے بھری آنکھیں دیکھ کر قہقہہ لگانے لگا

"ارے تم تو رونے لگیں۔۔۔۔۔ بابا بابا۔۔۔۔۔ کون سا کوئی غلط بات کسی میں نے ۔۔۔۔۔
وہ آپس کی بات ہے مجھے بالکل اندازہ نہ تھا کہ فاریہ جیسی لڑکی کی بہن ایسی ہو گی کہاں وہ اور کہاں تم
"وہ کھلے عام اس کا مذاق اڑانے لگا رُخما بے بسی کی تصویر بنی پلک جھپکائے بنا اس کا چہرہ دیکھتی رہی
لا سیٹ بلو جینز اور رائفل بلوشٹ جس کے اوپری دو بٹن لا پرواہی سے کھلے تھی ماتھے پر پڑے سکلی بال اور
نیلی آنکھیں جو سامنے والے کو اپنا دیوانہ کرنے کی صلاحیت میں مالا مال تھیں
"کتنا خوبصورت ہے یہ شخص اور دل کتنا سیاہ ہے "اسے دیکھ کر دل نے بے اختیار سرگوشی کی تھی وہ
شیشے میں اپنا اور جازم کا موازنہ کرنے لگی۔۔۔۔۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ.... اس کا اور جازم کا کوئی
جوڑ نہ تھا مگر پھر فاریہ کی جگہ اسے کیوں اس جرم کی بھیئت چڑھا دیا جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔۔۔ فاریہ
کو لے آتا۔۔۔ کم سے کم ساتھ کھڑے اچھے تولگتے۔۔۔ وہ یہ سب صرف سوچ رہی تھی کہ کچھ نہ سکي
جازم کے جھنجھوڑنے پر چونک کر متوجہ ہوتی جو کہہ رہا تھا

"تمہیں سچ بتاؤں مجھے تو کالے رنگ سے سخت چڑ ہے۔۔۔ میں تو شرٹ بھی بلیک نہیں پہنتا اور تو اور کمرے میں کوئی کالے رنگ کی چیز بھی میری برداشت سے باہر ہے لیکن دیکھو میں اتنے دنوں سے کالی چڑیل کو اپنے اس خوبصورت سے کمرے میں برداشت کر رہا ہوں۔۔۔ سوچو کتنا عظیم ہوں" وہ

اسے سلگا رہا تھا چڑا رہا تھا رخما کی برداشت جواب دے گی وہ برش ٹیل پر پہنچتی غصے سے باہر کی جانب بڑھی جازم کے چھت پھاڑتے تھے نے دروازے تک اس کا پیچھا کیا

"اف کیسی لڑکی ہے۔۔۔ جواب بھی نہیں دیتی" وہ بڑبڑایا تھا پھر خود بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑا

☆☆☆☆☆☆

"بی جان آپ سب جانتی تھیں آپ نے بھی مجھے بے خبر رکھا" حرب کی ناراضگی بھری آواز پر جازم ٹھٹھک کر باہر ہی رک گیا

"کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو حرب بات کو سمجھو۔۔۔ یہ سب ہماری مجبوری تھی۔۔۔۔۔ اسے اس گھر سے ہم سب سے بلکہ اس ملک سے دور رکھنا۔۔۔ یہ سب اس کی آئندہ زندگی کے لیے ضروری تھا" وہ محبت سے اس کے بال سلجھاتی منانے کی کوشش کر رہی تھیں

"ویسے کون کون شامل تھا اس پلین میں" وہ ہنوز ناراض تھی بی جان نے گہرا سانس لیا

"میں اور گوہر"

"واٹ۔۔۔۔۔ جازم کو بھی بے خبر رکھا۔۔۔ آپ جانتی ہیں وہ کتنا غصہ ہوگا" وہ حیرت سے چلا اٹھی تھی

"آہستہ" بی جان کے ٹوکنے پر اس نے زبان دانتوں تلے دبالی

"ویسے یہ جازم کہاں ہے اس نے شادی کر لی اور کسی کو بتانا بھی ضروری نہ سمجھا۔۔۔۔۔ غیروں کی طرح اطلاع کر دی" وہ پھر سے شکوے شکایتوں پر اتری

"فکشن کریں گے تو سب کو انوائیٹ کریں گے"

"اور یہ فنکشن کب ہوگا"

"میں تو سوچ رہی ہوں تھوڑا انتظار کر لیں ان کے ساتھ ہی جانا نگر اور نوائم کا بھی ولیمہ منعقد کر لیں گے"

"انہوں نے اپنی دل کی بات کہی حرب نے زور و شور سے ان کے فیصلے کی تائید کی تھی اس سے بے خبر کہ باہر کھڑے جازم کے چہرے پر کیسے تکلیف دہ تاثرات نے جنم لیا تھا

☆☆☆☆☆☆

"جازم نہیں آیا آپ لوگوں کے ساتھ" حیات صاحب نے مسکرا کر پوچھا

"پتہ نہیں کہاں نکل گیا ہے۔۔۔۔ میں نے سوچا انتظار کرنے سے بہتر ہے جلد از جلد امانت لوٹا دوں

"بی جان بھی رسان سے گویا ہونیں وہ حرب کے ساتھ ہی واپسی پر نوائم کو چھوڑنے چلی آئیں تھیں

"کیوں نہیں۔۔۔ اب تو ویسے بھی آنا جانا لگا رہے گا دوہری رشہ داری جو ہوئی "سمعیہ بیگم نے بھی

گفتگو میں حصہ لیا تھا بی جان مسکرا کر گرم صم بیٹھی صبحی کو دیکھنے لگیں جو نوائم کو ساتھ لٹائے ہوئے تھیں

"اب آپ بالکل بے فکر ہو جائیں صبحی۔۔۔۔ یہ ہماری امانت ہے۔۔۔ جبے ہم بہت جلد لے

جائیں گے" انہوں نے روایتی الفاظ کا استعمال کیا صبحی بے اختیار چونکیں

"ضرور۔۔۔ میں تو خود اس وقت کے انتظار میں ہوں۔۔۔ کہ کب بیٹی اپنے گھر کی ہو۔۔۔ اور مجھے

سکون سے موت نصیب ہو" دکھ تکلیف یا سیت کرب کے نہ جانے وہ کون سے مقام پر تھیں بے

اختیار ہی لفظ پھسل پڑے بی جان نے ٹھٹھک کر انہیں دیکھا

"صبحی میرا خیال ہے تمہیں آرام کرنا چاہئے آؤ تمہیں چھوڑ دوں "سمعیہ بیگم فوراً اس تک آئیں

تھیں مگر صبحی کی نظریں ہنوز بی جان پر تھیں

"میری بچی نے بہت دکھ دیکھے ہیں۔۔۔ اسے مزید کسی تکلیف میں مت ڈالنا۔۔۔ یہ آپ کی بیٹی نہ سہی مگر بیٹی جیسی سمجھیے گا" وہ بے اختیار پھسک کر رو پڑی تھیں بیٹی کو دیکھنے کو دل نے چین تھا مگر اب اس کے مستقبل کے وسوسے مار رہے تھے ندرت اور ماہی کے ارادے بھی ٹھیک نہیں تھے جو الفاظ صبحی کا سینہ چٹپنی کر دیتے تھے وہ کہیں ان کی بیٹی کا مستقبل تاریک نہ کر دیں یہی خوف کا احساس انہیں بی جان کے سامنے زبان کھولنے پر مجبور کر گیا بی جان اٹھ کر ان کے پاس آ بیٹھیں

"آپ کیوں خوفزدہ ہیں۔۔۔۔۔ یہ میری بہو ہے۔۔۔۔۔ میرے گھر کا چاند۔۔۔۔۔ میرے بیٹے کی پسند ہے کیسے ممکن ہے کہ اسے وہ چاہ نہ ملے جو اس کا حق ہے آپ بالکل بے فکر ہو جائیں ہر خوف اور خدشہ دل سے نکال دیں۔۔۔۔۔ آپ کی بیٹی پر کوئی حرف نہ آئے گا۔۔۔۔۔ میں حالات سے آگاہ ہوں"

"انہوں نے واقعات کی آگاہی سے صبحی کو لاعلم نہ رکھا تھا اور صبحی اس عورت کے ظرف پر حیران تھی جو اپنے منہ بولے بیٹے کی پسند کو ہر حال میں قبول کرنے کو تیار تھیں

"میرا بھائی ہسپتال میں ہے اور تم کہہ رہے ہو میں یہاں خاموشی سے بیٹھوں۔۔۔۔۔ آرام کروں"

جانگیر کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا

"یاد رکھو تم یہاں آؤ گے تو کسی کی بھی نظروں میں آ سکتے ہو جازم کو صرف دو گولیاں لگی ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ابھی میں تمہاری ڈاکٹر سے بھی تسلی کروا دیتا ہوں" گوہر نے اس اڑیل گھوڑے کو سمجھانا چاہا

"ٹھیک ہے تم اسے گھر لے کر پہنچو میں دیکھتا ہوں یہ سب کیا کس نے ہے" وہ درشتی سے کہہ کر کال کاٹ گیا تھا اور چنڈ منٹ بعد ہی وہ معاملہ کی تہ تک پہنچ چکا تھا

"شمشاد شاہ۔۔۔۔۔ اب تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے"

☆☆☆☆☆☆

"آپ کون اور کس سے ملنا ہے آپ کو" وہ ملازمہ کے ہمراہ چلتی ہوئی لاؤنج تک پہنچی تھی جہاں اس کا سامنا انامتہ سے ہوا

"یہ جناب گوہر کا ہی گھر ہے نا۔۔۔۔۔ مجھے مسز جہانگیر سے ملنا ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے بتایا تھا وہ یہیں ہے" وہ انگلیاں چٹاتی اسے حیرانی سے دوچار کر گئی

"آپ بیٹھیں میں بلاتی ہوں" انامتہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی نواہ کو بلانے چل دی ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی پلٹ کر دیکھنے پر جو چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا وہ اسے گھرے شاک میں مبتلا کر گیا حرب بھی بے اختیار چونکی

"تم یہاں" حیرت کے جھٹکے سے سنبھل کر وہ فوراً اس کے مقابل آئی

"کیا لینے آئی ہو یہاں" اس کا انداز نفرت آمیز تھا غوزہ کو یقین ہی نہ آیا یہ اس کی دوست حوری ہے

"میں یہاں" وہ کہنے ہی والی تھی کہ حرب نے درشتی سے بات کاٹ دی

"بس بس۔۔۔۔۔ اب لمبی کہانی مت سنانے لگ جانا" اس نے نخوت سے ناک سیکڑی

"چھوڑ دو اب ہمارا پیچھا۔۔۔ پہلے جازم کو پھنسا لیا پھر جاناگیر سے بیاہ رچا لیا۔۔۔ لیکن اب میں تمہیں اپنے بھائی کی زندگی میں برداشت نہیں کروں گی سمجھی" حرب نے اس کے وجود کے پر نچے اڑا دیے وہ برف ہوتے حواسوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی جب انا متہ کی آواز پر حرب نے رخ پھیرا "لیں بھئی۔۔۔ یہ ہیں مسز جاناگیر۔۔۔ مجھے تو بہت شوق ہو رہا ہے جیجو سے ملنے کا۔۔۔ لگتا ہے بہت اعلیٰ پر سنلٹی ہیں تبھی تو لوگ نوا تم کو ابھی سے ان کے حوالے سے جاننے لگے ہیں" حسب عادت انا متہ نے اپنی مرضی کا مطلب اخذ کر لیا

"کیا کہنا ہے تم نے اسے" حرب نے جانتی نظروں سے اسے دیکھا "میں صرف دیکھنا چاہتی تھی جاناگیر کی پسند کیسی ہوگی" غوزہ کی آنکھیں بے اختیار بھرا آئیں تھیں نوا تم کو اپنی جانب متوجہ پا کر وہ زخم خوردہ انداز میں مسکرائی

بھلے ہی کسی غیر کی جاگیر تھا وہ
پر میرے خوابوں کی تصویر تھا وہ
مجھے ملتا بھی تو کیسے ملتا

کسی اور کے حصے کی تقدیر تھا وہ

"تم نہیں جانتی تم کتنی خاص ہو۔۔۔ کیونکہ تم جاناگیر کی پسند ہو" یہ لفظ اس نے کس دل سے کہے تھے یہ وہ جانتی تھی یا اس کا رب۔۔۔ آنکھوں میں آتی نہی کو بار بار پیچھے دھکیلتی وہ سرعت سے باہر کی جانب بڑھی حرب کا سکتہ میکلخت ٹوٹا اپنے رویے کی بد صورتی کا احساس ہوتے ہی وہ اس کے پیچھے لپکی مگر غوزہ نے پلٹ کر نہ دیکھا تھا

کاش کہ ہم ان کے دل پر راج کرتے
جو کل تھی وہ محبت آج کرتے
ہمیں غم نہیں انکی بے وفائی کا
ارمان تھا ہمیں بھی اپنی محبت پر ناز کرتے

☆☆☆☆☆☆

"آپ جانتے بھی میں بھیا۔۔۔ آپ کے اس جھوٹ نے ہم سب کی جان نکال لی تھی۔۔۔ ایسی
بھی کیا ناراضگی۔۔۔ سزا دینی تھی نام مجھے۔۔۔ برا بھلا کہتے۔ مار لیتے۔۔۔ مگر یوں تو نہ کرتے" وہ اس
کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بلک کر رونے جا رہا تھا جہاں گنیر نے اس کے ہاتھ ہٹا کر خود سے لگا
لیا چائے لاتی رخما کے قدم کمرے کی دہلیز پر ہی ٹھٹھک کر رکے دونوں بھائیوں کی محبت کا نظارہ اسے
اشک بار کر گیا اسے یاد تھا اپنی پوری زندگی میں اس نے شمشاد اور مراد کو محبت سے بات کرتے نہ
دیکھا تھا کجا کہ بلک بلک کر رونا۔۔۔ اس نے اندر جانے کی بجائے قدم واپسی کے لیے موڑ لیے
۔۔۔ اب جہاں گنیر کی واپسی کے بعد اسکے ساتھ کیا ہوگا۔۔۔ وہ قطعی نہ جانتی تھی۔۔۔ وہ حیران تھی کہ
شمشاد بھائی سب جاننے کے باوجود چپ کیسے رہ سکتے ہیں اور اس کا خدشہ درست نکلا جازم کے ساتھ
ہوئے اس واقعہ نے اسے مزید ڈرا دیا تھا یقیناً جازم اس سب کا بدلہ بھی اسی سے ہی لیتا۔۔۔ اور اب
تو جہاں گنیر بھائی بھی واپس آ گئے جانے وہ کس نیچر کے ہوں گے یا اللہ رحم کرنا "وہ آنسو پونجھتی دل ہی
دل میں دعا کر رہی تھی اور شاید اس کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آ گیا تھا
"دھڑکنیں آنکھ کا_____ آنسو تو نہیں ہیں لیکن.."

ہم نے گن گن کے گنوائی ہیں کسی شخص کے نام....

☆☆☆☆☆☆

"بیچ نکلا سالا" شمشاد نے غصے سے کھولتے کنپٹیاں مسلیں

"اگلی بار مرجائے گا ٹینشن کیا ہے" فاریہ نے نیل پالش لگاتے سکون سے جواب دیا

"آپ رُخما سے رابطہ کریں اسے کسی طرح نکال لائیں وہاں سے"

"کیسے نکال لاؤں نکاح ہو چکا ہے دونوں کا اب یہ اتنا آسان نہیں ہے" اسنے گویا فاریہ کی عقل پر ماتم کیا تھا

"میں تو کہتا ہوں دونوں کا ہی کام تمام کر دیں" مراد کے مشورے پر پالش فاریہ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی

"کیا کہہ رہے ہیں آپ" اسے لگا سننے میں غلطی ہوئی ہے

"ٹھیک کہہ رہا ہے یہ کل کو وہ لوگ اسکے ذریعے کچھ بھی کر سکتے ہیں" شمشاد نے تائید کی تھی

www.urdu novels mania.com

"مثلاً کیا کر سکتے ہیں"

"پراپرٹی میں سے حصہ لے سکتے ہیں کیس کر سکتے ہیں وہ مرجائے گی تو قصہ ہی ختم ہو جائے گا" مراد نے سفائی کی حد کر دی تھی

"بہن ہے وہ ہماری ایسا سوچ بھی کیسے کر سکتے ہیں آپ" وہ چلا اٹھی تھی اسے یقین نہ ہو رہا تھا وہ یہ سب اپنی سگی بہن کے لیے کہہ رہے ہیں

"اب وہ ہمارے دشمنوں کے پاس ہے لحاظ وہ بھی دشمنوں میں شمار ہوتی ہے" شمشاد نے گویا بات ہی ختم کر دی فاریہ مارے صدمے کے کچھ بول ہی نہ پائی

☆☆☆☆☆☆

جہانگیر شاہ۔۔۔ کہانی کا اہم اور مرکزی کردار۔ رشتوں ناتوں میں الجھا مجبوتوں میں بٹا وجود اس درخت کے مشابہ جو دوسروں کو سایہ دیتا خود کھوکھلا ہو چکا ہو وہ ایک ایسے کنویں کی مانند تھا جو اپنے آس پاس کو سیراب کرتے کرتے خود پیا سا ہی رہ جائے۔

ہمیں دریافت کرنے سے،

ہمیں تسخیر کرنے تک

بہت ہیں مرحلے باقی،

ہمیں زنجیر کرنے تک

ہمارے ہجر کے قصد سے،

سمیٹو گئے تو لکھو گئے

ہزاروں بار سوچو گئے،

ہمیں تحریر کرنے تک

ہمارا دل ہے پیمانہ،

سو پیمانہ تو چھلکے گا

چلو دو گھونٹ تم بھر لو،

ہمیں تاثیر کرنے تک

پرانے رنگ چھوڑو آنکھ کے،

اک رنگ ہی کافی ہے
 محبت سے چشم بھر لو،
 ہمیں تصویر کرنے تک
 ہنر تکمیل سے پہلے،
 مصور بھی چھپاتا ہے
 ذرا تم بھی چھپا رکھو،
 ہمیں تعمیر کرنے تک
 وہ ہم کو روز لوٹتے ہیں،
 اداؤں سے بہانوں سے
 خدار کھے لٹیرے کو،
 ہمیں فقیر کرنے تک!..

جہانگیر شاہ

تعلق کہاں سے اور کس خاندان سے تھا وہ تو آپ بخوبی جان چکے ہیں۔۔۔ اسکی اصل کہانی تب شروع ہوئی جب فیضان شاہ نے غوزہ کو اس کی شریک حیات کے طور پر چنا وہ یہ سب کیوں کر رہے تھے اس کا معصوم ذہن سمجھنے سے قاصر تھا غوزہ اس کی بہت اچھی دوست تھی شاہ ولایت فیضان شاہ کے بعد جس کی کمپنی اسے اچھی لگتی تھی وہ غوزہ ہی تھی۔۔۔ وہ خاصی بے وقوف سی تھی بات بات پر ڈرنے اور رونے والی۔۔۔ فیضان شاہ کے کہنے پر وہ اس کا بے حد خیال رکھنے لگا سب بہت اچھا تھا پھر ایسی آندھی چلی جو سب بہا کر لے گئی اس میں سب سے زیادہ نقصان اسی کا ہوا تھا اس کی ماں۔ حمیرا یاز۔۔۔

کالی رات میں کسی کے ساتھ بھاگ گئیں تھیں۔۔۔۔۔ یہ سب ملازمہ کے الفاظ تھے جن سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ حمیرا کے ساتھ اس کا لگاؤ بچپن سے بس واجبی سا تھا لیکن وہ اس کی گڑیا کو بھی ساتھ لے گئی یہ بات زیادہ تکلیف دہ تھی۔۔۔۔۔ شہاب حد سے زیادہ ظالم ثابت ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس کے بابا کے ساتھ ساتھ تھی۔۔۔۔۔ اسکی بے ضرر پھوپھو کو بھی اپنی نفرت کی بھینٹ چڑھا گیا تھا اس حویلی میں اس کی کوئی جگہ نہ تھی وہ جازم کو وہاں کیسے چھوڑ دیتا آخر وہ اس کی عزیز ازجان پھوپھو کا بیٹا تھا جانے سے پہلے اس نے ایک کام کیا تھا سب سے نظر بچا کر بابا کی ڈائری اٹھالی جو انہیں اکثر لکھتے دیکھا تھا کالی سیاہ رات میں حویلی چھوڑنا اس کے لیے تکلیف دہ تھا مگر بعد کے وقت نے ثابت کر دیا کہ یہی اس کے حق میں بہتر تھا

☆☆☆☆☆☆

زندگی نے اسے اتنے نشیب و فراز دکھائے تھے کہ وہ وقت سے پہلے میچور ہو گیا بی بی جان نے اسے بیٹا کہا تھا اور اس نے بیٹا بن کر دکھایا تھا وہ برائیوں کے راستوں سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا زندگی بظاہر پرسکون تھی مگر ایک کسک تھی جو پچانس بن کر پھشتی تھی باپ کا چہرہ اکثر نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا اور پھر وہ تکلیف کی حدوں کو چھو جاتا تھا یہ کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جو آسانی سے فراموش کیا جاتا اب وہ جوانی کی حدود میں داخل ہو چکا تھا اپنی مردانہ وجاہت اور لڑکیوں کا اپنی جانب کھینچنے چلے آنا اسے بخوبی معلوم تھا مگر اس کے فرینڈ سرکل میں کسی لڑکی کی کوئی گنجائش نہ تھی وہ اس معاملے میں بے حد کھوٹا تھا انہی دنوں اس کی دوستی مغیث اور گوہر سے ہوئی گوہر بہت سلجھا ہوا جب کہ مغیث اس

کے الٹ تھا جذباتی اور لاابالی قسم کا لاپرواہ لڑکا۔۔۔ بہر حال ان کی دوستی میں زیادہ کمال گوہر اور مغیث کا تھا ان کی اسی مخلصانہ فطرت کے باعث وہ اکثر ان کے گھر جانے لگا تھا

☆☆☆☆☆☆

مغیث کو پڑھانی سے کوئی دلچسپی نہ تھی گوہر اور جہانگیر نے پولیس فورس جوائن کر لی جبکہ مغیث نے ان کے برعکس بزنس سنبھالنے کو ترجیح دی وقت ایک بار پھر معمول کی رفتار سے چلنے لگا ایسے ہی ایک دن گوہر کے اصرار پر اس نے اپنا سارا ماضی اس کے سامنے کھول دیا چند لمحے تو وہ بھی ساکت رہ گیا پھر اسی کے مخلصانہ مشوروں اور مدد سے وہ شہاب اور زمان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا اس نے سب سے پہلے شہاب اور زمان کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں جو جو لوگ ان کے ساتھ کاروبار میں شریک تھے پہلے ان پر ہاتھ ڈالا گیا گھروں سے لوگ غائب کروائے گئے مقصد علاقے میں خوف و حراس پیدا کرنا تھا یقیناً شہاب بھی اثر انداز ہوتا وہ ایسی گفتگو خفیہ کیا کرتے تھے ایسے ہی ایک دن وہ گوہر سے ملنے نواب ولا گیا وہ بغیر اطلاع دیے گیا تھا تبھی گوہر کی غیر موجودگی کے بارے میں لاعلم تھا وقت کی بربادی پر خود کو کوستا وہ باہر کی جانب بڑھا رہا دہاری سے گزرتے بے حد اچانک کوئی اس سے بری طرح ٹکرایا تھا اس نے فوراً مقابل کو سنبھال کر گرنے سے بچا یا نوائم نے خوفزدہ ہو کر اسے دیکھا وہ جو دنیا مافیا سے بے خبر اس کے معصوم بے داغ حسن میں کھویا تھا فوراً ہوش میں آیا ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتا پیچھے ہوا

"آئم سوری۔۔۔ آئم سوری" اس نے ماتھے سے پسینہ پونجھا اور بغیر دوسری نظر ڈالے باہر کی جانب بڑھ گیا اپنی اس حالت ہر وہ خود بھی حیران تھا بار بار اس کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے

کھوم جاتا وہ لاکھ جھٹکتا مگر دل نے تو گویا اس سے دشمنی کر لی تھی وہ لاشعوری طور پر نواب ولا جانے سے کترانے لگا۔۔۔۔۔ اسی احساس سے بچنے کے لیے اس نے خود کو مصروف کر لیا انہی دنوں اس کی ملاقات فاریہ سے ہوئی جازم کے ساتھ آئی لڑکی اسے مشکوک لگی تھی اور بعد میں اسکے شک پر یقین کی مہر ثبت ہو گئی اس نے جان بوجھ کر فاریہ کی حوصلہ افزائی کی اور پھر فاریہ کے ہی ذریعے وہ شہاب تک پہنچنے میں کامیاب ہوا

اسے لگا تھا وہ آج اپنے باپ کا بدلہ لے سکے گا مگر وہ ایسا بھی نہ کر سکا نہ جانے کیوں وہ شہاب کے سامنے کمزور پڑ گیا اس نے شہاب کو آزادی دے دی۔۔۔۔۔ اپنے ہاتھوں سے شہاب کے سینے میں خنجر گھونپنے کی خواہش وہیں دم توڑ گئی پھر شہاب نے اسے برسوں پرانا بندھن یاد دلایا وہ لاکھ چاہنے کے باوجود خود کو اس نکاح سے باز نہ رکھ پایا تھا گوہر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر سب بے سود رہا اور غوزہ شہاب... غوزہ جہانگیر بن کر اس کے ساتھ آگئی۔۔۔۔۔ پہلے ہی قدم پر غوزہ کے سرد تاثرات نے اسے جھٹکا دیا تھا مگر وہ اسے شرمندگی سے تعبیر کرتا پلٹ گیا اگلے دن جازم کی انٹری نے گویا قیامت اٹھا دی تھی اپنے لیے اسے الفاظ سن کر اسے گہرا شک لگا تھا جازم کے طنز اور زہر میں ڈوبے الفاظ اسے پاتال میں دھکیل گئے تھے اگر وہ ذرا بھی جازم کی غوزہ میں انوالومنٹ سے باخبر ہوتا تو خود پیچھے ہٹ جاتا بے شک جہانگیر اس کے لیے کوئی بھی قربانی دینے کو تیار تھا پر اس کی بد اعتمادی و بے یقینی نے جہانگیر کو عرش سے فرش پر دھکیل دیا وہ بارہا اس کے پیچھے لپکا مگر اس کے ذہن پر پڑی شک کی گرد صاف نہ کر سکا وہ تھکا ہارا واپس لوٹ آیا تھا

اس شام غوزہ کے رکیک الزامات سن کر وہ پتھریا تھا پھر تلخی سے مسکرا دیا شاید جہانگیر شاہ کے مقدر میں یہی سب تھا وہ مایوسی اور درد کی اس انتہا پر تھا کہ اس نے غوزہ کے ہاتھ سے پسٹل لینے کی کوئی کوشش نہ کی گولی کندھے کو چھو کر گزری اور وہ جوا اپنے لیے موت مانگ رہا تھا پھر سے زندگی ملنے پر حیرت زدہ رہ گیا اس نے گوہر کو ہر قسم کی کاروائی کے لیے روک دیا تھا مراد اور شمشاد جیسے نہ جانے کتنے لوگ اس کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے گوہر نے اسے ملک چھوڑ جانے کا مشورہ دیا وہ ایسا کرنے کو ہر گز تیار نہ تھا مگر بی جان کے اصرار پر وہ انہیں ٹال نہ سکا اور یوں جہانگیر شاہ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظر میں مر گیا

☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے سے وابستہ کسی رشتے سے غافل نہ ہوا تھا اسی کے کہنے ہر گوہر نے غوزہ کو رہائش دی وطن لوٹنے کے بعد اس نے پہلا کام جو کیا وہ شاہ حویلی کو اپنے نام کرنا تھا شہاب شاہ کی دوسری بیوی وہ حویلی کسی بھی قیمت فروخت کرنے پر تیار تھیں اور اس طرح اس کے باپ دادا کی حویلی پھر سے اپنے وارثوں کے ہاتھوں میں آگئی تمام کاروائی مکمل کرنے کے بعد وہ جونہی آفس سے نکلا ایک نو عمر لڑکی کو اپنی گاڑی پر ہاتھ پھیرتے دیکھ کر رک گیا نوائم کو اپنے روبرو پا کر وہ بے اختیار ٹھٹھکا تھا وہ دل کڑا کر کے اپنی محبت سے دستبردار ہو بھی جاتا مگر قسمت کو شاید یہ نا انصافی پسند نہ آئی تھی تبھی برسوں پہلے کی محبت کو بن مانگے اس کی جھولی میں ڈال دیا وہ بے یقین تھا کیا جہانگیر شاہ اتنا خوش قسمت ہے اسے یقین ہی نہ آتا تھا وہ یقین کرتا بھی کیسے جس محبت سے اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں جس چہرے کو دل کے نہاں خانوں میں چھپا رکھا تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آگیا

یہ اس کی محبت کی پاکیزگی ہی تھی کہ خدا نے اسے بن مانگے نواز دیا تھا اسے بے اختیار ہی خود پر رشک آنے لگا۔۔۔ اسے زندگی سے محبت ہونے لگی تھی وہ رخصتی کے بعد نوائم کو شاہ حویلی لے جانا چاہتا تھا وہ اب اپنی زندگی کو کسی محرومی کے سائے تلے نہیں آنے دینا چاہتا تھا وہ اب کھل کر جینا چاہتا تھا ہاں بے شک نوائم کا ساتھ اسے لیے خوش قسمتی کی علامت تھا

بتاؤ کون کہتا ہے، محبت بس کہانی ہے

محبت تو صحیفہ ہے، محبت آسمانی ہے

محبت کو خدار اتم، کبھی بھی جھوٹ مت سمجھو

محبت معجزہ ہے۔۔ معجزوں کی ترجمانی ہے

محبت پھول کی خوشبو، محبت رنگ تتلی کا

محبت پر بتوں کی جھیل کا شفاف پانی ہے

محبت اک اشارہ ہے، وفا کا استعارہ ہے

محبت اک ستارہ ہے، فلک کی بیکرانی ہے

زمین والو، بتاؤ کس طرح سمجھیں محبت کو!

محبت تو زمیں پر آسمانوں کی نشانی ہے

محبت روشنی ہے، رنگ ہے، خوشبو ہے، نغمہ ہے

محبت اڑتا پنچھی ہے، محبت بہتا پانی ہے

محبت ماؤں کا آنچل، محبت باپ کی شفقت

محبت رب کی رحمت کا جہاں میں نقش ثانی ہے

محبت حق کا کلمہ ہے، محبت چاشنی من کی
 محبت روح کا مرہم، دلوں کی حکمرانی ہے
 محبت توازل سے ہے، محبت تا ابد ہوگی
 محبت لازمانی ہے، محبت لامکانی ہے
 فنا ہو جائے گی دنیا، فنا ہو جائیں گے ہم تم،
 محبت باقی رہ جائے گی، یہ تو جاودانی ہے
 محبت کا احاطہ اور کن الفاظ سے ہوگا
 محبت تو محبت ہے، محبت زندگانی ہے۔

"آپ یہاں" جہانگیر کو دروازے میں ایستادہ پا کر غوزہ کو جھٹکا لگا تھا وہ تو سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ کبھی
 جہانگیر اس تک خود چل کر آئے گا وہ راستہ دستی ایک طرف ہوئی
 "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں صرف چند باتیں کرنے آیا ہوں" آگے بڑھتے ہوئے وہ کہہ
 رہا تھا غوزہ بھی اس کی تقلید میں چل پڑی
 "میں تمہیں لینے آیا ہوں" اس نے گویا بم پھوڑا تھا ٹی وہ لاؤنج کے دروازے پر پہنچ کر وہ رکا غوزہ کی
 نظر تو اس کے قدموں سے لپٹی تھی اور دل ۔۔۔۔۔ دل تو گویا دھڑکنے لگا تھا
 "کوئی زبردستی نہیں ہے ۔۔۔۔۔ نہ ہی جلدی ۔۔۔۔۔ تم اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔۔۔۔۔ اگر میرا
 ساتھ قبول نہ بھی ہو تو بلا تردد بتا دینا ۔۔۔۔۔ میں انا کا بیماری نہیں ہوں ۔۔۔۔۔ میں تمہارے فیصلے کا

احترام کروں گا" بات ختم کر کے وہ مسکرایا تھا دلکش نکھری شفات مسکراہٹ غمزہ کو دل ڈوبتا محسوس ہوا یہ کس کٹھن الجھن میں ڈال گیا تھا وہ اسے ۔۔۔۔ بمشکل تو دل سنبھلا تھا اور وہ پھر سے سامنے آن کھڑا ہوا تھا

☆☆☆☆☆☆

"حرب حرب کیا ہوا۔۔۔۔ روکیوں رہی ہو" مغیث نے حرب کو جھنجھوڑا جو بچکیوں سے روئے چلے جا رہی تھی

"ہٹیں پیچھے" حرب نے سرعت سے ہاتھ جھٹکے ساتھ ہی رخ پھیر گئی

"یارتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے" وہ حقیقتاً پریشان ہوا تھا حرب فیضان کا رونا یقیناً کوئی معمولی تو نہ تھا "بات مت کریں۔۔۔۔ جائیں اسی چڑیل کے پاس جس سے رات دن گفتگو کرتے ہیں" وہ اسے پیچھے دھکیلتی چلا اٹھی تھی

"اوہ۔۔۔۔ تو تمہیں خبر ہوگئی" مغیث نے بے اختیار سانس بھرا

"ہاں گوہر بھائی نے سب بتا دیا مجھے" اس نے مزید کہا ساتھ ہی تیز نظروں سے اسے گھورا "عون کسی صورت اس چڑیل کے پاس نہیں جائے گا سمجھے آپ" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا گوہر کی زبانی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ نور جہاں عون کی کسٹڈی کے لیے کیس کی دھمکی دے رہی ہے "سمجھ گیا" وہ لب دانٹوں تلے دبا کر مسکرایا تھا ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا

"بھئی عون صرف اس ہستی کے پاس رہے گا جو مغیث حیات کے دل میں بستی ہو اب چاہے وہ کوئی چڑیل ہی کیوں نہ ہو" آخر میں مغیث نے جان بوجھ کر چھیڑا تھا وہ جو بڑے انہماک سے اسے دیکھ رہی

تھی فوراً سے چہرے کے زاویے بگڑے اسے جنگلی بلی کی طرح خود پر جھپٹے دیکھ کر مغیث نے بھاگنے کا سوچا مگر اگلے ہی لمحے حرب فیضان کی زندگی سے بھرپور ہنسی اسے اندر تک سرشار کر گئی تھی

☆☆☆☆☆☆

"تمہیں سن نہیں رہا میں کیا بکواس کر رہا ہوں" جازم وہیں بیٹھے بیٹھے چلایا اب وہ کافی حد تک بہتر ہو چکا تھا مگر رخما کو زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا اوہ جو بڑے انہماک سے ٹی وہ دیکھ رہی تھی اس کے یوں چلانے پر چونکنے کی ایکٹنگ کرنے لگی

"مجھ سے کچھ کہا کیا"

"نہیں تمہارے ابا سے" وہ بری طرح چڑھا تھا

"مجھے تو اباجی کہیں نظر نہیں آرہے" وہ بھی مزید چڑانے لگی

"ٹانگیں دباؤ میری" اس نے پھر سے حکم دیا

"سوری میرے ہاتھوں میں درد ہے"

"تمہاری ایسی کی تیسری" اسے صوفے سے اٹھتے دیکھ کر رخما نے لا پرواہی سے کندھے جھٹکے

"جانا گیر بھائی نے کہا ہے کہ میں خد متیں کر کے آپ کو سر پر چڑھا رہی ہوں لہذا آج سے آپ اپنا کام خود کریں گے" اس نے صاف اسے جتایا تھا وہ حیران ہوا

"یہ بھیا نے تم سے کہا"

"ہاں نا۔۔۔ انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ اگر آپ مجھ سے سختی سے بات کریں تو میں انہیں لازمی بتاؤں

۔۔۔ پھر وہ جانیں اور آپ"

"ایسا نہیں ہو سکتا تم جھوٹ بول رہی ہو"

"اچھا تو چلیں پوچھ لیتے ہیں" وہ اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی باہر کی طرف بڑھی

"ارے ارے روکو کہ ہر جا رہی ہو" وہ بھی فوراً اس کے پیچھے لپکا

☆☆☆☆☆☆

"یہ بات ماننے میں مجھے کوئی تامل نہیں کہ آپ بہت عظیم ہیں یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہی تھی کہ میری سب خطائیں نظر انداز کر کے مجھ تک چلے آئے لیکن میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی۔۔۔۔۔ میں آپ کی زندگی میں آ بھی جاؤں تو آپ کے ارد گرد کے لوگ شاید مجھے قبول نہ کریں اور سب سے بڑی بات میں بھائی کو بھائی سے بدگمان نہیں کرنا چاہتی اسی لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں آپ کی دنیا سے دور چلی جاؤں۔۔۔۔۔ یہ زندگی اک بوجھ ہے اپنے باپ کے گناہوں کا بوجھ۔۔۔۔۔ جسے میں آذا کر دینا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ مجھے چلے جانا چاہئے تھا بہت پہلے۔۔۔۔۔ لیکن دیر ہو گئی۔۔۔۔۔ غوزہ تو اسی دن مر گئی تھی جس دن اس نے اپنے محبوب کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔ یہ تو بس ایک لاش تھی غرور کے زعم میں جیتی زندہ لاش۔۔۔۔۔ اس زندہ لاش کو بھی آج جلا رہی ہوں میں آپ کی دنیا سے دور جا رہی ہوں۔۔۔۔۔ جب تک آپ مجھ تک پہنچے گے میں یہ دنیا چھوڑ کر جا چکی ہوں گی

آپ کی غوزہ مہر

۔۔۔۔۔ کاغذ جاناگیر کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا وہ آنکھوں کو بھیجنے سے روک نہ پایا تھا ایسا اس

نے کب چاہا تھا وہ تو مخلص ہو کر اس کی طرف بڑھا تھا

"یہ تم نے کیا کر دیا" وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرا گیا

☆☆☆☆☆☆

"بہت اچھا فیصلہ ہے بھائی جان۔۔۔ مجھے تو مناسب لگ رہا" وقار صاحب نے فوراً ان کے فیصلے کو سراہا تھا نواؓ اور جہانگیر کی رخصتی کے ساتھ ہی گوہر اور انامتہ کا نکاح طے پایا تھا سب کے باہمی رضامندی سے البتہ مغیث کے تیور بگڑے ہوئے تھے

"برخوردار آپ کو کیا ہوا" سکندر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا وہ بے بس و مجبور انسان کی طرح پورا کا پورا ان کے کندھے پر آ رہا مگر بس یہیں تک اکتفا نہ ہوا تھا وہ اب اونچی اونچی آوازیں بین کرنے لگا تھا سب کے چہرے فق ہوئے

"ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ بھی" سکندر کو تشویش ہوئی اسے تھپکتے ہوئے پوچھنے لگے مگر ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر حیات صاحب نے آگے بڑھ کر اسے الگ کیا

"کیا مسئلہ ہے سیدھی طرح بتاؤ"

"ایسے نہیں" وہ بازو چھڑاتا پھر سے سکندر کے ساتھ چپک گیا

"آرام سے محبت سے پوچھیں" سکندر نے بھائی کو مشورہ دینے کے ساتھ اسے پکارنا شروع کیا اور پھر آدھے گھنٹے کی منتوں کے بعد جوابات اس کے منہ سے برآمد ہوئی وہ سن کر سب سے زیادہ تپ حیات صاحب کو چڑھی

"میرا ایک بھی ولیمہ نہیں ہوا چاچو" وہ آنکھیں میچ کر کہتا پھر سے ڈرامے کرنے کے چکروں میں تھا مگر حیات صاحب کے دھمو کے نے ایسا نہ ہونے دیا

"سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔ میرا بھی تو سوچیں" سب کے چہروں پر دہی دہی مسکان تھی سکندر سے ہنسی روکنا محال ہوا

"ویسے کوئی حرج بھی نہیں" سکندر نے اس کی حمایت کی

"تم بھی اس کے ساتھ احمق بن جاؤ" حیات صاحب کسی طور ماننے کو تیار نہ تھے مگر مغیث کا پلڑا بھاری ہوتا دیکھ کر انہیں ماننا پڑا اور یوں یہ طے پایا کہ مغیث اور حرب کا ولیمہ بھی گوہر اور انا متہ کے ساتھ ہی کیا جائے البتہ نوائم کی رخصتی ایک دن پہلے کر دی جائے گی



میرے ہم نفس میرے ہمنوا

مجھے دوست بن کر دغانہ دے

میرے داغِ دل سے ہے روشنی

اسی روشنی سے ہے زندگی

مجھے ڈوبے اے میرے چارہ گر

یہ چراغ تو ہی بجھانہ دے

مجھے اے چھوڑ دے میرے حال پر

تیرا کیا بھروسہ ہے چارہ گر

یہ تیری نوازش مختصر

میرا درد اور پرہانہ دے

میرے ہم نفس میرے ہمنوا

مجھے دوست بن کر دغانہ دے

میرا عزم اتنا بلند ہے

کہ پرانے شعلوں کا ڈر نہیں

مجھے خوف آتشِ گل سے ہے

یہ کہیں چمن کو جلانہ دیں

وہ اٹھے ہیں لے کے ہوم و صُبو

ارے او شکیل کہاں ہے تو

تیرا جام لینے کو یرم میں

کوئی اور ہاتھ یرہانہ دے

میرے ہم نفس میرے ہمنوا

مجھے دوست بن کر دغانہ دے

وہ جو بڑے انہماک سے غزل سنتا صوفے پر آڑھا ترپچھا پڑا تھا دستک کی آواز پر سیدھا ہوا جہا نگیر گلا

کنھکا رتا اندر داخل ہو رہا تھا "تم کب سے یہ سننے لگے"

اسکا اشارہ غزل کی طرف تھا "جب سے آپکو سنتے پایا" وہ مسکرا کر کہتا اپنے ساتھ جگہ دینے لگا

"کیسی طبیعت ہے" اسنے وہ بات کی جس کے لیے آیا تھا

"بہت بہتر ہوں"

"دیس گڈ" جہانگیر نے محبت سے اسکے بال بگاڑے

"بھیا ایک بات تو بتائیں"

"ہاں پوچھو"

"آپ اب مجھ سے ناراض تو نہیں نا"

"میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا"

"مجھے پتا تھا" وہ جوش سے کہتا ساتھ لپٹ گیا

"اچھا میں ایک بات سوچ رہا تھا"

"کونسی"

"آپ خفا تو نہیں ہوں گے" بات خاص تھی یہ اسکے انداز سے ظاہر تھا

"ارے بابا نہیں ہوتا بولو بھی"

"حمیرا آنٹی کی مجھے کال آئی تھی" اسنے محسوس کیا جہانگیر کی رنگت بدلی تھی چہرے پر تکیف دہ آثار پیدا

www.urdu novelsmania.com

ہوئے

"کیوں" بظاہر لا پرواہی ظاہر کرتے بھی وہ مکمل متوجہ تھا

"وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں آپکی واپسی کا سن کر بہت خوش تھیں" جازم نے ڈرتے ڈرتے بات پوری

کی چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے جازم کی نظریں اسکے چہرے کے اتار چڑھاویں الجھی تھیں اندازہ لگانا

مشکل تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے

"کیا آپ ان سے نہیں ملیں گے" خاموشی کا وقفہ طویل ہوا تو جازم نے ہی بات پھر سے چھیڑی

"انکا آپ سے گہرا رشتہ ہے آپ کب تک ان سے نفرت کرتے رہیں گے کوئی معافی مانگے تو دے دینی چاہیے نا" اسکا انداز قائل کرنے والا تھا

"بشرطیکہ کوئی معافی مانگے تب...." بات جتنی صاف تھی اتنی ہی مشکل جو جازم کی عقل میں تو کبھی نہ سما سکتی تھی

"ماں تو ماں ہوتی ہے جازم چاہے جیسی بھی ہو یہ تو اک احساس ہوتی ہے جسکی نرم آغوش میں پناہ لیتا تھا ٹوٹا وجود پھر سے ہمت پکڑنے لگتا ہے امید ہارتا شخص گویا نے سرے سے جینے لگتا ہے..... میں جانتا ہوں میرے کہنے سے یہ رشتہ ختم نہیں ہوگا... مگر میں انکی طرف لوٹ بھی نہیں سکتا..... یہ ابھی میرے بس میں نہیں" وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولے چلے جا رہا تھا پھر ہاتھ چہرے پر پھیر کر اٹھ گیا

"بھیا" جازم نے اسکا بازو تھام لیا آنکھوں میں التجا تھی

"ان سے کہنا جب ذہن ماضی کی بندشوں سے آزاد ہوا جہانگیر شاہ..... ان تک ضرور آئے گا"

وہ دھیرے سے کہتے پلٹ گیا جازم نے سر زور و شور سے جھٹکا "پتہ نہیں کیا بول کر گئے ہیں کچھ پہلے نہیں پڑا"

☆☆☆☆☆☆

صبحی سکندر کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھی جب کچھ ٹوٹنے کی آواز پر ان کے قدموں کو بریک لگا وہ پیک کر کمرے کی طرف آئیں جہاں سکندر کھانس کھانس کر بے حال ہو رہا تھا

"کیا ہوا آپ ٹھیک تو ہیں" وہ ان کے کندھے پر دباؤ ڈال کر سیدھا کرتے ہوئے پوچھنے لگیں

"پانی" انہوں نے بمشکل سانس لیتے ہوئے کہا

"ابھی لائی" چند منٹ بعد ہی وہ پانی لیے حاضر تھیں پانی پی کر وہ سیدھے ہوئے تو چونک پڑے

"آج اتنا رحم کیوں" وہ سوال کیے بنا نہ رہ سکے

"ویسے میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔۔۔۔ پہلے تو انا متہ یہیں ہوتی تھی مگر آج وہ بھی

جانے کہاں ہے" وہ خواہ مخواہ ہی شرمندہ ہوتے صفائی دینے لگے

"کب تک انا متہ کے سہاروں پر جنیں گے"

"تو کس کے سہارے پر جیوں" ان کے لہجے میں ٹوٹے کاچ کی کرچیاں تھیں

لب تشنگی کی مانند

شب و روز قطرہ قطرہ

مجھے زہر مل رہا ہے

تیری بے رخی سے جانناں!!

"ہم ایک دوسرے کا سہارا ہیں" صبحی ان کے قریب ہی بیڈ پر ٹک گئیں "بیٹیاں تو اپنے گھر کی ہو

جائیں گی وہ کب تک ہمیں سنبھالیں گی ہمیں ایک دوسرے کے لیے جینا ہوگا" صبحی کے الفاظ نے

سکندر کو ساکت کر دیا کچھ لمحے تو وہ بولنے کے قابل ہی نہ رہے

"کیا تم نے مجھے معاف کر دیا" وہ بے یقین ہوئے

"ہاں۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔ آپ کو معاف کر دیا دعا ہے خدا بھی آپ کو معاف کر دے" کہہ کر وہ اٹھ

گئیں سکندر کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں

"تم بہت عظیم ہو صبحی۔۔۔۔ بہت عظیم"

☆☆☆☆☆☆

"کیسا فضول سا کمر ہے بالکل تمہارے رنگ جیسا" جازم نے اسے بلیک ڈریس ہاتھ میں لیے دیکھ کر چھٹیڑا رخمانے لب بھیج کر خود کو کچھ سخت سست کہنے سے روکا

"کم از کم میں اتنی کالی بھی نہیں ہوں" وہ خود کو کہنے سے باز نہ رکھ پائی

"ہاہا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ اب اتنی دور سے دیکھو گاتو نظریں دھوکہ کھا بھی سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔ یہاں ذرا قریب آکر بیٹھو تب پتہ چلے" اتنی بے باکی کی شاید اسے امید نہیں تھی تبھی ہونقوں کی طرح منہ کھولے اسے دیکھنے لگی

"اب یوں کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔۔۔ مانا کہ بہت پیارا ہوں۔۔۔۔۔ لڑکیاں تو اب بھی مجھ پر مرتی ہیں۔۔۔۔۔ لیکن سوچو جب وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھیں گی تو کیا ری ایکشن ہوگا ان کا" وہ اسے بولنے پر اکسارہا تھا اور بالآخر کامیاب ہو گیا

"ان کا جو بھی ری ایکشن ہوگا میری بلا سے۔۔۔۔۔ آپ صرف خود کا سوچیں۔۔۔۔۔ اگر میرا ساتھ اتنا ہی ناپسندیدہ ہے تو راستہ الگ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔۔۔۔۔ فیصلہ کریں اور بتا دیں" وہ ٹرغ کر کہتی پلٹنے لگی تھی جب جازم اٹھ کر سرعت سے اس کا راستہ روک گیا رخمانے اچھنبے سے اسے دیکھا

"فیصلہ تو ہو چکا" وہ دھیرے سے مسکرایا ساتھ ہی اس کا ہاتھ تمام لیارخما کو گویا کرنٹ لگا تھا

"بھیا کہتے ہیں عورت کی شکل و صورت سے زیادہ کردار کی مضبوطی میٹر کرتی ہے اور مجھے تمہارے کردار پر یقین ہے" وہ آنکھوں میں چمک لیے اس کی بے یقین نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا رخما ہڑبڑا کر ہوش میں آئی

"چھوڑیں۔۔۔ ہاتھ چھوڑیں میرا اب نجانے یہ ڈرامے کیوں کر رہے ہیں" وہ اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی جازم نے ہاتھ تو چھوڑ دیا مگر اگلے لمحے وہ مکمل اس کی گرفت میں تھی

"آرام سے سنا کرو سمجھا کرو پھر بولا کرو۔۔۔ تمہیں معلوم بھی ہے کتنا جذباتی ہوں اسی لیے سب الٹ کر بیٹھتا ہوں مگر تمہارے معاملے میں مجھے اس جلد بازی پر کوئی افسوس نہیں" وہ چہرہ اس کے قریب کرتے بھاری گھمبیر لہجے میں سرگوشی کر رہا تھا پھر دھیرے سے گنگنا یا

تیرے خاموش ہونٹوں سے محبت گنگنا تی ہے

تو میری ہے میں تیرا ہوں یہی آواز آتی ہے

"میں آپ پر یقین کیسے کروں۔۔۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ۔۔۔ جب دل چاہے گا بے عزت کر دیں گے" بات کرتے کرتے اس کا لہجہ بھرا گیا جازم نے گہرا سانس بھر کر اسے گرفت سے آزاد کر دیا

"اچھا اب معافی کیسے ملے گی"

"نہیں ملے گی"

"اچھا میں نے کان پکڑ لیے یہ دیکھو" اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگایا رخما رخ پھیرے بے نیاز بنی رہی

"اب بھی نہیں"

"نہیں جو کچھ ہو چکا وہ معافی کے قابل یرگز نہیں۔۔۔ ایک مجبور و بے بس لڑکی کو بغیر کسی گناہ کے سزا دی جائے اس ظلم و زیادتی کا حساب دیے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے" وہ کسی صورت رعایت دینے کو تیار نہ تھی

"دیکھو جو ہو چکا اسے بھلا دو۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔ تمہارے بھائی نے بدلہ لے تو لیا ہے۔۔۔ سوچو اگر میں اس دن مر جاتا تو" اس نے جان بوجھ کر یہ بات کسی تھی ری ایکشن حسب توقع تھا

"اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہے ہیں" رخمانے بے ساختہ کہا اپنے دل کی آواز سے تو وہ خود بھی نگاہیں چرا رہی تھیں مگر کب تک

"اس کا مطلب تمہارے دل میں کچھ گنجائش تو باقی ہے"

جازم خوش فہم ہوا

"لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو معافی مل جائے گی"

"مجھے معافی لینے آتی ہے" جازم نے شوخی سے کہتے اسے پھر سے گرفت میں لینا چاہا رخمانے اس کے ہاتھ جھٹک ڈالے

"ویسے بھائی کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں ہونے دی" اس نے ذہن میں مچلتا سوال کیا

"وہ اس لیے میری جان۔۔۔ کہ شروعات تو اس کھیل کی میں نے کی تھیں ویسے بھی اس کی لاڈلی بہن میرے قبضے میں تھی اتنا حق تو بنتا تھا اسکا" جازم نے رخما کی ناک دبا کر بات پوری کی

"بھیا تو کسی صورت نہ مان رہے تھے مگر جب میں انہیں بتایا کہ میں نے رخما زمان شاہ کو کیسے رخما جازم شاہ بنایا ہے تو وہ بے حد خفا ہوئے انہوں نے صاف کہا یا میں تمہیں اپنالوں یا چھوڑ دوں اس زبردستی کے بندھن میں کچھ نہیں۔۔۔۔۔ اور آج اسی مقصد کے لیے میں آپ کے سامنے ہوں مگر یہاں تو صلح کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے" وہ مایوسی سے کہتا پلٹنے لگا

"سنیں"

"سنائیں" وہ چہرہ

"چائے لاؤں" بات ایسی تھی کہ جازم کا منہ لٹک گیا

"کتنی ان رومنٹک لڑکی ہوتی" وہ مایوسی سے کہہ رہا رخما کی ہنسی چھوٹ گئی

☆☆☆☆☆☆

"بھیا یہ میں کیا سن رہی ہوں" حرب نے بیگ صوفے پر پھینکا اور جہانگیر کے مقابل آگئی انداز ایسا تھا جیسے بہت خاص بات ہو

"کیا ہوا ہے" وہ متوجہ ہوا

"جازم بتا رہا تھا کہ غوزہ نے خودکشی کر لی۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے وہ مذاق کر رہا ہوگا۔۔۔۔۔ ہے نا" وہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہی تھی جہانگیر نے سر جھکا لیا

"وہ سچ کہہ رہا ہے"

"نہیں" حرب نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخ کا گلا گھونٹا "ایسا کیسے ہو گیا اس دن تو وہ ٹھیک تھی"

"وہ باقاعدہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی جہانگیر متعجب ہوا

"کس دن۔۔۔ تم کب ملی اس سے"

"وہ نواب ولا آئی تھی۔۔۔۔۔ نوائم کو دیکھنے۔۔۔۔۔ جس خاموشی سے آئی تھی ویسے ہی چلی گئی۔۔۔۔۔ مجھے کیا پتا تھا بھیا میں اسے۔۔۔۔۔ آخری دفعہ دیکھ رہی ہوں" وہ ہچکیوں کے دوران بمشکل اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی

"آپ اسے منالالتے نا۔۔۔۔۔ آخر تو بیوی تھی آپ کی۔۔۔۔۔ کیوں مرنے دیا آپ نے اسے" حرب کو پچھتاوے گھیر رہے تھے اک عرصہ دوستی کا ساتھ گزرا تھا اتنی آسانی سے کیسے فراموش کر جاتی "میں گیا تھا حرب۔۔۔۔۔ مگر وہ نہیں آئی۔۔۔۔۔ اب سوچتا ہوں مجھے اسے فیصلے کا اختیار نہیں دینا چاہیے تھا بلکہ محض حکم دینا چاہیے تھا" دکھ بے بسی کرب تو اس کے لہجے میں بھی تھا مگر وہ کچھ کرنے قاصر تھا حرب اس کے سینے سے لگی دل کھول کر روتی چلی گئی

وہ دل کی باتیں زمانے بھر کر کیوں سناتا۔۔۔۔۔ مجھے بتاتا
وہ اک دفعہ تو میری محبت کو آزما تا۔۔۔۔۔ مجھے بتاتا
زبان خلقت سے جانے کیا کیا وہ مجھ کو باور کر رہا ہے
کسی بہانے انا کی دیوار گراتا۔۔۔۔۔ مجھے بتاتا
مجھے خبر تھی کہ چپکے چپکے اندھیرے اس کو نگل رہے ہیں
میں اسکی راہ میں دیے جالاتا۔۔۔۔۔ مجھے بتاتا
پراسنے ستم کیا کہ شہر چھوڑ دیا خامشی سے۔۔۔۔۔ مجھے بتاتا

☆☆☆☆☆☆

لگے دن وہ سوکر اٹھا تو رخما کو کمرے میں نہ پا کر آوازیں دینے لگا کچھ دیر انتظار کے بعد وہ بستر چھوڑ کر اٹھ گیا وہ اسے لاونج میں ہی فون سیٹنڈ کے پاس مل گئی

"تم یہاں ہو کب سے بلا رہا ہوں" جازم نے رخما کو فون ہاتھ میں لیے کھڑے دیکھ کر پوچھا وہ ہنوز گم سم رہی

"ارے" اس نے زور سے کندھا ہلا کر متوجہ کیا

"جازم۔۔۔ وہ۔۔۔" سیل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا تھا جازم کو کسی انہونی کا احساس ہوا

"کیا ہوا کس کا فون تھا"

"فارہ کا۔۔۔۔۔ مراد بھائی۔۔۔۔۔ مراد بھائی نہیں رہے۔۔۔۔۔ شمشاد بھائی نے ان کا قتل کر دیا" وہ ہچکیوں سے بری طرح رونے لگی جازم نے کھیچ کر اسے ساتھ لگا لیا شک میں تو وہ بھی تھا

"اچھا چپ۔۔۔۔۔ کیا تمہیں وہاں جانا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں چھوڑ آؤں گا" جازم نے اس کے آنسو صاف کرتے نرمی سے کہا

"نہیں" رخما نے فوراً نفی میں سر ہلایا فارہ نے منع کیا ہے کتنی بد نصیب ہوں نا آخری بار انہیں دیکھ بھی نہیں سکتی"۔۔۔۔

"اچھا ادھر بیٹھو" اس نے بازو سے پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھایا اور بی بی کو پانی لانے کا کہتا مزید پوچھنے لگا

"فاریہ بتا رہی تھی کوئی جانیدار کا جھگڑا تھا اور کچھ نہیں بتایا" وہ اس وقت اتنی حواس باختہ تھی کہ کسی طرف دھیان ہی نہ کیا جبکہ جازم کے اعصاب کو گہرا جھٹکا لگا تھا اسے لگا وقت ایک بار پیچھے گیا ہو جہاں ایک بھائی نے دولت کی خاطر دوسرے بھائی کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا

☆☆☆☆☆☆

"مغیث اسے پکڑیں" حرب نے ٹی وی دیکھتے مغیث کا

کندھا ہلایا متوجہ ہونے پر اس نے عون کو اس کی طرف بڑھایا

"کیوں۔۔۔۔ دیکھ نہیں رہی میچ چل رہا ہے" مغیث نے تیوری چڑھائی

"میں شاپنگ پر جا رہی ہوں آنٹی اور انامتہ کے ساتھ پلیز اسے سنبھال لیں" وہ ملتی ہوئی عون کے

ساتھ شاپنگ کا پہلا تجربہ اتنا خوشگوار ہرگز نہ تھا کہ وہ دوبارہ رسک لیتی

"تو ساتھ لے جاؤ۔۔۔ میں ناسی میرا بیٹا ہی سہی" وہ تو گویا بھرا بیٹھا تھا پیچھے دودن سے حرب انامتہ

اور نوائم کے ساتھ شاپنگ پر جا رہی تھی اور مغیث کو جھوٹے منہ بھی نہ پوچھا گیا تھا تب سے وہ اندر ہی

www.urdu novels mania.com

اندر رکھ رہا تھا

"کیا ہو گیا ہے مغیث۔۔۔۔۔ یہ بھیڑ میں گھبرا جاتا ہے۔۔۔ پلیز پکڑ لیں" اسے ہنوز ہاتھ پر ہاتھ رکھے

دیکھ کر حرب نے عون کو زبردستی اس کی گود میں بٹھادیا اور خود کپڑے اٹھا کر واش روم میں گھس گئی

عون کو شاید یہ زبردستی پسند نہ آئی تھی تبھی گلا پھاڑ کر رونے لگا مغیث نے ہلایا جلا یا مگر وہ چپ ہونے کا

نام نہیں لے رہا تھا اس نے آرام سے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود بھی اسکے برابر چٹ لیٹ گیا اب بیٹے کا

رونا جاری تھا اور باپ کی بڑبڑاہٹ

"روٹی جا بیٹا روٹی جا۔۔۔ رونا بھی اچھا ہوتا ہے۔۔۔ صحت کے لیے۔۔۔ آنکھوں کا فالٹو پانی بہہ جاتا ہے اور آنکھوں کی بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔ گلا بھی صاف ہو جاتا ہے۔۔۔ میرا تو خیال ہے مجھے بھی رونا چاہئے۔۔۔ شاید تمہاری اماں کو خیال آ ہی جائے

سب کیڑے مکوڑوں میں اتنے بڑے گینڈے کا وجود۔۔۔ اسے دکھائی ہی نہیں دیتا جو سارا دن اس کے آگے پیچھے گھومتا ہے۔۔۔ آہ۔۔۔ میں خود کو گینڈا کہہ رہا ہوں۔۔۔ تھ ہے تم پر مغیث حیات۔۔۔ میں تو شہزادہ ہوں۔۔۔۔ "باپ بیٹے کا یہ شغل جانے کب تک جاری رہتا حرب نے پہلے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اسے کوئی حرکت نہ کرتے پا کر اس کی نبض چیک کی جو معمول کی رفتار سے چل رہی تھی "مغیث" اب کے باقاعدہ جھنجھوڑا

"تم مجھے مغیث کے ابا کیوں نہیں کہتی" وہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتا کہہ رہا تھا "ہائے" حرب کی آنکھیں پھیلیں

"میرا خیال ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے بخار سر پر چڑھ گیا ہے میں ڈاکٹر کو بلواتی ہوں" وہ جواب سنے بغیر عون کو اٹھاتی باہر نکل گئی

"یہ ہے تیری قسمت مغیث حیات" وہ پھر سے آہیں بھرنے لگا

عشق کو بھی عشق ہو تو پھر میں دیکھوں

کیسے ٹڑپے کیسے روئے عشق اپنے عشق میں

☆☆☆☆☆☆☆☆

"چاچو دیکھیں میں کس کو لایا ہوں" گوہر کی آواز پر سکندر کو پلٹنا پڑا نظروں کے سامنے موجود شخص کو دیکھ کر انہیں غلطی کا گمان ہوا

لگا تھا جیسے آنکھیں دھوکہ کھا رہی ہیں

"یہ جہانگیر ہے چاچو۔۔۔ فیضان انکل کا بیٹا" گوہر کی آواز نے ایک اور جھٹکا دیا تھا ہاں وہ فیضان ہی تو تھا۔۔۔ ہو ہو وہی نقش۔۔۔ وہی جسامت وہی قد و قامت۔۔۔ سکندر کے لب کپکپا گئے ہاتھوں میں لغزش اتر آئی

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھے اور ایک جھٹکے سے سینے سے لگاتے آنکھیں نم ہونے سے روک نہ سکے تھے پھر جو روئے تو روتے ہی چلے گئے گوہر کے زبردستی الگ کرنے پر انہیں اپنی

پوزیشن کا خیال آیا جہانگیر کی پریشان صورت پر نظر پڑتے ہی ہنس دیے "آؤ بیٹھو۔۔۔ آج گھر پر کوئی نہیں ہے خوب محفل جمائیں گے" خوشی کے ٹمٹماتے دیے ان کے چہرے پر روشن تھے

☆☆☆☆☆☆☆

www.urdu novels mania.com

بی جان کے اصرار پر بغیر اطلاع دیئے وہ حرب کو لینے آیا تھا مگر ملاقات سکندر سے ہو گئی وہ نماز پڑھنے کو اٹھے تو گھر کی پچھلی طرف چلا آیا راہداری سے گزرتے اسے بے اختیار ہی نواہم کی یاد آئی دل ایک نظر دیکھنے کو محل پڑا وہ ایک قدم آگے ہی بڑھا تھا کہ نسوانی چیخ پر ٹھٹھک گیا

"چپ کرو۔۔۔ خبردار جو آواز نکالی۔۔۔ ساری گولیاں سینے میں اتار دوں گا" مردانہ بھاری آواز اور ایسے سخت الفاظ جہانگیر خود کو اس طرف بڑھنے سے روک نہ پایا

"چلو میرے ساتھ" وہ نوائم کو کھینچتے ہوئے پیچھے دروازے کی جانب بڑھنے لگا جہانگیر کی رگیں تن گئیں اپنی نظروں کے سامنے اپنی عزت پر کسی کی بری نگاہ پڑتے دیکھنا اس کی مردانگی پر کاری ضرب تھی وہ مٹھیاں بھیجتا لپک کر راستے میں آیا یوں راستہ روکے جانے پر پہلے تو فابیان چونکا پھر راستہ صاف کروانے کو پستل کا رخ جہانگیر کی طرف کر لیا جہانگیر نڈر انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا "تم جیسے بڑے کتے دیکھے ہیں" اس نے ایک نظر ڈری سہمی اس کی گرفت سے نکلنے کو مچلتی نوائم پر ڈالی اور ہاتھ بڑھا کر فابیان کی گردن دبوچ لی وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھا تبھی اپنا دفاع نہ کر سکا پستل اس کے ہاتھ سے گر گیا جہانگیر کے آگے ٹھہرنا اس کے بس کی بات نہ تھی چند لمحوں میں ہی اس کا حشر بگڑ چکا تھا وہ اسے زمین کی طرف دھکیلتا پستل کی جانب بڑھا

"جہانگیر شاہ کی عزت کے ساتھ دل پر بھی ہاتھ ڈالا ہے تو نے۔۔۔۔۔ جس کی کم سے کم سزا موت ہے" وہ رخ اس کی جانب کیے کھڑا تھا فابیان منتوں پر اتر آیا

"معاف کر دو مجھے۔۔۔ ایک بار معاف کر دو آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ تم ہی سمجھاؤ اسے۔۔۔۔۔ پلیز

روکو" اس نے نوائم کے آگے ہاتھ جوڑے نہ جانے نوائم کے دل میں کیا سمائی اس نے لاشعوری

طور پر اپنا ہاتھ جہانگیر کے بازو پر رکھ دیا جہانگیر نے حیرت سے چہرہ موڑا

"جانے دیں وہ رو رہا ہے" اس نے اتنی معصومیت سے کہا کہ جہانگیر چاہ کر بھی انکار نہ کر سکا

"بخش دیا۔۔۔ اسے تمہارے لیے بخش دیا"

سُن سانسوں کے سلطان پیا

ترے ہاتھ میں میری جان پیا

میں تیرے بن ویران پیا
تو میرا کل جہان پیا
مری ہستی، مان، سمان بھی تو
مرا زہد، ذکر، وجدان بھی تو
مرا، کعبہ، تحل، مکران بھی تو
میرے سپنوں کا سلطان بھی تو
کبھی تیر ہوئی، تلوار ہوئی
ترے ہجر میں آیما رہوئی
کب میں تیری سردار ہوئی
میں ضبط کی چیخ پکار ہوئی
مرا لوں لوں تجھے بلائے وے
مری جان وچھوڑا کھائے وے
ترا ہجر بڑا بے درد سخن
مری جان پہ بن بن آئے وے
مری ساری سکھیاں روٹھ گئیں
مری رو رواکیاں پھوٹ گئیں
تجھے ڈھونڈتھکی نگری نگری



اب ساری آسین ٹوٹ گئیں

کبھی میری عرضی مان پیا

میں چپ، گم صم، سنسان پیا

میں ازلوں سے نادان پیا

تو میرا کل جہاں پیا

☆☆☆☆☆☆

دو سال بعد

ندرت فابیان کے ساتھ واپس لوٹ گئی تھی اور ادینہ کسی آشنا کے ساتھ رات کی تاریکی میں گھر سے بھاگ کر ماہی کا سارا طنطنہ خاک میں ملا گئی تھی اس حادثے کے بعد ماہی نے خود کو کمرے میں قید کر لیا دوسری طرف شاہ والا میں خوشیوں کا سماں تھا مہمانوں سے گھر بھر اڑتا تھا حرب کے ہاں بیٹی نے جنم لیا جبکہ رخما کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا دو دو بچوں کی آمد نے خوشیوں کو دو بالا کر دیا تھا صدقہ و خیرات کیے جا رہے تھے نئے نئے پھوان بن رہے تھے حرب تو دو ماہ سے ادھر تھی حیات صاحب کو پوتی کی اتنی خوشی ہوئی کہ وہ بمعہ اہل و عیال دوڑے چلے آئے

سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب کمرے سے تیز تیز چیخنے پر بے اختیار اوپر ہی منزل کی طرف دوڑے کمرے میں پہنچ کر دیکھا تو نوائم گھٹنوں میں سر دیے عین کمرے کے وسط میں بیٹھی رو رہی تھی "کیا ہوا ہے" صبحی تیزی سے آگے بڑھی "نوائم میری بچی بولو تو سہی" اسے ہنوز چپ دیکھ کر صبحی کا دل گھبرانے لگا باقی سب کی حالت بھی کم و بیش ان جیسی ہی تھی

"نوائم" جہانگیر کے نرمی سے پکارنے پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا

"کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ کیوں رو رہی ہو" وہ بے حد نرمی سے پوچھ رہا تھا

"آپ نے دیکھا حرب آپنی کے پاس گڑیا ہے اور رخصتا باجی کے پاس بھی پرس آیا ہے۔۔۔ مجھے بھی

پرس چاہئے" وہ بات پر زور دیتی تیز تیز بولی تھی جہانگیر نے بے ساختہ صبحی کو دیکھا صبحی بھی

مسکراتے ہوئے اٹھ گئیں

"آپ لوگ جائیں۔۔۔ میں سنبھال لوں گا" اس نے سب کی نظروں سے بچنے کے لیے انہیں باہر کا

راستہ دیکھا یا سب اپنی اپنی بولیاں بولتے کمرہ خالی کر گئے

"ادھر۔۔۔ اوپر بیٹھو" جہانگیر نے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا

"اب آپ مجھے مت ڈانٹنا۔۔۔ کیونکہ مجھے پرس لینا ہے" وہ ضدی لہجے میں کہہ رہی تھی

"اف یہ لڑکی" جہانگیر نے سر تھام لیا

"ورنہ میں رخصتا باجی کا چھپا لوں گی" واہ رے معصومیت

"دیکھو ابھی تو کل تمہارا پیپر ہیے لہذا کسی قسم کی سرگرمی میں انوالو نہیں ہونا۔۔۔۔۔ بعد میں دیکھیں گے

اوکے" اس نے نرمی سے سمجھایا

"لیکن پرس" وہ کہنے ہی والی تھی کہ جہانگیر کی گھوری پر چپ کر گئی

"میں ہوں نا تمہارا پرس۔۔۔۔۔ کیا میں پرس سے زیادہ پیارا نہیں ہوں" جہانگیر نے اس کی طرف

جھک کر سرگوشی کی وہ بے طرح خوش ہوتی اس سے لپٹ گئی

میں نے سورج چاند ستارے تیرے نام لکھے

جگ میں جتنے پھول ہیں سارے تیرے نام لکھے
 دیواروں دروازوں پر بھی تیرا نام لکھا ہے
 دریاؤں نہروں کے دھارے تیرے نام لکھے ہیں
 سارے کانٹے اور انگارے اپنے پاس رکھے ہیں
 خوشیاں ساری رنگ نظارے تیرے نام لکھے ہیں
 جیون میں جو کچھ بھی پایا اسے بھول گئی ہوں
 یادیں ساری سپنے سارے تیرے نام لکھے ہیں
 پہروں تنہا بیٹھ کے میں نے تجھ سے باتیں کی ہیں
 ساری غزلیں اور فن پارے تیرے نام لکھے ہیں
 دل کے ساتھ ہی آنکھیں میں نے رستے میں رکھ دی ہیں
 جیون کے سب سنگ سہارے تیرے نام لکھے ہیں
 ختم شد